تذکرہ علمائے خانپور (ضلع ہزارہ)

مولانا قاضی محمد عبداللہ مرحوم خانپوری

المکتبۃ السلفیۃ • شیش محل روڈ • لاہور

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

قال اللہ تعالیٰ
وذکرھم بایام اللہ (سورۃ ابراہیم)

تذکرہ علمائے خانپور (ضلع ہزارہ)

بنام

فتح الغفور فی تذکرۂ علمائے خانپور

از

مولانا قاضی محمد عبداللہ خانپوری
ایم اے، ایل ایل بی (ایڈووکیٹ) - مانسہرہ (ہزارہ)

وتکملہ تذکرۂ علمائے خانپور

تحریر کردہ

مولانا حکیم محمد یحییٰ خاں شفا تلمیذ مولانا حکیم قاضی عبدالاحد خانپوری

ناشر
المکتبۃ السلفیۃ
شیش محل روڈ ○ لاہور ○ پاکستان

Marfat.com

129483

اهتمام ——————— احمد شاکر

طابع ——————— المکتبۃ السلفیہ

مطبع ——————— زاہد بشیر پرنٹرز۔ لاہور

تاریخ ——————— شوال المکرم ۱۴۰۵ھ

جولائی ——— ۱۹۸۵ء

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

گزارشِ احوالِ واقعی

صوبہ سرحد (پاکستان) کے ضلع ہزارہ میں ہری پور ایک تاریخی قصبہ ہے جو راولپنڈی سے مانسہرہ جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ اس تاریخی قصبہ میں قاضیوں کا ایک خاندان آباد تھا جو علم و دانش میں بہرہ وافر رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کو کئی پشتوں سے اس علاقہ میں مذہبی سیادت و قیادت کا رتبہ حاصل تھا۔ چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی وساطت سے اس قاضی خاندان کا رشتہ تلمذ حضرت شیخ الشیوخ ہند شیخ الکل میاں سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی نور اللہ روحہ سے ہوگیا۔

بحمدہ تعالیٰ اس خاندان کو ذہانت و فطانت ورثے میں ودیعت ہوئی تھی۔ لہٰذا انھوں نے حضرت شیخ الکلؒ سے قرآن و حدیث اور علوم عربیہ خوب خوب حاصل کئے اور علوم دینیہ میں کامل ہونے کے بعد اپنے آبائی علاقے میں واپس آگئے۔ یہاں انھوں نے قرآن و سنت کا فیضان تدریساً جاری فرمایا اور ہر ممکن طریقے سے قرآن وحدیث کی اشاعت علاقے بھر میں شروع کر دی۔
یہ علاقہ قرآن و سنت کی اصل تعلیم سے تہی دامن تھا۔ اس لیے قاضی صاحبان کو علوم دین کی اشاعت میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر انھوں نے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ خدا کے ان جانباز بندوں نے تدریس، وعظ، مناظرے کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ جزاھم اللہ وضاعف اجورھم

جماعت اہل حدیث کی مسلکی فضا اور بعض دیگر ناگزیر وجوہ کی بنا پر قاضی خاندان کی علمی خدمات خصوصاً ان کی مسلکی خدمات سے جماعت اہل حدیث کی نئی نسل عام طور پر ناواقف ہے۔ بنابریں علمی ذوق رکھنے والوں کو مدت سے اس کا احساس تھا کہ تلامذہ حضرت شیخ الکل رح کی شاخ ہزارہ کے اس خاندان کی خدمات دین کو قلم بند ہو جانا چاہیئے۔

یاد بخیر میرے بزرگ دوست مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی مرحوم نے قاضی خاندان کے بقیۃ السلف بزرگ قاضی محمد عبداللہ صاحب وکیل رمانہرہ ضلع ایبٹ آباد سے بہ اصرار درخواست کی کہ وہ اس خلا کو پُر کریں۔ مرحوم کے بعد خاکسار راقم بھی قاضی محمد عبداللہ مرحوم سے درخواست کرتا رہا۔ قاضی صاحب کی سعی و محنت سے یہ اہم کام سرانجام پا گیا۔ انھوں نے "فتح الغفور فی ذکر علمائے خانفور" کے نام سے ایک کتاب ترتیب دے ڈالی جو انھوں نے طباعت کے لیے اس خاکسار کے سپرد کر دی۔ میں اس کتاب کی طباعت کی تیاری کرتا رہا، جس میں بوجوہ کچھ تاخیر ہوتی گئی۔ اس دوران قاضی صاحب مذکور کتاب کے انتظار میں ۲۰ / اپریل ۱۹۷۹ء مطابق ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ کو اللہ کو پیارے ہو گئے رحمہ اللہ وجزاہ احسن الجزاء۔ اور ستمبر ۸۲ء میں خاکسار شدید بیمار ہو گیا۔

محترم قاضی محمد عبداللہ صاحب مرحوم نے یہ کتاب "فتح الغفور" بڑی محنت قابلیت اور اعتدال سے مرتب فرمائی ہے۔ قاضی عبدالاحد کے تذکرے میں "قاضی صاحب

Marfat.com

اور مولوی ثناء اللہ صاحب" کے عنوان کے تحت انھوں نے قاضی صاحب کی تالیفات کا ذکر کیا ہے ۔ اس سلسلے میں اس نازک موضوع پر بڑی ہوشمندی اور سلامتِ طبع کا ثبوت دیا ہے ۔ قاضی صاحب کی کتابوں کے سلسلے میں کسی نام کا ذکر آیا تو اس کی درشتیِ الفاظ کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کیا ۔ مثلاً کتاب التوحید والسنہ" کے متعدد ناموں میں سے صرف اسی ایک نام کا ذکر کیا ہے اور باقی کو چھوڑ دیا ہے ایسے ہی باقی مناقشات کے بیان میں بھی یہی احتیاط ملحوظ رکھی ہے ۔ حالانکہ پیر مہر علیشاہ مرحوم اور مرزا قادیان وغیرہ سے متعلق قاضی عبدالاحد صاحب کی تالیفات میں ان کا اپنا انداز رہنے دیا گیا ۔

تاہم چونکہ یہ نزاع عربی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن پر تنقیدی کتاب طبع کردہ علمائے غزنویہ امرتسر "الاربعین..." سے شروع ہوا تھا ۔ جس کا جواب مولانا ثناء اللہ صاحب نے "الکلام المبین" کے نام سے لکھا ۔ اس پر علمائے آرہ کا ایک فیصلہ "فیصلہ آرہ" کے نام سے مولانا عبدالغفار حسن کے دادا مولانا عبدالجبار حسن عمرپوری کے رسالے "ضیاء السنۃ" کلکتہ میں شائع ہوا ۔ اس فیصلہ آرہ کے منصفین تین بزرگ مولانا محمد شمس الحق ڈیانوی (مصنف عون المعبود)، مولانا شاہ عین الحق پھلواروی اور مولانا عبداللہ صاحب غازی پوری تھے اور اس کو شائع کرنے والے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی ۔ ان تفصیلات کو قاضی محمد عبداللہ صاحب نے نہیں چھیڑا ، تاہم ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لیے "فتح الغفور" میں ان کا ذکر اس لیے کر دیا گیا کہ یہ آئندہ کے سارے مناقشات کی بنا تھا ۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے فیصلہ آرہ کے عنوان سے وہ رسالہ خود بھی چھاپ دیا تھا ۔ جس میں ۱۴ اعتراضات کو درست تسلیم کیا تھا اور باقی ۲۶ ان کے خیال میں الاربعین کے اعتراضات درست تھے ۔

Marfat.com

مولانا ثناء اللہ صاحب نے جب "فیصلہ آرہ" شائع کیا تو انھوں نے ان (۲۶) اعتراضات پر اپنے تنقیدی نوٹ دے دیئے تھے۔ اس قصے کا ذکر بھی "فتح الغفور" میں نہیں کیا گیا۔

مگر ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لیے یہ تینوں چیزیں اشاعت کے وقت "فتح الغفور" میں استدراک کے عنوان سے دی جارہی ہیں۔ تاکہ اصل مسئلہ کی ساری صورت حال سامنے آجائے اور نئی نسل کو بھی ان حالات سے آگاہی حاصل ہو جائے۔ "فیصلہ آرہ" آج کل نایاب ہے اس کو مجلہ "ضیاء السنۃ" سے حاصل کیا گیا ہے جو مولانا عبدالغفار حسن صاحب (فیصل آباد) کے پاس محفوظ ہے اور مولانا موصوف کے شکریے کے ساتھ درج اشاعت کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سارے علمائے کرام کی مساعیٔ حسنہ قبول فرمائے جن کے ہاتھوں اسلام اور مسلک اہلحدیث کی خوب خوب اشاعت ہوئی ہے اور ہم اخلاف اہلحدیث درجہ بدرجہ ان سب کے ممنون ہیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (الحشر)

قاضی عبدالاحد صاحب کے تلمیذ رشید مولانا حکیم محمد یحییٰ خلف صاحب شفاخانپوری نے مؤلف فتح الغفور قاضی محمد عبداللہ صاحب کے حالات بھی تحریر فرما دیئے ہیں جن کو شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔ اس کے لیے میں حکیم صاحب موصوف کا تہ دل سے ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنے ضعف طبع اور موسم گرما کی شدت کے باوجود خاکسار کی درخواست کو شرف قبول بخشا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ۔

ھذا وصلی اللہ علی سیدنا محمد واصحابہ واتباعہ وحشرنا فی زمرتھم۔ آمین۔

خاکسار خاک پائے بزرگاں محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی امرتسری
مدیر ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور۔ ناشر تذکرہ علمائے خانپور

Marfat.com

فہرست اہم عنوانات

عنوانات	صفحہ نمبر
گذارشِ احوالِ واقعی (پیش لفظ)	۳
۱۔ قاضی عبدالصمد خانپوری	۹
خان پور کا تعارف	۹
وفات	۲۱
۲۔ قاضی محمد حسن (غلام حسن)	۲۳
سکھوں کا دور	۲۷
۳۔ قاضی عبدالاحد خانپوری	۳۵
پیر مہر علی شاہ سے تحریری مناظرے	۴۰
ایک کرامت	۴۷
ایک واقعہ	۴۹
توکل کی ایک مثال	۵۲
قاضی صاحب اور پیر جماعت علیشاہ	۵۵
پیر عبدالکریم سے چپقلش	۶۱
انجمن حزب الاحناف اور سلطان عبدالعزیز ابن سعود	۶۱
مرزائے قادیان سے مقابلہ	۶۶
قاضی صاحب اور مولوی ثناء اللہ امرتسری	۶۸
[استدراک]	۶۹
"فیصلہ آرہ"	۷۰
فیصلہ آرہ سے متعلقہ مباحث	۹۹
قاضی صاحب اور سردار محمد ایوب خان سابق امیر افغانستان	۱۱۵
قاضی صاحب اور پیر بغدادی	۱۱۹
قاضی صاحب اور راجہ جہانداد خان چیف آف گکھڑز	۱۲۴
حضرت عبداللہ غزنوی صاحب مرحوم کا ایک خواب	۱۲۸
آپ کی دینی حمیت کا ایک واقعہ	۱۲۹
آخری کارنامہ	۱۳۱
اسلوب تحریر	۱۳۲
مرض اور وفات	۱۳۴
آپ کا کتب خانہ	۱۳۶
تالیفات	۱۳۱

Marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
۴۔ قاضی محمد خانپوری	۱۴۳
مناظرہ سرائے صالح	۱۵۰
قاضی صاحب پشاور میں	۱۶۰
مولوی محمد علی جالندھری پشاور میں	۱۶۱
قاضی صاحب راولپنڈی میں	۱۶۸
ایک کرامت	۱۶۹
ملا ملتانی خانپور میں	۱۷۰
وزیر آباد میں	۱۷۴
مالیر کوٹلہ میں	۱۷۶
حوصلہ اور جرأت	
عبداللہ صاحب غزنوی سے ایک درخواست	۱۷۹
استغنا اور توکل اللہ	۱۸۰
فیصلہ مقدمات	۱۸۴
درس و تدریس	۱۸۵
ایک مجلس میں طلاقِ ثلاثہ	۱۸۷
وفات	۱۸۸
۵۔ قاضی یوسف حسین خانپوری	۱۹۳
رفعِ سبابہ	۱۹۶
دہلی کا دلچسپ سفر	۱۹۸
مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا ایک واقعہ	۱۹۸

عنوانات	صفحہ نمبر
ایک شیعہ مجتہد سے مناظرہ	۲۰۱
ذریعہ معاش	۲۰۱
قصبہ گنور (یوپی) میں قیام	۲۰۲
مسجد سہسوان کا مقدمہ	۲۰۳
سفرِ حجاز و عراق	۲۰۴
آمین بالجہر کا ایک لطیفہ	۲۰۸
بغداد میں نمازِ تراویح	۲۰۹
سفر سمائی لینڈ اور حج بیت اللہ	۱۱۰
باکمال ترک عالمِ حدیث	۲۱۲
بغداد سے واپسی	۲۱۳
خود دھوپ گھڑی بنا ڈالی	۲۱۴
ربع المجیب اور ربع المقنطر	۲۱۴
پابندی اوقات	۲۱۵
علمِ مقادیر	۲۱۷
جنوں کے بعض واقعات	۲۱۹
شعر و شاعری	۲۲۶
خصوصی مختارات	۲۳۴
تالیفات	۲۳۸
۶۔ حافظ محمد غوث بن محمد حسن خانپوری	۲۴۱
۷۔ مولانا قاضی محمد عبداللہ صاحب خانپوری	۲۵۱

Marfat.com

(۱)

قاضی القضاۃ قاضی عبد الصمد قوم قریش خانپوری

(ولادت قریب ۱۱۶۰ھ۔ وفات ۱۲۶۸ھ)

خانپور کا تعارف

قبل اس کے کہ آپ کے حالات قلمبند کئے جائیں۔ موضع خانپور کا تعارف ضروری ہے۔ یہ قصبہ تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ میں واقع ہے۔ جو ہری پور سے جانب جنوب پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ ایک پرانا قصبہ ہے۔ جس کے مضافات میں بودھ کے زمانہ کے آثار قدیمہ موجود ہیں۔ ایک پرفضا مقام پر واقع ہے۔ علاوہ پہاڑوں کے خوشگوار مناظر کے جن میں یہ گھرا ہوا ہے۔ اس میں جانب جنوب نالہ ہرو واقع ہے۔ جس میں پانی بارہ ماہ جاری رہتا ہے۔ اور اس کے دونوں جانب سرسبز و شاداب باغات ہیں۔ جن میں ہر قسم کی سبزیاں اور میوے پیدا ہوتے ہیں جو سالہا سال تک راولپنڈی شہر میں لے جائے جاکر فروخت ہوتے رہے ہیں۔ خانپور کا مالٹا بہت مشہور ہے اور صوبہ بھر میں بہترین مانا گیا ہے۔ شہر راولپنڈی، ہری پور، ایبٹ آباد، مانسہرہ میں بازار سے "خان پور کا مالٹا" کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ عمی المکرم قاضی یوسف حسین اپنی ایک عربی نظم میں اس کی جدائی کے احساسات اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ابعدتنی من کل ما اھوا لہ — عن ھھو دالحمی ومن امھات

ومن الاخوۃ الکرام ومن خا — لاتی الطاھرات والاخوات

ومن الجنۃ الزھیۃ اعنی — خانفور العلیۃ العتبات

Marfat.com

عمی المکرم قاضی یوسف حسین مرحوم نے آپ کا سن ولادت "اتمام الخشوع" (عربی) میں "المولود ۱۲۳۹ھ او اقل او اکثر" لکھا ہے۔ اور اسی کتاب میں آپ نے قاضی صاحب اور ان کے استاد قاضی عبدالصمد مرحوم کے متعلق لکھا ہے "قد لقیا الشیخ البارع المشہور فی الافاق الشاہ محمد اسمٰعیل الشہید وحصلا من برکاتہ" جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے والد (صاحب ترجمہ) اور قاضی عبدالصمد صاحب (آپ کے نانا) ہر دو نے سید شہید رحمۃ اللہ کی ملاقات بھی کی اور آپ کی برکات بھی حاصل کیں۔ اور ایک جگہ لکھا ہے "اور ہمارے والد شاگرد مولانا اسمٰعیل شہید" اور اپنے قلمی سندنامہ موسومہ "الجوائز والصلات فی اسانید الکتب والاثبات" میں "العجالۃ النافعۃ" مؤلفہ شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی کی دیگر اسانید کے علاوہ ایک سند اس طرح لکھتے ہیں "۔ اخبرنی بہا والدی الامام الحجۃ الزاہد الورع ناصر السنۃ قامع البدعۃ ابو محمد غلام حسن ویقال لہ محمد حسن وہو احب اسمیہ الیہ قاضی القضاۃ فی الخانفور رضی اللہ عنہ قال اخبرنی الامام الحجۃ المجاہد فی سبیل اللہ الشیخ محمد اسمٰعیل الشہید قال اخبرنی عمی الشیخ عبدالعزیز المحدث الدہلوی" جس کا مفاد یہ ہے کہ آپ واقعی شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی سے فائز ہوئے۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی سن شہادت ۱۲۴۶ھ ہے۔ متذکرۃ الصدر سن ولادت سے آپ کی عمر بوقت شہادت شاہ صاحب تخمیناً آٹھ سال کے لگ بھگ بنتی ہے۔ اس لیے اغلب ہے کہ آپ کا سن ولادت اس سے بیشتر کا ہو۔ یا بچپن میں ہی ہمراہ استادِ خود (قاضی عبدالصمد) شاہ صاحب موصوف

Marfat.com

سے فیض یاب ہوتے ہوں۔ بہر حال آپ کی شاگردی شاہ صاحب موصوف سے مسلم ہے۔

قاضی غلام حسن کی پیدائش موضع تلوکر میں ہوئی جو ہری پور کے قریباً متصل جانب جنوب واقع ہے۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار اور دیگر فقہائے علاقہ اور قاضی القضاۃ خان پور قاضی عبد الصمد (اپنے خسر) سے تعلیم حاصل کی اور خانپور میں قاضی عبد الصمد صاحب موصوف کی منجھلی دختر سے آپ کی شادی ہوئی۔ قاضی صاحب موصوف نے آپ کو اپنی زندگی ہی میں اپنی مسندِ قضا پر بٹھا دیا اور متوسلین کو ہدایت کی کہ وہ ان کو ہر طرح آپ کا قائم مقام سمجھیں۔ اس بارہ میں باضابطہ ایک سند بھی تحریر فرمائی (جو تذکرۂ قاضی عبد الصمد صاحب میں درج کی گئی ہے)

خانپور میں آپ نے مسجد پیرانوالی میں سلسلۂ درس و تدریس جاری کیا جو اس قدر مشہور ہوا کہ نہ صرف ضلع ہزارہ بلکہ کشمیر اور سرحد پار کے لشکر مجاہدین سے بھی طالب علم یہاں آ آ کر مستفیض ہوئے۔ مخالفین نے کئی مرتبہ حکومت تک یہ خبر پہنچائی کہ قاضی صاحب سرکارِ انگریزی کے مخالف ہیں۔ اور مجاہدین بھی یہاں آ کر ان سے تعلیم پاتے ہیں۔ لیکن جب راجگان سے (جو سب آپ کے شاگرد تھے) دریافت ہوتی تو وہ اس بات کی تغلیط کر دیتے اور معاملہ رفع دفع ہو جاتا۔

تخمیناً ساٹھ طالب علم بیک وقت آپ کے زیرِ تعلیم رہتے اور ماہِ رمضان میں ان سب کا سحری کا کھانا آپ کے گھر میں تیار ہوتا۔ جس کا مسجد تک پہنچانا آپ کے فرزند قاضی محمد صاحب کے ذمہ تھا۔ مسجد آپ کے گھر سے تخمیناً ۳ صد قدم کے فاصلہ پر واقع تھی۔

Marfat.com

علاوہ درس و تدریس کے وعظ و تذکیر میں بہت کوشاں رہتے۔ مسجد کے علاوہ شادی و غمی کی تقریبات میں بھی ضرور وعظ فرماتے اور بعض اوقات سرِبازار کھڑے ہو کر فریضۂ تبلیغ ادا کرتے۔ نمازِ جنازہ کے بعد اکثر وعظ فرماتے۔

اشاعتِ توحیدِ خالص اور ردِّ بدعات و منکرات کو اپنا مقصدِ حیات قرار دے رکھا تھا۔ بوقتِ نکاح اگر دُولہا "گانا" اور "سہرا" پہنے ہوتا تو جب تک ان دونوں کو اتروا نہ دیتے نکاح نہ پڑھاتے اور آپ کے سوا کوئی دُوسرا آدمی نکاح پڑھانے کا مجاز ہی نہ تھا۔ اس طرح یہ رسمیں بھی متروک ہو گئیں۔

آپ کے وعظوں سے متاثر ہو کر میراثیوں نے اپنے ڈھول توڑ ڈالے اور اس کے بعد آپ کی زندگی میں بوقت شادی معازف و مزامیر بالکلیہ بند رہیں۔

آپ کے محلہ میں ہی ایک پختہ گنبد والی "قبر" واقع ہے اور لوگ صاحبِ قبر کو "سخی" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس قبر پر ہر سال دھوم دھام سے میلہ لگا کرتا تھا۔ جیسا راولپنڈی کے قریب موضع نُورپور شاہاں میں "بری شاہ لطیف" کی قبر پر لگا کرتا ہے اور اس کے مجاوروں اور دیگر فقیروں کو بڑی آمدنی ہوتی۔ آپ کے مواعظ ردِّ بدعت و شرک کی برکت سے وہ میلہ ہمیشہ کے لیے موقوف ہو گیا۔ میں نے بچپن کے زمانہ میں نجف پُور کے ایک چرسی فقیر کو جو جمعرات کے دن خانپور میں گداگری کے لیے آیا کرتا تھا۔ والد مرحوم کی طرف دُور سے اشارہ کر کے یہ کہتے سنا کہ اس شخص کے والد (یعنی صاحب ترجمہ) نے ہماری روزی ماری تھی یعنی وہ میلہ بند کرا کر ہمیں اس آمدنی سے محروم کیا۔ جو میلہ سے ہمیں ملا کرتی تھی۔

اس قصبہ میں آپ کا ایک اہم کارنامہ اجرائے جمعہ تھا جو اس زمانہ میں ایک گناہِ عظیم سمجھا جاتا تھا اور اس کی مخالفت بڑی شدت سے کی جاتی تھی۔

Marfat.com

جمعہ کا جاری کرنا کیا تھا کہ گویا بھڑوں کے چھتہ میں پتھر مار دیا۔ چاروں طرف سے یلغار شروع ہو گئی اور آئے دن کوئی نہ کوئی مخالف فرضیت جمعہ حملہ آور ہو کر وہاں پہنچتا۔ اللہ تعالیٰ حق کو غالب کرتا اور ملا منہ کی کھا کر رہ جاتے۔ لیکن مخالفین کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ جہاں کہیں کسی چرب زبان باتونی ملا کی خبر ملتی وہاں پہنچتے اور خان پور پر چڑھا لاتے۔ لیکن حق کے مقابلہ میں ناکام رہتے اور دن بدن جمعہ پڑھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا جو مخالفین کے لیے مزید باعث تشویش ہوتا۔

ایک لطیفہ مناظرات تو بہت ہوئے۔ مخالف کامیاب نہ ہوئے۔ لیکن ہمت پھر بھی نہ ہاری۔ ایک دفعہ انہیں خبر ملی کہ علاقہ پوٹھوہار میں ایک بڑا زبردست مناظر ہے۔ اس کے سامنے کسی کی پیش نہیں چلتی۔ فوراً وہاں پہنچے اور ان حضرت کو جا کر خان پور لے آئے۔ آپ نے سنا کہ ایک نیا مولوی خان پور میں وارد ہوا ہے۔ اور مسجد راجگان میں آکر مقیم ہوا ہے۔ آپ نے کہا کہ کوئی سمجھ دار آدمی ایسا ہو جو ہمارا پیغام ان مولوی صاحب کو پہنچا دے۔ آپ کا ایک مرید شرف دین نامی تھا۔ اس نے کہا جناب! اس خدمت کے لیے میں حاضر ہوں آپ نے کہا تم بھی بڑے باتونی ہو، کہیں خرابی کا باعث نہ بنو۔ اس نے کہا جناب! جو پیغام آپ دیں گے بجنسہٖ اس نووارد کو پہنچا دوں گا۔ چنانچہ آپ نے اسے پیغام دے کر روانہ کر دیا۔

شرف دین نے جا کر شام کی نماز مسجد راجگان میں ادا کی اور اتفاقاً صف میں ان نووارد مولوی صاحب کے ساتھ ہی اُسے جگہ ملی۔ جب امام نے سلام پھیرا تو مولوی صاحب نے اُٹھ کر سنتیں پڑھیں۔ انھوں نے جب سلام

Marfat.com

پھر اتو شرف دین نے ان کو مخاطب کر کے کہا:

"بھائی صاحب! آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ نماز بہت خراب کر کے پڑھتے ہیں!"

مولوی صاحب: "تم کچھ پڑھے ہوئے ہو؟"

شرف دین: ماشاء اللہ! آپ پڑھے ہوئے بھی ہیں۔ پھر ایسی خراب نماز۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی نماز پڑھنے والے کو تین مرتبہ لوٹایا تھا اور فرمایا تھا۔ پھر نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی۔ یہ حدیث میں آیا ہے۔"

مولوی صاحب: "ہم وہ حدیثیں نہیں مانتے۔"

شرف دین: اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ط جناب! یہ تو وہی یہودیوں والی بات ہوئی۔"

مولوی صاحب کچھ کھسیانے سے ہو گئے۔ اس پر شرف دین نے کہا "جناب کی یہاں تشریف آوری کیسے ہوئی؟"

مولوی صاحب: "دین میں یہاں "روڑا" (خرابی) ڈالا گیا ہے۔ اسے نکالنے آیا ہوں۔"

شرف دین: "وہ "روڑا" کیا ہے جسے آپ دُور کرنے آئے ہیں۔"

مولوی صاحب: (اپنی زبان میں) "اہبہ فقہاں نہیں مننے" یہ لوگ فقہ کو نہیں مانتے۔

شرف دین: "مولانا! بے ادبی معاف۔ میں نے پہلے آپ کو نہیں پہچانا۔ مجھے استاد صاحب نے پیغام دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور کہا ہے کہ ہم یہ سن کر خوش ہوئے ہیں کہ آپ احقاقِ حق کی

Marfat.com

خاطر یہاں تشریف لائے ہیں۔ ہم بھی حق کے طالب ہیں۔ لیکن آپ ایک بات ذہن نشین کرلیں کہ جو عبارت فقہ کی کتاب سے آپ پیش کریں گے وہ بمنزلۂ دعویٰ ہوگی۔ اسے ہم دلیل نہیں سمجھتے اس کی تائید میں آپ کو قرآن و حدیث سے دلیل پیش کرنا ہوگی۔ فقہ کی کتابیں پڑھ کر ہم اب بھلا بھی چکے ہیں۔ اگر آپ اپنا دعویٰ قرآن وحدیث سے ثابت کرنے پر آمادہ ہوں تو یہاں تشریف لائیں۔ ہم نانِ جویں بھی پیش کرینگے۔ اور اگر وہاں ہمیں بلائیں تو ہم وہاں بھی آنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن شرطِ مذکور مدِ نظر رہے۔ آپ فقہ کی عبارت کو دلیل نہ سمجھیں۔ بلکہ دعویٰ سمجھیں۔ شرف دین پیغام دے کر گھر چلا گیا۔

دوسری صبح کو جماعت کے لوگ اس انتظار میں تھے کہ ابھی کوئی پیغام آتا ہے اور مناظرہ کے لیے چیلنج پیش کرتا ہے۔ لیکن سورج چڑھ گیا۔ پھر بھی انتظار کیا گیا۔ لیکن کوئی شخص نہ آیا۔ ایک آدمی مسجد راجگان میں بھیجا گیا تاکہ معلوم کرے کہ ان لوگوں نے کیا پروگرام بنایا ہے۔ وہاں جاکر اُسے معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب جو تشریف لائے تھے۔ منہ اندھیرے ہی یہاں سے نکل کر کہیں چلے گئے ہیں۔

شرف دین کو بُلایا گیا اور اس سے دریافت کیا گیا کہ تم نے پیغام کیسے پہنچایا۔ اس نے یہ سارا قصہ سنایا۔ آپنے فرمایا تم نے اُسے پہلے ہی ڈرا دیا۔ گویا مولوی صاحب بغیر اطلاع وہاں سے فراری ہوگئے۔

ان مناظرات کا اثر بالآخر یہ ہوا کہ اب اسی قصبہ میں پانچ مساجد میں جمعہ پڑھا جاتا ہے اور جو مخالفین بڑے زور شور سے باہر سے جاکر مناظر اس غرض کے لیے لایا کرتے تھے ان کی اولاد نے جمعہ پڑھا اور پڑھایا اور اب

Marfat.com

بھی پڑھا رہے ہیں اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی۔ ورنہ پہلے یہ حالت تھی کہ جس شخص کو لوگ نمازِ جمعہ کے لیے جاتے ہوئے دیکھ لیتے تو آوازے کستے گویا کسی بڑے خراب کام کے لیے جا رہے ہیں۔ والدِ مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جمعہ خود ہی ان مُلّاؤں پر غالب آگیا اور اب جمعہ پڑھنا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔

ابتداءً آپ صوفی مشرب تھے۔ مثنوی مولانا روم بھی پڑھایا کرتے تھے۔ چنانچہ خان پور کے ایک بڑے راجہ، راجہ فیروز خان نے آپ سے مثنوی مذکور پڑھی۔ آپ اس پر بڑی سختی کیا کرتے تھے۔ لیکن شرافتِ خاندانی کی وجہ سے وہ برداشت کیا کرتا اور کہا کرتا تھا کہ استاد صاحب جتنی سختی مجھ پر کرتے ہیں اگر اپنے بیٹوں پر کریں تو ملک چھوڑ کر بھاگ جائیں۔

ایک دفعہ راجہ صاحب مذکور کو چند روز کے لیے ہری پور جانا پڑا۔ آپ نے ان سے کہا کہ سبق ناغہ نہ کرنا۔ ہری پور میں فلاں مولوی صاحب سے پڑھ لیا کرنا۔ راجہ صاحب وہاں ان مولوی صاحب کے پاس چلے گئے۔ اور مثنوی کھول کر سبق پڑھنا شروع کیا۔ لیکن تسلی نہ ہوئی۔ واپسی پر انھوں نے کہا کہ کہاں ہمارے استاد صاحب اور کہاں دوسرے مولوی صاحبان۔ ہمارے استاد صاحب مثنوی کی تشریح اس خوبی سے کرتے ہیں کہ سننے والا محسوس کرتا ہے کہ خود مولانا روم اپنی کتاب کی شرح کر رہے ہیں۔

آپ قلب کا ذکر جاری کرنے کے خواہاں تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ اسی غرض سے حضرت صاحب کوٹھہ والے کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ جو صاحبزادہ عبدالقیوم (مرحوم) بانی اسلامیہ کالج پشاور (حال یونیورسٹی) کے نانا تھے اور اندھیرے میں مسجد جاتے ہوئے راستہ میں ایک

Marfat.com

مشرک بدعتی کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

اسی اثنا میں آپ کو خبر ملی کہ حضرت عارف باللہ سیّد عبداللہ غزنوی ہری پور میں تشریف فرما ہیں۔ اور بڑے ولی اللہ ہیں۔ آپ وہاں جاکر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی غرض اجرائے ذکرِ قلب کی بیان کی۔ آپ نے پوچھا کہ پہلے بھی آپ اس غرض کے لیے کسی اور کے پاس گئے ہیں تو آپ نے کوٹھہ جانے کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا وہاں سے اجازت ہی اجازت ہے۔ میں اب دوبارہ وہاں نہیں جاتا۔ اس پر عبداللہ صاحب[1] نے توجہ کی تو آپ کا ذکرِ قلب جاری ہوگیا[2]۔ عبداللہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس سے پیشتر میں نے کسی شخص کا دل اس قدر صاف نہیں پایا جتنا قاضی محمد حسن صاحب کا محسوس کیا۔

آپ نے اپنے پسران قاضی عبدالاحد اور قاضی محمد کو گھر کی تعلیم مکمل کر لینے کے بعد امرتسر عبداللہ صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ ہر دو وہاں جاکر آپ کی برکات سے فیضیاب ہوئے اور بعد میں کتاب و سنت کی بھرپور خدمت کی۔

آپ کی ایک دختر فاطمہ تھی۔ جس نے والد بزرگوار اور برادران سے تعلیمِ دینی حاصل کی اور حدیث کی تعلیم اپنے والد صاحب کے ساتھ اپنے برادر قاضی محمد سے حاصل کی۔ وہ سید عبدالواحدؒ غزنوی کے نکاح میں آئی جن

---

[1] ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ عبداللہ صاحب اپنے نام کے ساتھ کسی لاحقہ کو پسند نہیں کرتے تھے۔

[2] معتبر طریقہ سے پتہ چلا ہے کہ عبداللہ صاحب نے "توجہ" کو خلافِ سنت سمجھ کر آخر میں ترک کر دیا تھا۔ (ع۔ح)

Marfat.com

سے ایک دختر ہوئی جو سید عبدالاعلیٰ غزنوی کے نکاح میں آئی۔ جو عبداللہ صاحب غزنوی کے پوتے تھے اور صاحب اولاد ہوئی۔

قاضی عبدالصمد نے آپ کو وصیت کی تھی کہ میری دختر کو خانپور سے باہر نہ لے جانا۔ ضلع ہزارہ کے بندوبست اول کے نائب مہتمم بندوبست مرزا اعظم بیگ نے آپ سے کہا کہ آپ اس کفر گڑھ میں کیوں مقیم ہیں (وہاں ان دنوں تشیع کا بہت زور تھا) ہری پور میں کافی آبیہ زمین آپ کو لے کر دیں گے۔ آپ وہاں جا کر مقیم ہو جائیں۔ وہاں عیش کریں گے اور آپ کی اولاد بھی دعائیں دے گی۔ آپ نے کہا کہ مجھے قاضی عبدالصمد صاحب کی وصیت کو نبھانا ہے اس لیے میں خانپور نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ کہہ کر آپ نے اس کی یہ پیش کش مسترد کر دی۔

آپ کو ایک مرتبہ الہام ہوا کہ "تم اس علاقہ کے عُمَرؓ ہو"۔ آپ نے تشیع کا بھرپور رد کیا۔ اس لیے آپ کی زندگی میں کسی کو علی الاعلان اس عقیدہ کے اظہار کی جرأت نہ ہوئی۔

آپ حق گوئی میں کسی راجے پرجے کی پروا نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فتح خان صاحب ربانی موضع کوٹ فتح خان") راجہ جہانداد خاں مرحوم چیف آف گکھڑز کی ملاقات کے لیے خانپور تشریف لائے اور ہمراہ راجہ صاحب موصوف آپ کے پیچھے ایک نماز پڑھی۔ چونکہ آپ سنت کے مطابق نماز آرام سے پڑھایا کرتے تھے نماز سے فراغت کے بعد فتح خاں صاحب بول اُٹھے:

فتح خان صاحب: "نماز کے آہی وَت قہر آہ خدانا!" (نماز کیا تھی یہ تو قہر خدا تھا۔)

ے یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

قاضی صاحب : تم نے بہت غلط بات کی ۔

فتح خاں صاحب : صاحب ! مجھے نارواکی بیماری کی شکایت ہے ۔

قاضی صاحب : لیکن مجھے تو یہ شکایت نہیں ۔ اگر تم مجھے پہلے بتا دیتے تو شریعت میں بیماروں کا لحاظ رکھنا بھی آیا ہے ۔ میں مختصر نماز پڑھا دیتا لیکن تم نے جن الفاظ میں ناراضگی کا اظہار کیا ہے وہ بہت نامناسب ہیں ۔

کچھ عرصہ کے بعد راجہ صاحب موصوف کوٹ فتح خان تشریف لے گئے تو خاں صاحب نے راجہ صاحب سے قاضی صاحب کا حال دریافت کیا ۔ آپ نے کہا : قاضی صاحب تو انتقال فرما گئے ہیں ۔ فتح خاں صاحب نے کہا کہ ان کے صاحبزادے کبھی یہاں میرے پاس نہیں آتے ۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ آئیں تو میں ان کی خاطر مدارت کروں ۔ راجہ صاحب نے کہا کہ وہ اس قسم کے صاحبزادے نہیں ۔ وہ ہماری بھی پروا نہیں کرتے ۔ وہ کہیں اور جگہ غرض مند ہو کر کہاں جاتے ہیں ؟

آپ اپنے طالب علموں اور بیٹوں کے ہمراہ جنگل سے لکڑیاں لانے جایا کرتے تھے اور خود لکڑیوں کا اتنا بڑا گٹھا سر پہ اٹھا کر لاتے جتنا بڑا اور کسی کا نہ ہوتا ۔ اور گھر پہنچ کر اپنی سالیوں (دختران قاضی عبدالصمد مرحوم) کے گھروں میں پہلے لکڑیاں رکھواتے ۔ کیونکہ ہر دو بیوہ ہو چکی تھیں ۔ تاکہ وہ یہ محسوس نہ کریں کہ وہ بے آسرا ہیں ۔ سحری کے وقت دریائے ہرو سے ایک بڑا گھڑا پانی کا بھر کر خود لاتے اور گھر کا کام کاج بھی اپنے ہاتھ سے کرتے اور کہتے کہ یہ سنت ہے ۔

آپ عصر کے بعد شہر سے باہر پہاڑ کی جانب تفریح کے لیے جایا کرتے تھے ۔ بعض طالب علم بھی ساتھ ہوتے ۔ وہاں ایک جگہ جا کر بیٹھا کرتے تھے ۔

Marfat.com

ہو رہی ہے نہ اب واپس جانا چاہیے۔ آپ فرماتے کہ جب میں اس جگہ آکر بیٹھتا ہوں تو مجھے ایسا سکون قلبی حاصل ہوتا ہے جو کسی اور جگہ نہیں ہوتا اور یہاں سے اٹھنا مجھے بڑا دوبھر معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے بالکل اخیر وقت میں بادلِ ناخواستہ وہاں سے اٹھ کر آتے۔ خدا کی قدرت آپ کی قبر اسی جگہ بنی جہاں زندگی میں انہیں سکون قلبی حاصل ہوا کرتا تھا۔ وفات کے چند روز بعد آپ کے ایک شاگرد کو خواب میں آئے۔ اس نے پوچھا جناب! آپ کس حال میں ہیں؟ آپ نے کہا الحمدللہ! بڑے آرام سے ہوں۔ صرف شام سے پیشتر ساتھ والی پہاڑی پر دو شیطان آتے ہیں اور تکلیف دیتے ہیں۔ وہ طالب علم اس خواب کی بنا پر شام سے پیشتر قبرستان میں پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے کہ دو زمینداروں کے لڑکے قریب کی پہاڑی پر بانسری بجا رہے ہیں۔ اس نے دل میں کہا کہ یہی وہ دو شیطان ہیں جن کا ذکر قاضی صاحب نے خواب میں کیا ہے۔ اس نے انہیں ڈانٹا اور کہا کہ پھر کبھی یہاں آکر یہ شیطانی نہ کرنا۔

اپنے فرزندوں کو وصیّت

جب آپ کے فرزندان قاضی عبد الاحد اور قاضی محمد علم دین کی تحصیل کے بعد گھر آئے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں یہ تعلیم اس لیے دلوائی ہے کہ تم بلا خوف لومۃ لائم حق برملا طور پر کہو۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ تم طب بھی پڑھ لو تاکہ وہ تمہارا ذریعۂ معاش ہو اور تمہیں کسی کا احتیاج نہ ہو۔ مولوی لوگ عام طور پر حق کھل کر نہیں کہہ سکتے۔ بنا براں ہر دو نے جموں ریاستِ کشمیر میں جا کر حکیم نور الدین بھیروی سے علمِ طب کی تحصیل کی۔ اور پھر آکر جہاں بھی رہے حق گوئی کا فرض کما حقہٗ ادا کیا۔

Marfat.com

خانپور میں تو باہر سے آئے ہوئے مولویوں کے ساتھ ان کے مناظرات رہے ہیں۔ لیکن بیرون از خانپور بھی انھوں نے وہ کامیابیاں حاصل کیں جن کی وجہ سے اس علاقہ میں خانپور کا نام ہی مخالفین کو مرعوب کر دیتا تھا۔ آپ نے کئی مناظرات میں شرکت کی جن میں آپ کے فرزندان مخالفین پر غالب آئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

طویل علالت اور وفات

آپ کو آخر عمر میں حبس بول کی شکایت ہو گئی۔ جس کی وجہ سنگ مثانہ (پتھری) تھی۔ عرصہ دراز تک صاحب فراش رہے۔ بالآخر تین شعبان ۱۳۰۱ھ کو یہ آفتاب علم و ہدایت غروب ہوا۔ لیکن آپ کے فرزندان نے شمع ہدایت کو فروزاں رکھا اور نہ صرف پنجاب و صوبہ سرحد بلکہ بیرون از ہند بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ آپ کے چھوٹے فرزند قاضی ابو اسمٰعیل یوسف حسین بغداد میں سات سال تک شیخ الحدیث رہے اور وہاں کے سلفی العقیدہ علماء میں ایک نمایاں درجہ پر فائز رہے۔ رحم اللہ علیہم اجمعین۔ آمین

Marfat.com

129483

Marfat.com

(۲)

قاضی محمد حسن المعروف غلام حسن قوم راجپوت خانپوری

المتوفی ۲ شعبان ۱۳۰۱ھ

قاضی محمد حسن عرف غلام حسن بن ابی الارشد محمد گل بن الشیخ العارف الولی الزاہد ہدایت اللہ ہزاروی ۔

ہدایت اللہ

محمد گل المعروف "درگاہی"

قاضی محمد حسن عرف غلام حسن

عبدالاحد — محمد — یوسف حسین — فاطمہ

امۃ اللطیف

امۃ العزیز — محمد عبداللہ (راقم) — عبدالرحمن — محمد اسمٰعیل — محمد یوسف — محمد اسحٰق — عائشہ — محمد یعقوب

(دونوں بچپن میں فوت ہوئے) (دو بنات)

احمد حسن (متوفی ۱۹۵۰ء) — دختر — محمد حسن

امجد حسن — تنویر حسن — طارق حسن — چار بنات

(المعروف عامر قاضی)

صیانۃ الرحمن — محمد کامل — حبیب الرحمن — مسعود الرحمن — محمود الرحمن — عابد الرحمن — بنات

سہیل الرحمن — سیف الرحمن — عطاء الرحمن

Marfat.com

آپ نے ان اشعار میں خانپور کو ایک خوشگوار بلند مرتبہ جنت کا نام دیا ہے"
اس قصبہ کے رؤسا خاندانِ گکھڑ (کیانی الاصل) سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے اردگرد ۸۴ گاؤں کے مالکان چلے آتے ہیں اور اپنی نجابت، شرافت، اخلاقِ حسنہ اور علم دوستی میں ممتاز ہیں۔ وہ اپنے اساتذہ کے تابعدار ان کا احترام اور سختی برداشت کرنے میں بے نظیر ہیں اور یہاں کے ممتاز علماء زمانۂ دراز سے اپنے علم، اتقاء اور نشر و اشاعتِ دینِ متین کے باعث علاقہ بھر میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے رہے ہیں!

شہیدین کے فیوض

یہ علاقہ اپنی خوش نصیبی کے باعث مولانا شاہ اسمعیل شہید دہلوی اور سید احمد شہید بریلوی کے انوار سے بھی مستفید ہوا۔ راجہ نجف خاں مرحوم جو موجودہ راجگان کے جدِّ امجد تھے امیر المومنین سید احمد بریلوی کے خاص الخاص مریدوں سے تھے۔ چنانچہ "سوانح احمدی" مؤلفہ محمد جعفر تھانیسری مطبوعہ ۱۳۰۷ھ کے صفحہ ۲۰۵ پر مکتوب نمبر ۴۳ (عربی) از امیر المومنین سید احمد صاحب موصوف کو "قدوۃ المخلصین و زبدۃ الصادقین" جیسے الفاظ سے خطاب کیا ہے اور راجہ صاحب موصوف کے "نمیقہ" (خط) کو "الدالۃ علی حدۃ بصیرتکم وحسن سریرتکم" اور ان کی "حب فی اللہ اور بغض فی اللہ" کی خوبی کو سراہا ہے اور اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کی تلقین فرمائی ہے۔ اور زمانۂ ماضی قریب میں راجہ جہاں داد خاں مرحوم چیف آف گکھڑز (متوفی ۱۳۲۴ھ) کی علم دوستی اور تقویٰ کے ثبوت میں یہ امر کافی ہے کہ آپ حضرت عارف باللہ سید عبداللہ صاحب غزنوی ثم الامرتسری مرحوم کے مریدانِ باصفا میں شامل ہوتے اور مدت العمر اسی عقیدہ پر قائم رہے جس کی تلقین آپ کو عبداللہ صاحب موصوف نے فرمائی تھی (ان کا مزید تذکرہ قاضی عبدالاحد بن قاضی محمد حسن عرف

Marfat.com

غلام حسن کے حالات کے ضمن میں آتے گا۔)

ممتاز علمائے کرام کا قدیمی گہوارہ | یہ قصبہ عہدِ مغلیہ سے تاحال ممتاز علمائے دین کی وجہ سے علم کا بھی گہوارہ رہا ہے۔

اور خاندانِ قاضیاں خانپور علم و ورع و اتقاء میں مشہور و معروف رہا ہے۔ زیب عنوان بزرگ قاضی عبد الصمد صاحب بھی سید شاہ اسمٰعیل شہیدؒ سے فیضیاب ہوتے۔ چنانچہ ان کے نواسے قاضی ابو اسمٰعیل یوسف حسین کے ایک نوٹ میں درج ہے" اور ہمارے والد ماجد شاگردِ مولانا اسمٰعیل شہید و شاگردِ قاضی القضاۃ "قاضی عبد الصمد صاحب جو ہمارے نانا ہوتے ہیں اور مولانا اسمٰعیل صاحب کے یارِ غار اور معینِ جاں نثار" گویا توحید اور اتباعِ سنت کا پرتو اس خاندان پر بذریعہ سید اسمٰعیل شہیدؒ پڑا۔ چچا صاحب موصوف (قاضی یوسف حسین) کے عربی رسالہ 'اتمام الخشوع' میں تحت "ترجمۃ المؤلف" آپ کے شاگرد ابوالیمان محمد حفظ الرحمٰن گنوری کے قلم سے مرقوم ہے" ووالد شیخنا ھو الامام العلامۃ العارف باللہ الصادق الفقیہ المحدث المفسر القاضی محمد حسن المعروف غلام حسن ...... قد قرأ علی کثیر من فقہاء بلادہ وعلی جدّ شیخنا رای والد امہ) قاضی القضاۃ الفقیہ الصوفی العابد العالم العلامۃ الکاتب القاضی عبد الصمد الخانپوری.... .... وقد لقیا الشیخ البارع المشہور فی الآفاق الشاہ محمد اسمٰعیل الشہید وحصلا من برکاتہ رضی اللہ عنہم" جس سے قاضی صاحب کا شاہ شہید رحمہ اللہ سے فیض یاب ہونا عیاں ہے۔ قاضی عبد الصمدؒ کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔

Marfat.com

شجرہ نسب

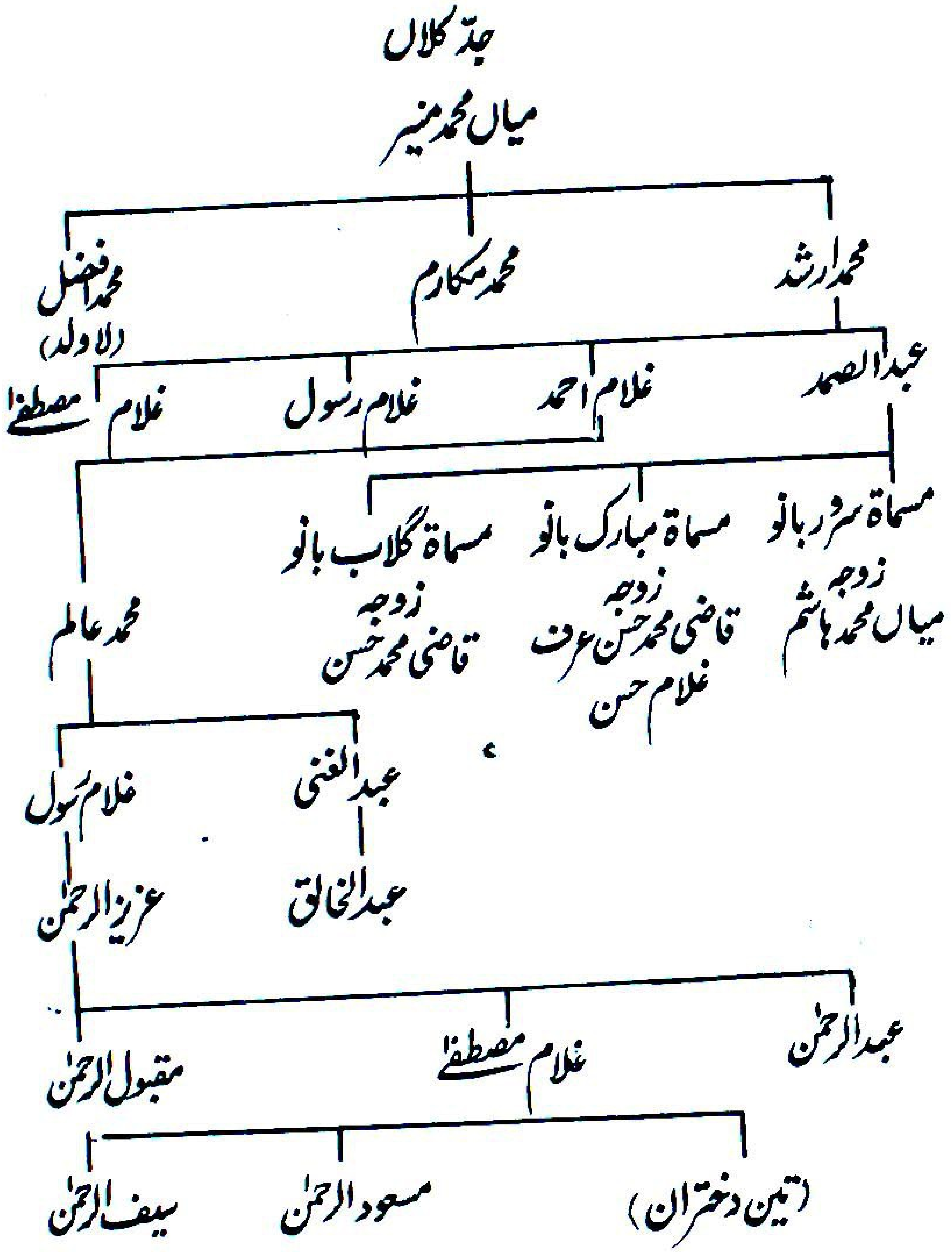

قاضی عبد الصمد صاحب کی تاریخ پیدائش تخمیناً ۱۱۶۰ھ ہے۔ بہر حال خاندان میں مشہور چلا آتا ہے کہ آپ کی عمر سو سال سے متجاوز ہوئی۔ آپ کے چھوٹے بھائی غلام احمد تھے جو شاگرد بھی تھے کسی وجہ سے وہ موضع برہان (ضلع کیمبل پور) میں چلے گئے اور وہاں ہی وفات پائی۔ ان کے بیٹے محمد عالم بعد میں خان پور آئے اور قاضی محمد حسن صاحب (عرف غلام حسن) نے ان

Marfat.com

کی درخواست پر مکان کے لیے جگہ عطا کر دی۔ وہ پٹواری رہے اور ان کے بعد ان کے بیٹے غلام رسول بھی پٹواری رہے۔ غلام رسول کے بیٹے عزیز الرحمٰن نے معمولی دینی تعلیم حاصل کی اور شہر میں ایک محلہ کی مسجد کے امام رہے۔ اب ان کا فرزند مقبول الرحمٰن مسجد راجگان میں امام ہے۔
جیساکہ اوپر گزرا، شاہ اسمٰعیل شہید سے آپ فیض یاب تھے۔ علاوہ ازیں آپ اپنے زمانہ کے اکابر فضلاء میں سے تھے اور علومِ ظاہری و باطنی سے بہرہ ور۔ علاقہ بھر کے عوام و خواص آپ کا بے حد احترام کرتے تھے اور بالخصوص خاندانِ راجگان سے کوئی گھر آپ کی شاگردی اور ارادت سے باہر نہ تھا۔

عہدِ مُغلیہ

شاہانِ مغلیہ کے وقت سے یہ خاندان علم و ورع میں ممتاز اور مشہور چلا آیا ہے۔ تین گاؤں بطور جاگیر عہدِ مغلیہ میں آپ کو ملے ہوئے تھے۔ ان میں سے صرف "دو جَبّ" اور "کھرالہ" کے نام یاد رہ سکے ہیں۔ انگریزوں کی جب آمد ہوئی تو آپ کے بعض شاگردوں نے آپ سے کہا کہ آپ کو پیداوار کی وصولی میں تکلیف ہو گی۔ اس وجہ سے اور بعض دیگر وجوہ کے سبب ان مواضعات کی سندات ہمیں عنایت کر دیں۔ ہم آپ کو پیداوار بعد وصولی پہنچا دیا کریں گے۔ صوفی منش تو تھے ہی۔ یہ پیش کش قبول کر لی۔ اور تین مختلف اشخاص کو ایک ایک گاؤں کے کاغذات عطا کر دیئے۔ چنانچہ عرصہ تک حسب معاہدہ وصولی ہوتی رہی۔ فریقینِ معاہدہ کی وفات کے بعد یہ سلسلہ مسدود ہو گیا۔

سکھوں کا دور

سکھوں کی مختصر حکومت کے زمانے میں مالیہ بڑی سختی سے وصول کیا جاتا تھا۔ اور بعض اوقات اذیتیں دی جاتیں۔

Marfat.com

لیکن سکھ بھی آپ کی بزرگی اور علو شان کے قائل تھے۔ کہتے ہیں کہ راجہ ہری سنگھ جو اس علاقہ کا حاکم تھا (اور جس کے نام سے ہری پور موسوم ہوا۔) کہا کرتا تھا کہ یہ قاضی (قاضی عبدالصمد) کرسی کے قابل ہے۔ یعنی مسندِ قضا کے لیے موزون ہیں۔ اس کی عطا کردہ مہر شدہ سندات ہمارے گھر میں تھیں۔ جو صندوقوں میں ہمراہ کتب قلمی، دیمک کا شکار ہو گئیں۔

ان دنوں سکھ جس بستی کو لوٹنا چاہتے، پہلے نوٹس دے دیا کرتے تھے۔ کہ فلاں روز اس بستی پر دھاوا بولا جائے گا۔ لوگ اپنی چند قیمتی اشیاء جس قدر لے جا سکتے لے کر وہاں سے کسی دوسری بستی میں بھاگ جاتے اور جب علم ہوتا کہ اب سکھ چلے گئے ہیں پھر واپس آجاتے۔

سکھوں کی عادت تھی کہ وہ غیر آباد گھروں میں گھس کر فرش کھودتے کیونکہ ان دنوں لوگ بغرضِ حفاظت نقدی و زیورات زمین میں دفن کر دیا کرتے تھے۔ اس طرح سکھوں کو کافی نقدی و زیورات مل جایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ خان پور میں بھی اس قسم کا نوٹس آگیا۔ اب راجا پر جا سب نے سکھوں کی آمد سے پہلے بستی کو چھوڑنا تھا۔ چونکہ راجگان آپ کے مخلص شاگرد اور مرید تھے۔ انھوں نے آکر کہا کہ میاں جی! سکھ آرہے ہیں۔ آیئے ہم آپ کو بھی ساتھ لے چلیں۔ فرمایا کہاں لے جاؤ گے؟ ایک موضع راجدھانی (جو وہاں کے مقابلہ میں بلند مقام پر واقع ہے) کا نام بتایا۔ کہا اگر وہاں بھی سکھ آجائیں تو؟ انھوں نے ایک دوسرا مقام اور پھر ایک تیسرا مقام بتایا۔ کہا اگر سکھ وہاں بھی آگئے تو پھر کیا ہوگا؟ انھوں نے کہا پھر ہمارا بھی خدا اور آپ کا بھی خدا حافظ ہوگا۔ فرمایا: جو خدا تم مجھے وہاں پہاڑوں پر لے جا

Marfat.com

کو بتاؤ گے وہ خدا تو یہاں بھی ہے ۔ اس لیے ہم تو شہر نہیں چھوڑتے تم جو مناسب سمجھو کرو اور ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا ۔ ان سب کے چلے جانے کے بعد سکھ وہاں آن پہنچے ۔ ایک سکھ نے قاضی صاحب کے ایک عزیز کو (بطور بیگار) ایک گٹھڑی اٹھا کر کسی دوسری جگہ لے جانے کو کہا ۔ انھوں نے یہ گٹھڑی اٹھالی اور اس سکھ کے ساتھ ہو لیے ۔ سکھ آگے آگے جا رہا تھا اور وہ اس کے پیچھے پیچھے ۔ اتنے میں اُس سکھ نے پیچھے مڑ کر جو دیکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ گٹھڑی ان کے سر کے اوپر ایک گز کی بلندی پر ہوا میں ساتھ ساتھ جا رہی ہے ۔ سکھ یہ دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا اور ان کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا خدا کے لیے مجھے معاف کر دیں ۔ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی جو میں نے یہ کام آپ کے ذمہ لگایا ۔ میں معافی کا خواستگار ہوں ۔ انھوں نے کہا کہ نہیں ! جہاں تم نے اسے لے جانا ہے ہم وہاں پہنچا آئیں گے ۔ لیکن اس نے بہ منت ان سے گٹھڑی لے کر خود اٹھالی اور جا کر اپنے سردار سے اس کا تذکرہ کیا کہ میرے ساتھ تو یہ عجیب واقعہ پیش آیا ۔

اس سردار نے حکم دیا کہ ان قاضی صاحبان کے گھروں کے ارد گرد پہرہ لگا دیا جائے اور ان حدود کے اندر کسی سکھ کو گھسنے کی اجازت نہ دی جاتے ۔ غرض شہر کے اس حصہ پر پہرہ لگ گیا ۔ باقی شہر میں سکھوں نے اپنا کام کیا اور چلے گئے ۔ جب آپ کے شاگرد واپس آتے تو آپ کا حال دریافت کرنے آپ کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ جناب بتایئے کیسی گزری ۔ آپ نے جواباً کہا کہ اللہ کے فضل سے ہم بالکل محفوظ رہے اور ہم نے کسی سکھ کو دیکھا ہی نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے حفظِ امن میں رکھا وہ لوگ یہ سن کر حیران ہو گئے ۔ کیونکہ ان کے خیال میں سکھوں سے بچنا

Marfat.com

محالات سے تھا۔ قاضی عبدالصمد کے کوئی اولادِ نرینہ نہ تھی۔ صرف تین بیٹیاں تھیں۔ جو تینوں عابدات، صالحات، قانتات، شب زندہ دار تھیں اور علمِ دینی سے سرفراز۔ گویا خاتونانِ سلف کا بہترین نمونہ تھیں۔ آپ کی عمر سو سال سے تجاوز کر گئی تھی، بہت معمر ہو گئے تھے۔ اس لیے اگر کسی جگہ آپ کو لے جانے کی ضرورت پڑتی تو پالکی میں بٹھا کر لے جایا جاتا۔

آپ کی منجھلی بیٹی کی شادی قاضی محمد حسن عرف غلام حسن سے ہوئی۔ آپ نے دیکھا کہ آپ کے جدی خاندان میں کوئی آپ کی مسند پر بیٹھنے کے قابل نہیں اور قاضی صاحب موصوف داماد و شاگرد خود میں وہ تمام اوصاف دیکھے۔ جو ان کے قائم مقام ہونے کے لیے ضروری تھے۔ اس لیے آپ نے باضابطہ ایک سند قاضی صاحب موصوف کے حق میں تحریر کی اور تمام شاگردوں اور مریدوں کو وصیت کی کہ میں نے قاضی غلام حسن کو متبنّیٰ کر کے اپنا جانشین بنا دیا ہے وہ انہیں میرا قائم مقام سمجھ کر ہر طرح ان کے تابعدار رہیں۔ ورنہ خلاف ورزی کرنے والا عاق نافرمان تصور کیا جائے گا اور اس کی نماز و روزہ بھی مقبول نہ ہوں گے۔ اس سند پر معتبرین کی مہریں اور دستخط شہادت میں ثبت کرائے راجہ علی گوہر خان مرحوم جو اس وقت معمر ترین راجہ تھے ان کا دستخط اور مہر ہر دو اس دستاویز کے وسط میں ثبت ہیں اور دیگر دستخط اور ایک مہر بھی اس پر موجود ہیں۔ جس کی نقل ذیل میں درج ہے۔

نقل تحریرِ قاضی عبدالصمد صاحب بحق محمد حسن عرف غلام حسین

"الحکم للہِ یفعلُ ما یشاءُ و یحکمُ ما یُرِید

(مہر: راجہ نیاز علیخان) باعثِ تحریرِ ایں سطور آنکہ درینوقت فقیر حقیر اضعف العباد مسمی باسم عبدالصمد ولد محمد ارشد غفر اللہ لہ بعمر شیخوخت و خرافت رسیدہ و کاشانہ اش بے چراغ و سوائے بناتِ ثلاثہ فرزندے

(حاشیہ: مہر گواہی راجہ نیاز علیخان)

Marfat.com

ندارد۔ بنا براں برخوردار غلام حسن را بفرزندی گزیدہ واختیار نمودہ منصب امامت خودرا باُو سپردہ وتفویض نمودہ بر کافۂ مسلمین لازم واجب کہ اورا قائم مقامِ فقیر دانستہ از متابعت او بیروں نروند واعانتِ دینِ متین نبوی علیہ السلام بنمایند و در مقدمہ مسائلِ مخاصمت رجوع باو نمایند کہ عند اللہ ماجور خواہند شد وہر کہ نظر بریں وثیقہ نماید مہر گواہی خود ثبت نماید.....[1] ذالك بمحضر من العدول والثقات ٥ تحریر بالتاریخ ہفتم جمادی الثانی ۔ وہر کہ از شاگرداں ایں فقیر از نوشتۂ فقیر عدول نمود در سلک عقوقیت داخل خواہد شد نماز و روزہ اش ہرنا مقبول خواہد شد۔ ایں چند کلمہ بطریقِ سند نوشتہ شد زیادہ توفیق رفیق باد ۱۲۶۴ھ مقام خان پور

گواہ شد حاکم شاہ

گواہ شد میاں عزیز اللہ

گواہ شد میاں محمود

نقل مطابق اصل ہے

قاضی محمد عبد اللہ

نوٹ :۔ اس تحریر کے وسط میں مہر و دستخط راجہ علی گوہر خاں (مرحوم) ثبت ہیں۔

اس سند کے ذریعے آپ نے قاضی محمد حسن (عرف غلام حسین) کو اپنی زندگی میں ہی اپنی مسند پر بٹھا دیا اور اس کے بعد آپ تخمیناً چار سال کے بعد فوت ہوئے۔ آپ کے نواسے قاضی عبد الاحد آپ کی زندگی میں ہی پیدا ہوئے اور آپ نے اپنی منجھلی دختر کا فرزند دیکھ لیا۔ جس نے آئندہ جا کر توحید و سنت کی اشاعت اور ردِّ شرک و بدعت والحاد میں دین کی نمایاں طور پر خدمت کرنا تھی دوسری دونوں صاحبزادیاں بے اولاد رہیں۔

سند متذکرہ بالا میں قاضی عبد الصمد صاحب نے جو وصیت اپنے شاگرداں

---

[1] اس جگہ کا لفظ نہیں پڑھا گیا۔

Marfat.com

اور عوام کو کی تھی اس کے وہ بشمول خاندان راجگان پابند رہے۔ ان کی وفات کے بعد آپ کے جانشین قاضی غلام حسین آپ کی مسند پر ۳۲۔ ۳۳ سال تک متمکن رہے اور قاضی القضاۃ تسلیم کئے جاتے رہے راجہ علی گوہر خاں، راجہ فیروز خاں۔ راجہ جہانداد خاں (چیف آف گکھڑ) سابق رئیس بالخصوص اور دیگر راجگان بالعموم آپ کی شاگردی میں منسلک رہے اور آپ کے فرزندان کو بھی سب نے اسی منصب پر تسلیم کیا۔ چنانچہ جب راجہ جہانداد خان مرحوم کی دختر کی شادی ہمراہ راجہ گوہر رحمٰن ولد راجہ فیروز خان ہونا قرار پاتی۔ تو راجہ صاحب مرحوم نے قاضی عبدالاحد صاحب کو راولپنڈی سے اور قاضی محمد صاحب کو پشاور سے خاص طور پر مدعو کیا اور وہ نکاح قاضی عبدالاحد صاحب مرحوم نے پڑھایا۔ یہ ہر دو حضرات قاضی محمد حسن عرف غلام حسین کے جانشین تھے۔

قاضی عبدالصمد صاحب کی دختران میں سے آپ کی منجھلی دختر زوجۂ قاضی محمد حسن عرف غلام حسن سب سے پہلے تخمیناً ۱۹۰۱ء میں فوت ہوئیں۔ جن کی موت نماز میں بحالتِ سجدہ وقوع پذیر ہوتی۔ تھوڑا عرصہ بعد بڑی دختر بھی اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ آپ کی چھوٹی دختر ۱۹۱۳ء تک زندہ رہیں موصوفہ نیکی کا مجسمہ تھیں۔ سوائے عبادات اور ذکر اذکار اور کوئی مشغلہ نہ تھا۔ ان کی نظر جاتی رہی۔ لیکن باوجود اس کے عبادت میں کمی نہ آئی اور آخر تک نمازِ تہجد کبھی ناغہ نہیں کی۔ نظر کے چلے جانے کا اگر افسوس تھا تو یہی کہ تلاوتِ قرآنِ مجید سے محروم ہوگئیں۔ فرمایا کرتی تھیں اگر صرف بوقت تلاوت قرآنِ مجید نظر درست ہو جایا کرے اور باقی اوقات میں نہ ہو تو میں اُسے بالکل

Marfat.com

محسوس نہ کروں۔

جاڑوں میں بھی رات کو جب دیگر اہلِ خانہ محوِ خواب ہوتے لوٹا اٹھا باہر چلی جاتیں اور وضو کر کے محوِ عبادت ہو جاتیں۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ واپسی پر دروازہ کا راستہ نہ مل سکا۔ اور کمزور و نحیف آواز سے پکارتی رہیں۔ اگر کسی کو آواز آ گئی تو جا کر پکڑ کر انہیں اندر لے آیا۔ انہیں کہا گیا کہ جب آپ رات کو اٹھا کریں تو ہمیں جگا دیا کریں۔ تاکہ یہ تکلیف نہ ہو۔ باوجود اس کے وقت مقررہ پر بلا اطلاع ہی باہر نکل جاتیں۔

صبح کے وظیفہ کے بعد سو جاتیں۔ جب کھانا کھانے کے لیے جگایا جاتا تو گھبرا کر بول اٹھتیں "دیر ہو گئی ہے؟ سورج نکل آیا ہے؟ میری نماز جاتی رہی!"

مرتے وقت اہلِ خانہ نے دیکھا کہ بیگم راجہ جہانداد خاں مرحوم بمعہ چند دیگر بیگمات کے کمرہ میں موجود ہیں۔ اور کمرہ ایک عجیب قسم کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔ بیگم صاحبہ نے گھر کی مستورات سے پوچھا کہ آپ نے ان پر کوئی خوشبو چھڑک رکھی ہے۔ انھوں نے کہا ہمارے پاس خوشبوئیں کہاں ہیں؟ تب معلوم ہوا کہ یہ خوشبو فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ کا مظاہرہ

لہ تفسیر ابن کثیر میں (فاما ان کان من المقربین فروح و ریحان وجنّة نعیم) کی تفسیر میں ایک لمبی حدیث نقل کی ہے جس میں ملک الموت اور دیگر فرشتوں کا جنت کا کفن اور حنوط اور ریحان کی گٹھیاں وغیرہ لانے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے ابو العالیہ نے کہا کہ مقربین میں سے کوئی بھی اس دنیا سے رخصت نہیں ہوتا جس کے پاس ریحان کی ڈالی جنت سے نہ لائی جاتی ہو۔ گویا بوقت وفات غیر معمولی خوشبو کا محسوس ہونا بندہ کے "مقربین" میں سے ہونے کا ثبوت ہے۔ اللھم اجعلنا منھم۔ آمین۔

Marfat.com

ہے ۔ رحمها الله وادخلها الجنة الفردوس ۔ آمین

قاضی عبدالصمد صاحب رحمہ اللہ کی وفات بروز جمعہ ۹۔ ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ کو واقع ہوئی ۔ اللھم اغفر لہٗ وارحمہ وادخلہ الجنۃ جنۃ الفردوس ۔ امین

Marfat.com

(۴)

قاضی عبدالاحد بن قاضی محمد حسن قوم راجپوت خانپوری

ولادت ۴ ا رجمادی الاخری ۱۲۶۹ھ مطابق ۴ ار اپریل ۱۸۵۲ء

وفات ۵ ۲ رجمادی الاخری ۱۳۴۷ھ مطابق ۸ ر دسمبر ۱۹۲۸ء

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے بمع برادرِ خورد قاضی محمد مرحوم یکجا پائی۔ ذہانت خداداد تھی بعدہٗ ہمراہ برادرِ خورد پنجاب کے مختلف مواضع میں تعلیم پائی۔ ان اساتذہ کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ صاحب مرحوم غزنوی کی خدمت میں بمقام خیردی (امرتسر) بمع برادرِ خورد مذکور حاضر ہوئے اور تکمیل تعلیم کی اس جگہ ہوئی اور ایک طویل عرصہ تک عبداللہ صاحب مرحوم کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ اس سے پیشتر ان کے والد صاحب بھی عبداللہ صاحب کی خدمت میں بمقام ہری پور حاضر ہو کر فیضیاب ہو چکے تھے۔ اسی لیے انھوں نے اپنے ان ہر دو فرزندوں کو ان کی خدمت میں بھیجا تھا۔ جب دونوں بھائی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فرمایا کہ ان ہر دو کا ہر طرح خاص طور پر خیال رکھا جائے کیونکہ یہ ایسے شخص کے فرزند ہیں جس کے دل جیسا صاف دل میں نے کسی کا نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ صاحب مرحوم ہر دو برادران سے بہت محبت اور اخلاص سے پیش آتے اور توجہ خصوصی سے تعلیم دیتے۔ اور فرماتے کہ اگر لوگ دیکھیں گے کہ میں تم دونوں بھائیوں کو سبق پڑھاتا ہوں تو تعجب کریں گے کہ یہ کسی کو نہیں پڑھاتا تھا۔ اب ان کو کس طرح پڑھاتا ہے۔ جزاہ اللہ عنا وعن سائر المومنین خیر

Marfat.com

الجزاء - ذلك فضل اللہ یوتیہ من یشاء، واللہ ذو الفضل العظیم۔

علاوہ دیگر کتب کے عبد اللہ صاحب سے ہر دو بھائیوں نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی کئی کتابیں سبقاً پڑھیں اور انھوں نے بالآخر قاضی صاحب کو فرمایا کہ اگر قصیدہ نونیہ امام ابن قیم کا ترجمہ کر دو تو بہت اچھا ہوگا۔ چنانچہ آپ نے کچھ حصّہ کا فارسی میں ترجمہ کر کے آپ کو سنایا جو انھوں نے بہت پسند کیا۔ لیکن افسوس کہ اس کی تکمیل نہ ہو سکی۔ کیونکہ بعد تحصیل اور ضروری خدمات دین ان کے لیے مقدر تھیں۔ انہی دنوں میں آپ نے امام ابن تیمیہؒ کی کتاب "کتاب العقل والنقل" اپنے ہاتھ سے لکھی اور اس طرح کئی اور کتابوں کے حصّے نقل کئے۔ جب مصر میں یہ کتاب چھپنے لگی تو علمائے بغداد نے آپ سے وہ قلمی نسخہ منگایا تھا اور اس کے ساتھ بھی مقابلہ کر کے وہ کتاب منہاج السنۃ کے حاشیے پر طبع ہوئی اور بعد طباعت قاضی صاحب کو وہ اصلی قلمی نسخہ مع ایک نسخہ مطبوعہ ہمراہ منہاج السنۃ بطور تحفہ مع شکریہ کے ارسال کیا۔

آپ عبد اللہ صاحب کے گھر کے لیے سودا بھی لایا کرتے تھے۔ ایک دن دیر ہو گئی جب واپس آئے تو سب لوگ کھانا کھا چکے تھے اور کچھ باقی نہ بچا۔ تو عبد اللہ صاحب نے فرمایا: عبد الاحد! تمہارے پاس پیسے تو ہوتے ہیں، بازار میں روٹی بکتی ہے ایسی صورت میں تم بازار سے روٹی کھا لیا کرو"۔ عرض کیا بات تو ٹھیک ہے۔ آپ اشیاء کی خرید کے لیے رقم ادا کریں اور میں اس میں سے خود کھانے لگ جاؤں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ ایک وقت کا کھانا نہ ملا تو کیا ہوا، عبد اللہ صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے چند روز پیشتر ہر دو برادران کو بلا بھیجا تھا کیونکہ اس وقت سے کافی عرصہ پیشتر بعد تحصیل ہر دو برادران اپنے وطن آچکے تھے۔ عبد اللہ صاحب مرحوم کی وفات کے وقت ہر دو برادران امرتسر میں موجود تھے۔ جس رات

Marfat.com

عبداللہ صاحب کا انتقال ہوا۔ دونوں بھائی مسجد میں تھے۔ معمولی سی بارش ہوئی، لیکن آسمان پر ابر کا کوئی ٹکڑا نظر نہ آیا تو قاضی محمد صاحب نے بھائی صاحب سے کہا کہ میرے خیال میں عبداللہ صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔ اور یہ بارشِ رحمت ان کے استقبال کے لیے ہوتی ہے۔ آپ نے انہیں ڈانٹ دیا لیکن جب صبح کی نماز کے لیے مولانا عبدالواحد صاحب مرحوم مسجد میں تشریف لاتے تو دیکھا کہ وضو کرتے وقت ان کے آنسو جاری تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ "باباجان کا کیا حال ہے؟" تو آپ نے فرمایا کہ جس وقت یہ ترشح سا ہوا تھا اسی وقت باباجان کا انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قاضی صاحب نے مدت العمر ہر مخالفِ کتاب و سنت کا مقابلہ کیا اور کبھی کسی سے نہیں ڈرے۔ مشرکین و مبتدعین و مرتدین آپ کا نام سن کر کانپتے تھے۔

بعد تحصیل جب دونوں بھائی واپس آئے تو والد صاحب نے ان کو علم طب کی تحصیل کے لیے یہ کہہ کر روانہ کر دیا کہ میں تم کو مُلّا نہیں بنانا چاہتا۔ مُلّا حق نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ لوگوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ طب تمہارا ذریعہ معاش ہوگا اور تم بے دھڑک حق کی تبلیغ کر سکو گے۔

پھر جب واپسی پر توحید و سنت کی اشاعت بذریعہ درس و تدریس و وعظ و تذکیر شروع ہوتی تو مبتدعین اور مقلدین کا لشکر پے در پے حملہ آور ہوا اور خان پور مناظرات و مجادلات کی آماج گاہ بن گیا۔ لیکن ہر میدان میں اللہ جل شانہ نے اپنے دین کی مدد کی اور حق ظاہر ہوگیا۔ مخالفین کے دل میں خان پور کا رعب ایسا پڑا جو اب تک ان کی وفات کے بعد بھی لوگوں کے دلوں سے نہیں نکلا۔

خان پور میں ایک دفعہ آٹا نایاب ہوگیا۔ وجہ یہ تھی کہ دریائے ہرو میں ماہ ساون میں طغیانی آگئی۔ جندر (پن چکیاں) بند ہوگئے۔ اس لیے آٹا نہ مل سکتا تھا

Marfat.com

تو قاضی صاحب نے کہا کہ ایسی جگہ میں رہنا تو ٹھیک نہیں جہاں کھانے کے لیے آٹا بھی نایاب ہو جاتا ہے۔ آپ نے اس لئے راولپنڈی کا رُخ کیا اور وہاں مطب جاری کر دیا۔ در حقیقت اس طرح قدرت نے ان کے لیے خدمتِ دین کی راہ کھولی اور اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں ان سے خوب خدمت لی۔

آپ کے نزدیک اُس وقت سب سے زیادہ ضروری کام شرک کا رد تھا اور اس مقصد کے لیے آپ نے ہر طبقہ سے رابطہ قائم کیا۔ شہر کی مختلف مساجد میں نماز کے لیے جاتے اور جو کچھ وہاں دیکھتے وہاں کے امام سے چند سوالات کر کے اُسے راہ پر لے آتے۔ اس غرض کے لیے مساجدِ احناف میں وہ آمین بالجہر اور رفع یدین بھی نہ کرتے تھے۔ کیونکہ اصل مقصد آپ کے سامنے "توحید" تھا۔ ایک دفعہ ایک طالب علم خان پور سے آیا۔ آپ نے اس سے کہا کہ اس مسجد میں آمین بالجہر نہ کہنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین اور رفع یدین کی وجہ سے ہجرت نہیں کی تھی۔ بلکہ توحید کی خاطر کی تھی۔

اسی غرض کے پیشِ نظر آپ نے پیر مہر شاہ صاحب گولڑوی کے ساتھ دوستانہ راہ و رسم پیدا کی اور ان کو ملنے گولڑہ بھی چلے جایا کرتے اور علمی مباحث ہُوا کرتے۔ پیر صاحب اس تاک میں تھے کہ اگر ایسا عالم ہمیں ہاتھ لگ جائے تو بہت مفید ہو گا اور قاضی صاحب یہ چاہتے تھے کہ اگر پیر صاحب توحید پر پکّے ہو گئے تو ایک جمِ غفیر حلقہ بگوشِ توحید ہو جائے گا۔ لیکن تقدیر میں کچھ اور لکھا ہوا تھا۔

قاضی صاحب زیرہ ضلع فیروزپور میں

زیرہ ضلع فیروزپور میں بعض اہلحدیث بھی مرزائیوں کے جھانسے میں آ گئے

Marfat.com

جو خاندان غزنویہ کے مریدوں میں سے تھے۔ اس امر کی اطلاع جب مولنا عبد الجبارؒ غزنوی کو ملی تو انھوں نے قاضی صاحب کو لکھا کہ آپ کا زیرہ جانا بہت ضروری ہے۔ وہاں مرزائیوں نے اودھم مچا رکھا ہے اور بہت سے موحدین مذہب ہو گئے ہیں مجھے آپ سے زیادہ موزوں کوئی آدمی نظر نہیں آتا جو وہاں کے لوگوں کو مرتد ہونے سے بچاتے اس لیے آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ یہ دینی فریضہ وہاں جاکر ادا کریں۔

آپ نے اس حکم کی تعمیل کی اور زیرہ جا پہنچے۔ مرزائی صاحبان یہ سمجھے کہ قاضی صاحب سے مقابلہ آسان نہیں۔ ٹال مٹول کرتے رہے اور بظاہر مقابلہ میں آنے سے کتراتے رہے۔ آپ نے زیرہ والوں کو تسلی دی کہ جب تک مرزائیوں کا مولوی محمد علی زیرہ میں ہے اس کے ساتھ فیصلہ کئے بغیر میں تمہیں نہ چھوڑوں گا ہر چند مناظرہ کی دعوت دی لیکن مرزائی بلطائف الحیل قسم قسم کی چالیں چلتے رہے اس اثنا میں آپ کو وطن میں کوئی ضروری کام یاد آگیا۔ آپ نے واپسی کا ارادہ لیا تو زیرہ والوں نے آپ کو سابقہ وعدہ یاد دلایا۔ آپ نے کہا کہ میں ضروری کام کرکے انشاءاللہ بہت جلدی واپس آجاؤں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔

جب وطن پہنچے تو جلد ہی زیرہ والوں کا پیغام پہنچا کہ آپ کا آنا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ حسب وعدہ آپ زیرہ پہنچے اور حسب خواہش مرزائیاں اُن سے مباہلہ کیا اور پھر کافی دنوں تک وہاں ہی ٹھیرے رہے حتی کہ اللہ جل شانہٗ نے مخالفین مباہلین کو نیست و نابود کر دیا۔ سوائے ان لوگوں کے جو اس اثنا میں تائب ہو گئے تھے۔ بقول امام خاں نوشہروی مرحوم مولوی محمد علی مرزائی مباہل آپ کے سامنے مباہلہ کے بعد بمرض طاعون ہلاک ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ سے حق کو غالب کیا اور سب مذبذبین بھی تائب ہو کر سچے مسلمان بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

آپ کے ذریعے مسلمانوں کو فتح مبین عطا فرمائی فالحمد للہ علی ذلک۔

آپ نے "مدفع الٰہی" کے ص۳۱ پر مختصراً اس واقعہ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

"جب میں بقصدِ ملاقات و خبر گیری مکان کے پہلی دفعہ آیا تھا تو اہل زیرہ مانع ہوتے تھے کہ آپ نے بر سر اجلاس ممبر پر فرمایا تھا کہ جب تک مولوی علی محمد مرزائی زیرہ سے گم نہیں ہوا میں نہیں جاؤں گا، اور وہ موجود ہے۔ پھر کس طرح آپ جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں عارضی طور پر جاتا ہوں اور ان کے ساتھ عہد کیا واپس جانے کا پھر واپس گیا اور مرزائیوں سے مباہلہ کیا۔ تو اللہ عزوجل نے ان کو تھوڑے ہی عرصہ میں طاعون سے نیست و نابود کر دیا۔ پھر وہاں سے واپس آ گیا۔ برخلاف مرضی اہل زیرہ کے، وہ منع کرتے تھے۔ میں کہتا تھا کہ میرا اقرار اللہ عزوجل نے پورا کیا اب میں نہیں ٹھیروں گا۔" امام لقمان نوشہروی مرحوم کے ایک نوٹ میں درج ہے کہ مولوی محمد علی مرزائی آپ کے سامنے ہلاک ہوا۔ اگرچہ قاضی صاحب نے اس کا نام علی محمد لکھا ہے۔

الغرض جب زیرہ میں اللہ جل شانہٗ نے آپ کو بے مثال کامیابی اور مرزائیوں پر فتح عظیم عطا فرما دی تو آپ اپنے وطن مالوف میں واپس آ گئے۔

قاضی صاحب کی زیرہ سے واپسی اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے آستانہ سے حملہ

مرزائیوں کے مقابلہ میں اس نمایاں فتح کے بعد قاضی صاحب اہل زیرہ سے رخصت لے کر مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔ روانگی کے وقت اہل زیرہ کی عجب حالت تھی۔ کئی اصحاب اس جدائی کو محسوس کرتے ہوئے رو پڑے اور انہیں وہاں ٹھہرانے پر مصر ہوئے۔ لیکن جس مقصد کی خاطر وہاں جانا ہوا تھا وہ اللہ جل شانہٗ نے باحسن طریق پورا کر دیا۔ اس لیے قاضی صاحب نے ہمیشہ کے لیے

Marfat.com

مسافرت میں رہنا منظور نہ کیا اور واپس راولپنڈی آ گئے۔

راولپنڈی پہنچنے کے چند روز بعد مریدانِ پیر مہر شاہ نے آپ کے خلاف آوازے کسنے شروع کر دیئے۔ اور ایک اشتہار دستخطی قائم علی چشتی مقیم (آستانہ) گولڑہ کا قاضی صاحب کے نوٹس میں آیا۔ جس میں پیر عبد العلی متالوی کے اس اشتہار کے جواب میں جو پیر موصوف نے پیر صاحب کے فتویٰ خروج از مقامِ طاعون کے جواز کے ردّ میں لکھا تھا۔ بجائے اس کے کہ نفسِ مسئلہ پر بحث کی جاتی اور پیر موصوف کو خطاب کیا جاتا، ظلماً و عدواناً قاضی صاحب کو ہدفِ ملامت بنایا گیا۔ اور پیر متالوی کے اشتہار کو ان کے سر منڈھ دیا گیا۔ اور لکھا گیا۔ کہ "یہ فتنہ پردازی اور رخنہ اندازی" قاضی عبد الاحد خان پوری کی ہے۔ عبد العلی بے چارا اس میدان میں قدم رکھنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ وہ تو بے علم محض ہے" قاضی صاحب یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے کہ یا الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے۔ نہ مجھے راولپنڈی پہنچنے سے پیشتر پیر صاحب کے فتویٰ کا علم تھا اور نہ زبرہ میں کسی نے مجھے بذریعہ خط اطلاع دی اور نہ پیر متالوی سے کوئی گفتگو اس بارہ میں ہوئی۔ یہ ناحق الزام مجھ پر کیوں لگایا جا رہا ہے۔

انھوں نے پیر مہر علی شاہ صاحب کو ایک مفصل خط تحریر کیا۔ جس میں خدا کو گواہ کر کے لکھا گیا کہ مجھے تم دونوں پیروں کے تنازعہ کا نہ قبل ازیں علم تھا اور نہ زبرہ میں کسی نے مجھے بذریعہ خط اطلاع دی۔ یہ اشتہار ضرور آپ کے علم اور ایماء سے شائع ہوا جو سراسر افترا و بہتان ہے اور میرے آپ کے ساتھ دوستانہ تعلقات دیرینہ موجود تھے۔ مرزائیوں کے مقابلہ میں آپ کا میں دستِ راست بنا رہا۔ مرزا کے مقابلہ میں آپ کی ڈھارس بندھائی یہ کہہ کر مقابلہ ہوا تو ہم خود کریں گے۔ لاہور آپ کا ہمراہی بن کر گیا۔ سیف چشتیائی کی تالیف میں

Marfat.com

آپ کی علمی مدد کی۔ مولانا محمد بشیر سہوانی کی تصنیف ردِّ مرزا میں۔ نے آپ کو مہیا کی، جس سے آپ نے بھرپور استفادہ کیا لیکن اس کا ذکر کتاب میں نہ کیا۔ مرزا قادیانی کے قابلِ اعتراض اقوال کو اس کی متعدد تصانیف سے مولانا ہدایت اللہ صاحب صدر راولپنڈی سے یکجا لکھوا کر آپ کو دیئے۔ جس سے آپ کو بڑی مدد ملی۔ حالانکہ آپ کے لیے یہ کام اگر محال نہ تھا تو بہت مشکل ضرور تھا اور آپ نے سیف چشتیائی میں سے بعض عبارات کے نکالنے کا وعدہ کیا تھا جو جماعتِ اہلحدیث پشاور کے احتجاج کی بنا پر آپ کو بتائی گئی تھیں اور آپ کے اس وعدہ کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے میں اس جماعت کا ہدفِ ملامت بنا اور میں نے آپ کو کئی قلمی کتابیں برائے مطالعہ دیں جو کوئی شخص گوارا نہیں کر سکتا۔ اور بعض علمی کتب آپ کو بطور ہدیہ دے دیں۔ وغیرہ وغیرہ احسانات جتلانے کے بعد لکھا کہ میں تو بعد فتح بر مرزائیاں یہاں آپ کا مہمانِ عزیز تھا۔ کیا آپ نے یہی مہمان نوازی مناسب سمجھی کہ مجھ پر افترا و بہتان کا پلندہ آپ کے آستانہ سے شائع ہوا۔ اگر یہ آپ کی رضامندی اور علم کے بغیر ہوا ہے تو فوراً اس کی تردید شائع کریں۔ ورنہ دس روز گزرنے پر میں قلم اٹھاؤں گا پھر آپ کے لیے گلہ کی کوئی گنجائش نہ ہو گی۔ یہ خط بطور نوٹس پیر صاحب کو بتاریخ ۲۴ اگست ۱۹۰۷ء رجسٹری کر کے ارسال کیا گیا۔ (اس خط کی مکمل نقل رسالہ ملقب بہ "عشرہ کاملہ" از مصنف کے آخر میں درج ہے)

جب یہ خط رجسٹری شدہ گولڑہ میں پہنچا تو پیر صاحب کے حاشیہ نشینوں نے پیر صاحب سے کہا یہ سوالات جو یہاں سے (اشتہار محولہ بالا میں) شائع کیے گئے ہیں ان کا جواب یہ (قاضی صاحب) تو کجا ان کے بزرگان بھی اگر قبروں سے نکل کر آ جائیں تو ہرگز نہیں دے سکتے۔ پیر صاحب نے خاموشی اختیار کر لی اور میعاد مقررہ میں کوئی جواب نہ دیا پس "البادی اظلم" کا مقولہ صادق ہوا اور

Marfat.com

قاضی صاحب ردّ لکھنے میں حق بجانب ہو گئے

دس دن کے بعد قاضی صاحب کی طرف سے بجواب اشتہار گولڑوی "البیان والاغاثہ فی جواب الاستفسارات والاستغاثہ" (الملقب بہ) عشرۂ کاملۃ" منصۂ شہود پر رونق افروز ہوا۔

اس رسالہ میں بعد فراغت ازجواب سوالات مندرجہ اشتہار لکھا :۔

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر　　اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

اور اس کے بعد ہر علم سے حتّٰی کہ الجبرا اور اقلیدس سے ایک ایک سوال علمی کر کے دس سوال پورے کئے۔ اس وجہ سے رسالہ ملقب "بہ عشرۂ کاملہ" ہوا۔ سوالات کے آخر میں لکھا تھا "تلک عشرۃٌ کاملۃٌ" اور یہ مطبوعہ جواب بذریعہ رجسٹری پیر صاحب کی خدمت میں ارسال کر دیا گیا۔

رسالہ کا پہنچنا تھا کہ وہاں تہلکہ مچ گیا۔ اب تو لینے کے دینے پڑ گئے اور وہی منکبرین جو ایک ہفتہ پیشتر غرور وتکبر سے کہہ رہے تھے کہ ان کے اگلے بزرگ بھی پھر زندہ ہو کر آ جائیں تو جواب ہرگز نہیں دے سکتے بغلیں جھانکنے لگے۔ اکثر سوالات تو ان کی سمجھ سے بھی بالاتر تھے جس کی تصدیق ان کے بعد کے رویہ اور طرز عمل سے ہوتی ہے۔ بس ان کا نقشہ یہ تھا جو کسی شاعر نے کہا ہے :۔

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے　　وہ شیخی ان کی ساری جھڑی دو گھڑی کے بعد

قاضی صاحب ہمیشہ اپنے آپ کو "خاکسار" لکھتے۔ چنانچہ جو خط پیر صاحب کے نام لکھا تھا۔ اس کے شروع میں "از خاکسار عبد الاحد خانپوری بخدمت جناب پیر صاحب" لکھا۔ یہ بزعم خود غلط حاشیہ نشین اتنا تو سوچتے ع

خاکساران جہاں را بحقارت منگر　　تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

Marfat.com

نیز اگر وہ شیخ سعدی کی اس نصیحت کو ہی مدِ نظر رکھتے:

"ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی است   شاید کہ پلنگ خفتہ باشد"

تو جب قاضی صاحب نے اپنے خط میں یہ لکھ دیا تھا "خدا جانتا ہے کہ اس امر سے میں بالکل بری ہوں اور من کل الوجوہ بے تعلق ہوں۔ کیونکہ بروقت تحریر فتویٰ متالوی میں موضع زیرہ ضلع فیروزپور میں تھا" تو عقل کا تقاضا تھا کہ اس بہتان کی تلافی کی جاتی جو محض خیالی ڈھکوسلا تھا اور معاملہ وہاں ہی ختم ہو جاتا۔ لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بڑے لوگوں کے حاشیہ نشین انہیں اتنا بڑا بنا دیتے ہیں جتنے وہ نہیں ہوتے اور ان کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں اور ایسے مشورے دیتے ہیں جو بجائے مفید ہونے کے اُلٹے ان کے لیے مضر ثابت ہوتے ہیں اور وہ ان مشیروں کے جھانسے میں آکر اپنے لیے بہت سی مشکلات پیدا کر لیتے ہیں۔ جن کا انہیں اس وقت خیال تک نہیں ہوتا۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ جب "عشرہ کاملہ" شائع ہو گیا تو وہ موقع بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔

ان دس سوالوں میں سے پہلے ہی سوال نے ہوش اڑا دیے۔ جس میں "قاموس اللغۃ" کی ایک عبارت کے متعلق سوال کیا گیا تھا۔ وہ جگہ باوجود تلاشِ بسیار کسی فاضل کو نہ ملی تو مشہور کر دیا کہ یہ عبارت قاموس میں مرقوم ہی نہیں اور اس مقام کا کھوج لگانے کے لیے قاضی صاحب کے پاس آدمی آنے شروع ہو گئے۔ جو کہتے تھے کہ پیر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حوالہ غلط ہے۔ یہ عبارت قاموس میں نہیں ہے۔ قاضی صاحب نے ان میں سے ایک قاصد کے سامنے "قاموس" پر چادر ڈال کر درمیان سے وہ عبارت نکال کر قاصد کو بتائی اور کہا یہاں سے پڑھو۔ وہی عبارت مندرجہ سوال ہے یا نہ؟ اور کتاب بند کر کے اسے کہا کہ دیکھو یہ وہی کتاب ہے یا نہ؟ اگر ان لوگوں کو نہ ملے تو میرا کیا قصور؟ وہ اپنا سا

Marfat.com

منہ لے کر واپس ہوا اور جا کر کہا کہ قاضی صاحب نے تو اسی کتاب (قاموس سے)
وہ عبارت نکال کر مجھے بتا دی۔ اب گولڑہ شریف میں کتاب قاموس کی جلد اکھاڑ کر
کتاب کو کئی اجزاء میں علیحدہ علیحدہ کیا گیا اور ایک ایک جزو ایک ایک آدمی
کے حوالہ ہوئی۔ کہتے ہیں پھر بھی وہ اصحاب تلاشِ عبارت میں ناکام رہے (یہ
قاضی صاحب کی سی۔ آئی۔ ڈی کے ذریعہ معلوم ہوا۔ اس طرح جو مشورے وہاں
چھپ کر ہوتے ان کی خبر بھی ان کو مل جایا کرتی تھی اور جب قاضی صاحب اس
کو ظاہر کرتے تو آستانہ میں حیرانی ہوتی کہ ان باتوں کا علم قاضی صاحب کو کیسے ہوا
جبکہ سب کچھ اندرونِ خانہ ہی ہوتا تھا)

پھر خدا جانے کس نے اس مقام کی نشاندہی کی کیونکہ جگہ بجگہ امداد کے
لیے خطوط لکھے گئے تھے۔ جن میں یہ شعر بھی لکھا جاتا ہے

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست　　　در پریشاں حالی و درماندگی

دُور دور سے کتابیں منگوائی گئیں اور خود پیر صاحب ہندوستان کے مختلف مقامات
پر گئے۔ نیز حاجیوں کو خط لکھ کر دیتے گئے کہ حرمین شریفین کے علماء سے ان سوالات
کے جوابات حل کرا کر لائیں۔ غرض مخالفین میں بڑی پریشانی رہی۔

کافی عرصہ کے بعد کچھ مصالحہ اکٹھا ہوا۔ اور وہاں کے تین مولویوں کی محنت
امداد سے ایک جواب شائع ہوا جس کا نام تھا "التبیان والحماسہ"۔ قاضی صاحب
نے اسی مجموعی کوشش کی بنا پر اس رسالہ کو "سہ مَردہ" کے لقب سے ملقب کیا۔

جواب مذکور کا جواب الجواب قاضی صاحب نے شائع کیا جس کے دو
حصے تھے۔ پہلے حصہ میں ان جوابات پر تنقید کی گئی۔ عربی کی اغلاط کی نشاندہی کی
گئی اور مجیبین کے سوالات کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکنے کو بھی واشگاف کیا گیا۔ عربی
زبان کی غلطیاں نکالنے کے بعد لکھا کہ آپ کو ایسی عربی لکھنے کے تکلف کی کیا

Marfat.com

ضرورت تھی۔ سوالات اردو میں تھے۔ جوابات کا اردو میں ہی لکھنا مناسب تھا لیکن یا تو اپنے جوابات کی کمزوری کو چھپانے کے لیے عربی میں جوابات لکھے گئے اور یا اس لیے کہ مریدوں پر رعب پڑے کہ پیر صاحب ایسے علاّمہ ہیں کہ سوالات اگرچہ اردو میں تھے لیکن آپ نے جواب عربی میں لکھے اور مریدوں کو جوابات کی صحت یا عدم صحت کے موازنہ کا موقع ہی نہ ملے۔ اس کتاب کے پہلے حصّہ کا نام "اِقامۃ البرھان علی بطلان التبیان" المعروف بہ "مدفعِ الٰہی بر قلعۂ مہر شاہی" ہے اور دوسرے حصّہ کا نام:

"اِزالۃ اللبس والاشتباہ عن حقیقۃ مذھب پیر مہر شاہ"

الملقب بہ "حنفیوں کی کسوٹی" ہے

ہر دو حصص چار سو صفحات پر پھیلے ہوتے ہیں۔ دوسرے حصّہ میں پیر صاحب کا فوٹو سر سے پیر تک کھینچ کر حنفی فقہ کی کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ پیر صاحب کا دعویٰ حنفی ہونے کا نادرست ہے۔

کتاب مذکور شائع ہونے کے بعد کیا ہُوا؟

اقامۃ البرھان کا جواب لکھنا آسان نہ تھا۔ اس کے مقابلہ میں تو فریق مخالف نے ہتھیار ڈال دیئے اس کا تو کوئی جواب شائع نہ ہوا۔ لیکن نوک جھونک جاری رہی۔ اب صرف اشتہار بازی ہی رہ گئی متعدد اشتہارات شائع ہوئے۔ قاضی صاحب بھی اشتہارات کے جواب دیتے رہے اور مخالفین کا اصلی نقشہ کھینچتے رہے۔ اس کے بعد قاضی صاحب نے ایک اور کتاب موسومہ صمصام الموحدین تین حصوں میں لکھی جس کا صرف پہلا حصہ طبع ہو سکا، باقی حصص طبع نہ ہو سکے۔ اس میں فریقِ مخالف کے اتہامات کی قلعی کھولی گئی، جو بعد میں ان کے سر تھوپے گئے

Marfat.com

تھے۔ اس سلسلہ میں پہلا اشتہار" تنزیہ الرحمٰن عن الحدوث والامکان"
تھا جس کا جواب اس کتاب میں دس وجہ سے دے کر پیر صاحب پر ۱۵۲
الزامات عائد کئے گئے۔ یہ کتاب "صمصام الموحدین حصہ اوّل" ۲۲۶
صفحات کی ہے۔ اس کتاب کے متعدد نام حسب عادت رکھے جو یہ ہیں۔

صمصام الموحدین   لقطع اعناق الزنادقہ والملحدین

ایضاً الموسوم بہ

التمییز والتفرقہ بین المعرفہ والزندقہ

الملقب بہ

فیر توپ چرخڑی   فی نحر باغی گولڑی

ایضاً   بم کا شرعی گولہ   بر مہر شاہی ٹولہ

ایضاً   خان پوری تفنگ   بر گولڑوی ملنگ

(بعض اشتہارات منجانب قاضی صاحب کی فہرست تالیفات
کے ضمن میں درج کی جائے گی)

اس اثنا میں آپ کو متعدد طرق سے ڈرایا دھمکایا اور مرعوب کیا جاتا رہا۔
ایک دفعہ ایک صاحب نے قاضی صاحب سے آکر کہا کہ پیر صاحب کیخلاف
لکھنا چھوڑ دو ورنہ وہ تمہیں قتل کرا دیں گے۔ آپ نے جواباً کہا کہ ہاں! جب میں
راولپنڈی کے بازار میں جاتا ہوں تو مجھے سڑک کے دائیں بائیں مُردے ہی مُردے
نظر آتے ہیں۔ دریافت پر معلوم ہوتا ہے کہ ان کو پیر صاحب نے مروا دیا ہے۔
یہ جواب اسے طنزیہ دیا گیا تھا۔

قاضی صاحب کی ایک کرامت

ایک دفعہ مسجد سے بعد نماز عشا گھر جا رہے تھے۔ ایک کوچہ کے موڑ پہ ایک

Marfat.com

قد آور شخص نمودار ہوا۔ اور قاضی صاحب کے پاؤں پر گر پڑا اور عاجزی سے کہنے لگا کہ برائے خدا مجھے معاف کر دیں اور بخشیں۔ آپ نے کہا: تم نے میرا کیا قصور کیا ہے جس کی معافی چاہتے ہو۔ میں تو تمہیں جانتا ہی نہیں۔ اس شخص نے جواباً کہا کہ آج یہ تیسری رات ہے کہ میں آپ کے قتل کے در پے تھا۔ (اس کے ہاتھ میں اس وقت ایک خنجر موجود تھا) مجھے میرے بعض بزرگوں اور دوستوں نے یہ کہہ کر آمادہ کیا تھا کہ اس شخص کے قتل کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ پہلی رات اسی وقت جب آپ یہاں سے گزرے تو میں نے حملہ کا ارادہ کیا لیکن میرا ہاتھ جس میں یہ خنجر پکڑا ہوا تھا ہرگز نہ ہل سکا۔ ہر چند کوشش کی لیکن ہاتھ پھر بھی نہ ہل سکا۔ میں بے نیلِ مرام واپس چلا گیا اور ان لوگوں سے جا کر کہا کہ وہ شخص تو کوئی خاص اللہ کا بندہ معلوم ہوتا ہے۔ میں نے ہر چند حملہ کی کوشش کی لیکن میرا ہاتھ ہل نہ سکا۔ تم کہتے تھے کہ وہ بہت بُرا آدمی ہے۔ انھوں نے مجھے ملامت کی اور کہا کہ تمہارا ایمان کمزور ہے۔ پھر جاؤ اور اُسے ضرور قتل کر کے آؤ۔ اور دل کو مضبوط رکھو۔ میں ان کے اصرار پر دوسری رات پھر اسی ارادہ سے آیا۔ لیکن پھر وہی قصہ ہوا۔ باوجود کوشش کے میرا ہاتھ حرکت ہی نہ کر سکا۔ اور میں نے ان لوگوں کو جا کر وہی بات کہی جو پہلی رات کو کہی تھی۔ لیکن انھوں نے پھر اجرِ عظیم کی توقع دلاتے ہوئے اور دل کو مضبوط رکھ کر اس کارِ ثواب کے لیے دوبارہ ہمت کرنے کی بزور تلقین کی۔ چنانچہ آج تیسری رات میں پہلے سے زیادہ مستعد اور آمادہ ہو کر ثواب کی نیت سے اس جگہ آکر چھپ کر بیٹھ گیا۔ اور دل میں کہا کہ آج ضرور یہ ثواب لوٹوں گا۔ لیکن آپ کے سامنے آتے ہی میرے ہاتھ کی طاقت سلب ہو گئی۔ اور میں حرکت کے قابل ہی نہ رہا۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ اللہ کے خاص بندے ہیں۔ اور مجھے ایک بہت ہی

Marfat.com

نامناسب اور غیر موزوں کام پر ثواب اُخروی کا چکمہ دے کر آمادہ کیا جاتا رہا ہے ۔ میری اب یہ استدعا ہے کہ میں جو تین راتیں اس بدنیت سے آتا رہا ہوں آپ برائے خدا مجھے معافی عنایت کریں کہ خدا مجھے اس کی سزا نہ دے ۔ آپ نے کہا ، جاؤ ! میں نے تمہیں معاف کر دیا ۔

ایک دوسرا واقعہ

مخالفین آپ کو اذیت پہنچانے کے منصوبے بناتے رہتے تھے ۔ ایک مرتبہ راستہ پر جاتے ہوئے ایک شقی نے پیچھے سے لاٹھیوں کے وار کر دیئے ۔ اور بھاگ کر تنگ کوچوں میں غائب ہو گیا ۔ اگر اس طرح پیچھے سے بزدلانہ حملہ نہ کرتا اور سامنے سے آتا تو خیریت سے اس کا جانا محال تھا ۔ کیونکہ قاضی صاحب گتکہ بازی میں بھی ماہر تھے اور ایک مضبوط لاٹھی بید کی ہاتھ میں رکھا کرتے تھے ۔ کہتے ہیں کہ وہ شخص گھر پہنچتے ہی صاحب فراش ہو گیا اور واویلا شروع کر دیا ۔ ہر چند علاج کیا گیا لیکن اس کا پیٹ پھولنا شروع ہو گیا اور اس نے کہنا شروع کر دیا کہ میں نے ان بُرے لوگوں کے کہنے پر ایک مردِ صالح اور مردِ مومن پر گزاریں کر دیں ۔ میں اس جُرم میں پکڑا گیا ہوں اب ڈاکٹروں اور حکیموں کی دوائیں کام نہیں آ سکتیں اور فریادیں کرتا ہوا راہی ملک عدم ہوا اور اس کا یہ اعترافِ جرم راولپنڈی میں مشہور ہوا ۔ اس کے بعد پھر کسی بدباطن کو جرأت نہ ہوئی ۔

مناظرہ کا زبانی چیلنج

ایک مرتبہ ۹ اپریل ۱۹۰۰ء کو پیر صاحب کے مریدوں نے شہر میں مشہور کر دیا کہ کل (بروز جمعہ) پیر صاحب راولپنڈی تشریف لا رہے ہیں ۔ قاضی عبدالاحد مناظرہ کے لیے تیار ہو جائے ۔ یہ سنتے ہی آپ نے اس وقت ایک اشتہار ۱۰ اپریل

Marfat.com

۱۹۰۸ء کو طبع کرا کر شائع کر دیا اور قبل از نماز جمعہ شہر میں تقسیم کر دیا۔ جس میں لکھا کہ سنا جاتا ہے کہ پیر صاحب (گولڑہ) برائے بحث یہاں آ رہے ہیں۔ وہ منصف مقبول الطرفین مقرر کر کے خاکسار سے بحث کر لیں میں تیار ہوں (مدح الہٰی ص۱۲)

اور اس کے بعد جامع مسجد کلاں شہر راولپنڈی میں برائے نماز جمعہ جا کر پہلی صف میں بیٹھ گئے۔ پیر صاحب اس کے بعد مسجد میں تشریف لائے اور پہلی صف میں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ قاضی صاحب وہاں پہلے سے بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ نے وہاں سے ہٹ کر ایک آدمی کو درمیان میں رکھ کر صف میں جگہ پکڑی اور نماز ادا کی اور بعد نماز فرض مسجد سے چلے گئے۔ نماز کے بعد قاضی صاحب کافی دیر تک وہاں ہی بیٹھے رہے۔ لیکن باوجود شائع ہونے اشتہار متذکرہ بالا کے دوسری جانب سے کوئی حرکت نہ ہوئی (حوالہ مذکور)

آپ کی جرأت و دلیری کا اس امر سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جس بڑی سے بڑی مسجد میں پیر صاحب کے اسی فیصد مرید نماز ادا کرتے ہوں۔ اس میں تن تنہا اس طرح دیر تک ٹھیرنا تا کہ اگر کوئی چیلنج مناظرہ دے تو اُسے بر سر عام قبول کیا جائے۔ یہ جرأت قوتِ ایمانی کا بیّن ثبوت ہے۔

پیر صاحب اور اکثر نمازی جا چکے تھے۔ لیکن قاضی صاحب پھر بھی اس انتظار میں ٹھیرے رہے کہ شاید کوئی اطلاع برائے مناظرہ آ جائے۔ کافی دیر گزرنے کے بعد آپ کے چند ساتھیوں نے کہا اب یہاں مزید انتظار کی کیا ضرورت ہے۔ اگر مخالفین نے کوئی بات کرنی ہوتی تو اب تک ضرور مطلع کر دیتے۔ تب آپ مسجد سے باہر گئے۔ اس واقعہ کا مختصر تذکرہ "مدح الہٰی" میں موجود ہے۔ (ص۱۳-۱۵) اس جگہ پیر صاحب کے مریدوں کے شور و شغب سے متاثر ہو کر دو ہندو اس ... مسلمان ہوتے تھے پھر مرتد ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

Marfat.com

فوجداری مقدمہ

رسائل اور اشتہارات کے ذریعہ تو تحریری مناظرہ ہی ہوتا رہا۔ آپ کو خائف کرنے کے لیے پیر صاحب کے متوسلین میں سے ایک شخص نے آپ کے خلاف ایک استغاثہ بعدالت فوجداری دائر کر دیا۔ آپ نے بھی اس شخص کے خلاف دائر کر دیا۔ اور عدالت سے کہا کہ پیر صاحب گولڑہ کو شہادت میں طلب کیا جاتے۔ وہ ایک مقدمہ میں میرے گواہ استغاثہ ہیں اور بالمقابل مقدمہ میں میرے گواہِ صفائی بھی وہی ہیں۔ عدالت میں ان کی حاضری کے بغیر اصلی حقیقت آشکارہ نہیں ہوسکتی اور مشہور کر دیا کہ پیر صاحب جیسا بھی بیان دیں گے میرے حق میں مفید ہوگا۔

لیکن مجسٹریٹ صاحب بھی پیر صاحب کے مریدوں کی کثرت کی وجہ سے کچھ مرعوب سے تھے۔ انھوں نے کہا کہ ہم اتنے بڑے آدمی کو عدالت میں طلب نہیں کرتے۔ اس پر اس حکم کے خلاف ہائی کورٹ لاہور میں آپ نے درخواست گزاری کہ عدالت میرے ایک ضروری گواہ کو طلب کرنے سے انکاری ہوگئی ہے۔ اس گواہ کی طلبی کا حکم صادر کیا جائے۔ عدالت عالیہ نے حکم دیا کہ جب ایک شخص اپنے مقدمہ کا دارومدار ایک گواہ پر رکھتا ہے اور اس کی شہادت کو اپنے مقدمہ کے لیے ضروری سمجھتا ہے تو ضرور اس گواہ کو عدالت میں طلب کرنا چاہیے۔ اس حکم سے مخالفین کے چھکے چھوٹ گئے اور راضی نامہ کے لیے جرگے شروع ہو گئے۔ قاضی صاحب کے ایک عزیز کو انھوں نے راضی نامہ کرانے کے لیے منتخب کیا اور اس نے ہر دو مقدمات میں اس نے راضی نامہ جات لکھوا کر آپ سے دستخط کروا لیے۔ اور آپ نے اس کے اصرار سے راضی نامہ قبول کر لیا لیکن عدالت میں اعلان کیا کہ یہ

Marfat.com

صرف فوجداری استغاثہ جات میں راضی نامہ ہے۔ اصل راضی نامہ تو صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے بنا پر ہی ہو سکتا ہے۔ میں تحریری مقابلہ ہرگز نہ ترک کروں گا۔

آپ کے توکّل علی اللہ کی ایک مثال

چونکہ مریدانِ پیر صاحب شہر میں جگہ جگہ شور و شر میں مشغول رہتے تھے۔ اور فساد کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ پیر عبدالعلی مستالوی نے رجحن کے اشتہار سے یہ سارا قصّہ شروع ہوا تھا) آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک پیش کش کی کہ چونکہ گولڑوی جماعت سے اندیشہ ایذا رسانی کا غالب ہے اور جان کا خطرہ بھی لاحق ہے اس لیے میں آپ کی خدمت کے لیے پہرہ دار دیتا ہوں۔ پچاس آدمی دن کو اور پچاس آدمی رات کو آپ کے مکان پر پہرہ دیں گے۔ لیکن قاضی صاحب نے کہا کہ میرے لیے اللہ جل شانہٗ کی حفاظت بس ہے۔ کسی پہرہ کی ضرورت نہیں اگر تم نے کوئی بات خلاف شرع کہی یا خلافِ شرع کوئی کام کیا یا کوئی ایسی تحریر کی تو میں تمہیں بھی نہیں چھوڑوں گا۔ اگر کوئی ایسا موقع آجائے تو تم مجھ پر احسان جتاؤ کہ میں نے تمہیں اتنے پہرہ دار مہیا کئے تھے۔ اس لیے میں کسی پہرہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ گویا لا یخافون الا اللہ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ عام طور پر راولپنڈی کے لوگ جب آپ کو دیکھتے تو کہتے "یہ قاضی صاحب شیر ہیں شیر"۔ دیکھو راولپنڈی میں نوّے فیصد پیر صاحب کے مرید بستے ہیں اور آپ کلمۂ حق علی الاعلان کہنے میں ذرا نہیں جھجکتے۔ اور کسی کی پروا نہیں کرتے ان جیسا نڈر اور متوکل علی اللہ آدمی ہم نے نہیں دیکھا۔

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ یہ جھگڑا پیر صاحب کے حواریوں اور حاشیہ نشینوں

Marfat.com

نے شروع کرایا تھا۔ پیر صاحب نہ چاہتے تھے کہ ایک جانے پہچانے سابق دوست کے مقابلہ میں آئیں۔ اور اپنی مجلس میں اس معرکہ کے دوران بھی کئی دفعہ کہا کہ ہم دونوں ایک جگہ بیٹھیں تو مصالحت ہو جائے یہ سب کچھ فلاں فلاں کی مہربانی سے ہوا۔ لہٰذا ایک دفعہ پیر صاحب نے خان پور میں قاضی محمد صاحب (برادر اصغر صاحب ترجمہ) کے پاس ایک خاص قاصد روانہ کیا اور اُن سے استدعا کی کہ ہمارے درمیان آپ مصالحت کرا دیں۔ لیکن قاضی محمد صاحب نے قاصد سے کہا کہ اب معاملہ بہت دُور جا چکا ہے۔ اگر اس وقت میں بھائی صاحب کو صلح کا کہوں تو وہ کہیں گے کہ تم پہلے کہاں تھے؟ اب تم صلح کرانے آتے ہو؟ لہٰذا میں معذور ہوں۔ پیر صاحب سے میری معذرت کا ذکر کر دیں۔

قاضی صاحب کی خالۂ صغیرہ

جن دنوں پیر صاحب کے ساتھ مقابلہ تھا۔ قاضی صاحب کی خالۂ صغیرہ (دختر قاضی عبدالصمد مرحوم قاضی القضاۃ خانپور) بقید حیات تھیں۔ آپ اکثر ان کو لکھا کرتے تھے کہ ایک بڑے پیر کے ساتھ مقابلہ ہے۔ میرے لیے دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ آپ کی خالۂ مذکورہ عابدہ، زاہدہ تھیں۔ اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتی تھیں۔ جب خط جاتا تو کہتیں: "یا اللہ! اس پیر کو خوار کر۔ یہ ناحق اس بچے کے پیچھے لگا ہوا ہے (ان کی نگاہ میں تو آپ بچے ہی تھے۔) ایک مرتبہ آپ خالۂ صغیرہ کی ملاقات کے لیے خانپور تشریف لے گئے۔ جب خالہ جان سے ملے تو انھوں نے کہا: "برخوردار! اب یہ پیروں کے جھگڑے چھوڑ دو۔" آپ نے کہا: "ماسی نکڑی! (یعنی خالۂ صغیرہ)

Marfat.com

ذرا تھاپڑہ دیو، پنجاب وچ ہک ہور پیر نی کنڈ لا آیاں نے" (خالہ صاحبہ! ذرا مجھے شاباش کہیں۔ پنجاب میں ایک اور پیر کو چاروں شانے چت گرا آیا ہوں) آپ کا اشارہ پیر جماعت علی شاہ علی پوری کی طرف تھا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ آپ دعا کرتی رہیں۔ پھر بھی خالہ صاحبہ نے کہا اب بس کرو اور پریشانیاں نہ بڑھاؤ۔ لیکن جو کچھ ہونا تھا ہو ہی گیا۔

پیر صاحب کی طرف سے ابتدائی نوک جھونک میں قاضی صاحب کو "کوہِ ہمالیہ کا ایک پہاڑی" بغرضِ تخفیف کہا گیا تھا۔ اور کہا تھا کہ اس "پہاڑی" کا دماغ شہر راولپنڈی میں آکر بگڑ گیا ہے

اس کے جواب میں موصوف نے نصوص قطعیہ سے پہاڑوں کی فضیلت ثابت کرنے کے بعد اپنے اصلی مسکن خانپور اور گولڑہ کا عجیب موازنہ کیا اور خانپور کی فضیلت بمقابلہ گولڑہ باحسنِ طریق ثابت کی۔ وہ "پہاڑی شیر" ایسا گرجا کہ طاغوتی گروہ کو چھٹی کا دودھ یاد آگیا۔

پیر صاحب ایک عابد زاہد آدمی تھے اور کہا بھی کرتے تھے کہ ہم صوفی مشرب لوگ ہیں۔ ہمارا مناظرات سے کیا کام؟ یہ سب بلا حاشیہ نشینوں نے مول لی اور پھر نبھا بھی نہ سکے۔ لیکن پیر صاحب اس سے بری الذمہ بھی قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ کیونکہ قاضی صاحب نے بر وقت بذریعہ خط رجسٹری شدہ آپ کو اظہارِ براءت کا موقع دیا تھا۔ جس سے آپ نے فائدہ نہ اٹھایا۔ اور سکوت اختیار کیا اور یہ سب کچھ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہوتا رہا۔ (وہ خط "عشرۂ کاملہ" کے آخر میں بجنسہٖ مطبوع ہے۔)

جب قاضی صاحب کا انتقال ہوا تو سنا ہے پیر صاحب نے بہت افسوس کیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی اور حاضرین کو بھی دعا میں شامل کیا۔

Marfat.com

خبر دینے والے نے اپنے متعصبانہ جوش میں یہ خبر یوں سنائی کہ "عدوّ الاحد (خاکش بدہن) فوت ہوگیا۔ اس پر پیر صاحب (مرحوم) نے اُسے ڈانٹ پلائی اور کہا کہ تم نے بہت بُری بات کہی۔ ایسے علما کی برکت سے دین قائم ہے۔ اگر یہ علماء نہ ہوں تو ہم گمراہی کے گڑھے میں جا پڑیں۔

اللہ تعالیٰ ہر دو کو مغفرت نصیب کرے۔ اب باری تعالیٰ کے حضور جا چکے ہیں فانھم افضوا الیٰ ما عملوا

قاضی صاحب اور پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری

پیر صاحب گولڑہ کے ساتھ مقابلہ جاری تھا کہ اہلِ زیرہ کی طرف سے تاکیدی دعوت نامہ آیا۔ لہذا آپ کو پھر ایک بار زیرہ جانا پڑا۔ وہاں جب پہنچے تو ایک اور جہاد کرنا پڑا۔ کیونکہ اس مرتبہ جب وہاں پہنچے تو پیر جماعت علی شاہ صاحب زیرہ میں وارد ہوئے۔ اور حسب عادت اہلحدیث کے خلاف زہر افشانی شروع کی اور پانچ مقامات پر اپنا جلسہ کرنے کا اعلان کر دیا۔

پہلے جلسے میں قاضی صاحب نے اپنا ایک آدمی بھیجا تاکہ ان کے ملفوظات نوٹ کر لائے۔ اس نے جا کر کچھ نوٹ لیے۔ بعض مرید پیر صاحب کے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ اس شخص کی تاک میں رہے۔ جب پیر صاحب کی تقریر ختم ہوئی تو بآوازِ بلند اعلان کیا گیا کہ کوئی شخص باہر نہ نکلنے پائے۔ کیونکہ اب پیر صاحب نے سب کو بیعت کرنا ہے۔ وہ شخص سخت پریشان ہوا اور اٹھ کر نکلنے لگا تو اسے سختی سے روکا گیا اور کہا گیا کہ بیٹھ جاؤ۔ اب باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ اس نے کہا مجھے زور کا پیشاب آیا ہے کیا مسجد میں ہی پیشاب کر ڈالوں؟ یہ کہہ کر وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔ آوازیں اُٹھیں کہ یہ کوئی مخالف تھا اور نوٹ

Marfat.com

بھی لے رہا تھا۔ سٹیج سے آواز آئی "جانے نہ دو اور اسے جان سے مار ڈالو"۔ کچھ آدمی اس کے پیچھے دوڑنے لیکن وہ بھی دوڑ پڑا۔ آگے آباد بازار آگیا اور کسی کو اس پر حملہ کی جرأت نہ ہوئی اور وہ بخیریت واپس آگیا۔

اس نے اپنے نوٹ لا کر دے دیئے۔ ان میں ایک بات جو پیر صاحب نے صحیح بخاری کا حوالہ دیتے ہوئے بیان کی تھی۔ اس کے متعلق قاضی صاحب نے کہا کہ یہ بات تو گرنتھ میں بھی نہ ہوگی۔ صحیح بخاری میں ایسی غلط باتیں کہاں ہیں۔

قاضی صاحب نے پیر صاحب کو چیلنج مناظرہ کا دے دیا۔ اور لکھا کہ مناظرہ تحریری چاہو یا تقریری۔ فارسی میں کرو یا اردو میں جس زبان میں تمہاری مرضی ہو لیکن بغیر فیصلہ کیے یہاں سے تشریف نہ لے جانا۔ ہم آپ کی باتوں کو غلط ثابت کریں گے۔

اب یہ فکر لاحق ہوئی کہ پیر صاحب کو یہ چیلنج کیسے پہنچایا جائے جس کا علم پبلک کو بھی ہو۔ کیونکہ ان کی مجلس میں دستور یہ تھا کہ جب کسی نے پیر صاحب سے ذرا اونچی نیچی بات کی تو ایک طرف سے آواز اٹھتی "اَلَا اللہ" یہ اشارہ تھا اس امر کا کہ اس بے ادب پر ٹوٹ پڑو۔ فوراً اس شخص کی ز ثواب کی نیت سے خوب گت بنائی جاتی۔ اور وہ بے چارہ بے عزت ہو کر آتا۔

قاضی صاحب نے حاضرین سے دریافت کیا کہ یہاں سرکاری افسر یعنی تھانیدار تحصیلدار وغیرہ کون کون ہیں اور ان میں کوئی مسلمان بھی ہے یا نہیں۔ جواب ملا کہ باقی سب افسر ہندو ہیں صرف ایک تحصیلدار مسلمان ہے۔ آپ نے پیر جماعت علی شاہ کے نام ایک خط لکھ کر ساتھ لے لیا اور تحصیلدار کے مکان پر پہنچے۔ اطلاع کی گئی۔ تحصیلدار صاحب بیٹھک میں آ بیٹھے، لیکن ذرا شان سے۔ آپ نے کہا میرا کوئی مقدمہ آپ کے پاس نہیں۔ میں صرف ایک اسلامی خدمت

Marfat.com

آپ کے سپرد کرنے آیا ہوں۔ اگر گوارا کریں تو مہربانی ہوگی اور اس کا اجر آپ کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ پھر تو تحصیلدار صاحب متوجہ ہو گئے۔ اور دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے

آپ نے کہا کہ یہاں ایک پیر صاحب وارد ہوئے ہیں۔ انھوں نے وعظ میں کچھ ایسی باتیں بیان کی ہیں جو ہمارے خیال میں نادرست ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ ان امور متنازعہ میں بالمشافہ گفتگو کرلیں تاکہ حق ناحق میں تمیز ہو جائے۔ یہ خط ان کے پاس پہنچانا ہے اور اس کا جواب لانا ہے۔ اگر کسی اور آدمی کو بھیجا جائے تو خطرہ ہے کہ وہ بیچارہ پٹ جائے گا اور مطلب حل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہاں ایسے موقع پر "الا اللہ" کا نعرہ بلند ہوتا ہے اور قاصد پٹ جاتا ہے۔ آپ تسلی رکھیں آپ کو کوئی گزند نہ پہنچے گی۔ اور نہ کوئی آپ کے خلاف بے تمیزی کا مظاہرہ کرے گا۔ یہ پیر لوگ حکام سے بہت ڈرتے ہیں میں ان کا واقف ہوں۔

پیر صاحب کے ایجنٹ ان تحصیلدار صاحب کے پاس قبل ازاں جا چکے تھے۔ اور انہیں مرید بننے پر آمادہ کر چکے تھے یہ کہہ کر کہ حسن اتفاق سے ایک بزرگ ہستی یہاں موجود ہے۔ آپ ان کے حلقہ ارادت میں منسلک ہو کر دین و دنیا کی برکتیں حاصل کرلیں۔

تحصیلدار صاحب نے بدیں خیال کہ چلو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ بزرگ کیسے ہیں قاضی صاحب کی اس پیشکش کو قبول کر لیا اور کہا کہ میں یہ دینی کام ضرور کروں گا۔

وہ چار کانسٹیبل بمعہ ہتھکڑیوں کے ساتھ لے کر پیر صاحب کے پاس پہنچے پیر صاحب انہیں دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑے تپاک سے گلے ملے مدین

Marfat.com

خیال کہ دلالوں کی بات کا ان پر اثر ہو گیا ہے اور وہ مرید ہونے کے لیے آئے ہیں۔ لیکن تحصیلدار صاحب نے وہ خط جیب سے نکال کر پیش کیا اور کہا کہ ایک صاحب نے یہ خط آپ کے نام کا دیا ہے۔ اس کا جواب مطلوب ہے۔ پیر صاحب نے خط لے کر پڑھا۔ جب "قاضی عبدالاحد خانپوری" نام پر نظر پڑی تو تیوری چڑھائی اور وہ خط اپنے پرائیویٹ سیکرٹری ظفر علی کو جو پیچھے بیٹھا ہوا تھا دے دیا۔ مجلس میں سناٹا چھا گیا اور پیر صاحب دم بخود ہو گئے۔ منہ سے ایک کلمہ بھی نہ نکلا۔

تحصیلدار صاحب نے کہا جناب! اس خط کے جواب کی ضرورت ہے پیر صاحب تو نہ بولے۔ لیکن ظفر علی پیچھے سے بولا کہ جواب ہم بعد میں دے دیں گے۔ تحصیلدار صاحب نے کہا: جناب! جواب کی اس وقت ضرورت ہے۔ اگر جواب نہیں دیتے تو خط واپس کر دیں۔ اس پر ایک منچلے نے ایک طرف سے نعرہ بلند کیا "الا اللہ !" لیکن فوراً ہی دوسری جانب سے انگلیوں سے اشارہ کیا گیا کہ "الا اللہ" کا نسخہ اس جگہ قابلِ استعمال نہیں۔

تحصیلدار صاحب نے کہا کہ جن صاحب نے مجھے خط دے کر بھیجا ہے انھوں نے مجھے خبردار کیا تھا کہ یہاں "الا اللہ" کا نعرہ بھی بلند ہوا کرتا ہے۔ ان کی تصدیق ہو گئی۔ میں اسی لیے "الا اللہ" کا جواب یہ چار کانسٹیبل ساتھ لایا ہوں۔ اب اتنی بات تو معلوم ہو گئی کہ اس خط کا کاتب بڑا عالم ہے جس کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔ آپ خط مجھے واپس کر دیں۔ یہ تماشا مریدانِ باصفا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ لیکن آہ! خدا ہدایت نہ دے تو کیا ہو سکتا ہے۔ مرید تو زبانِ حال سے کہہ رہے تھے۔

ما مریدان رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیر ما

Marfat.com

بے چارے بندھے ہوئے تھے، کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ غرض ان سے خط واپس لیا گیا۔

واپسی پر تحصیلدار صاحب نے قاضی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں تو دلالوں کے جھانسے میں آ ہی گیا تھا۔ لیکن آپ کی بدولت خدا نے مجھے اس بیعت سے بچا لیا۔

پیر صاحب اسی رات ٹمٹموں پر سوار ہو کر زیرہ سے چلے گئے اور باقی چار مقامات جن کا اعلان کیا تھا اس جگہ سے لوگ پیر صاحب سے مستفید نہ ہو سکے۔ کیوں کہ پیر صاحب فراری ہو گئے۔

یہ واقعہ دسمبر ۱۹۱۰ء کا ہے جس کے متعلق قاضی صاحب نے ایک اشتہار موسومہ "اشتہار واجب الاظہار" مصدقہ معتبرین اہل زیرہ طبع کرا کر شائع کیا اور اس کے آخر میں وہ خط بھی درج کر دیا جو بلا جواب پیر صاحب نے مجبوراً واپس کیا تھا۔ پھر دوبارہ سوط اللہ العزیز الحکیم البارہی علی متن حافظ عبدالکریم اللاہی" کے آخر میں بھی درج کیا گیا۔ وہ کتاب اگرچہ پیر عبدالکریم کے رد میں تھی۔ لیکن عقائد میں عبدالکریم اور جماعت علی شاہ متحد تھے اس لیے اس اشتہار کا دوبارہ اس کتاب میں ساتھ ہی طبع ہونا بہت موزون و مناسب تھا۔

پیر جماعت علی شاہ صاحب کے متعلق ایک اور بات اس موقع پر درج کرنا ضروری ہے پیر صاحب موصوف کے مرید ریاست کشمیر میں بھی بہت تھے۔ کیونکہ وہاں قبر پرستی اور پیر پرستی عام ہے اسی لیے جب حضرت سید عبداللہ صاحب غزنوی افغانستان سے نکل کر پشاور میں وارد ہوئے تھے تو وہاں سب مخلصین نے یہ صلاح کی کہ چونکہ آپ ایک سرد علاقہ کے باشندہ

Marfat.com

ہیں اس لیے مناسب ہو گا کہ انہیں کشمیر بھیجا جائے ۔ اس زمانہ میں چونکہ ریل نہ تھی ۔ اس لیے خچر بانوں سے معاملہ طے کیا گیا اور انہیں کچھ رقم پیشگی بھی دی گئی ۔ دوسری صبح کو روانگی کا پروگرام تھا ۔ جب صبح ہوئی تو عبداللہ صاحب نے کشمیر جانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھے آج رات الہام ہوا ہے :۔

وَلَا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں شرک بہت ہے اور مشرکوں کی کثرت ہے اس لیے میں ہرگز کشمیر نہیں جاؤں گا ۔ مخلصین نے پھر بھی اصرار کیا اور کہا کہ کرایہ کی کچھ رقم پیشگی بھی ہم ادا کر چکے ہیں ۔ لیکن عبداللہ صاحب انکار پر مصر رہے ۔

پیر صاحب مذکور ایک دفعہ جموں گئے اور حسب عادت مستمرہ انھوں نے اہل حدیث کے خلاف دل کھول کر دُرافشانی کی ۔ اہل جموں نے ان کے ملفوظات کے نوٹ لے کر قاضی صاحب کو راولپنڈی آکر بتائے اور جواب کا مطالبہ کیا ۔ آپ نے ایک مبسوط کتاب لکھ کر انہیں دی اور طبع کرانے کی تاکید کی ۔ لیکن افسوس کہ وہ لوگ پوری کتاب کی طباعت پر جو خرچ آتا تھا اس کے خرچ کرنے سے جی چُرا گئے ۔ حالانکہ جب وہ امرتسر میں اس کتاب کی طباعت کی خاطر گئے تھے اور وہ کتاب مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری کو بتا کر اپنا یہ عندیہ ظاہر کیا تھا کہ ہم اس کتاب کا خلاصہ نکال کر طبع کرانا چاہتے ہیں کیونکہ پوری کتاب کی طباعت پر خرچ زیادہ آتا ہے تو انھوں نے کہا تھا کہ پوری کتاب طبع کراؤ ۔ آج تک اس گروہ کا ایسا مکمل رد شائع نہیں ہوا ۔ اور کہا کہ پیر جماعت علی شاہ کے رد میں یہ کتاب لاجواب اور حرف آخر ہے ۔ اس لیے خلاصہ نکالنے کا خیال ترک کر دو ۔ پھر بھی انھوں نے ہمت نہ باندھی اور ایک بھونڈا سا خلاصہ اس کتاب میں سے منتخب کر کے بنام سنان الموحّدین

Marfat.com

لـــدفع مطاعن الملحدین" منجانب انجمن خادم الاسلام جموں لاہور جا کر طبع کرایا۔ جس کے صرف ۲۴ صفحات ہیں۔ لیکن اس میں بھی اس گروہ کے مشہور مزخرفات وافتراءات کے ردّ کا کافی مسالہ موجود ہے۔

اس کے بعد ایک مرتبہ پھر وہی لوگ آپ کے پاس پہنچے اور ایک اور کتاب اس گروہ کے ردّ میں لکھ کر دینے کا مطالبہ کیا۔ لیکن آپ نے ان کے سابقہ رویہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی درخواست کو قابلِ اعتنا نہ سمجھا اور ان پر دوبارہ اعتماد نہ کیا۔ اس لیے ان لوگوں کو ناکام واپس جانا پڑا۔

قاضی صاحب اور پیر عبدالکریم راولپنڈی والے

یہ عبدالکریم صاحب جو بعد میں "پیر عبدالکریم" بنے پہلے اسی شہر راولپنڈی میں رنگریزی کا کام کیا کرتے تھے۔ یعنی لِلاری تھے۔ اور ہاتھوں کی محنت سے اپنا اور اپنے عیال کا پیٹ پالا کرتے تھے۔ اور پابند شریعت حقہ تھے۔ انھوں نے ترجمۂ قرآن شریف قاضی صاحب سے پڑھا نصف قرآن پڑھ چکے تھے کہ کہ آپ کو پیری مریدی کا مشغلہ زیادہ آمدنی والا نظر آیا۔ اور آپ نے خفیہ خفیہ یہ کام چھوٹے پیمانہ پر شروع بھی کر دیا۔ پہلے تو برملا طور پر سبق پڑھنے دن کے وقت آیا کرتے۔ لیکن بعد میں نئے مریدوں سے اس امر کو چھپانے کی خاطر لالٹین لے کر رات کے وقت قاضی صاحب کے مکان پر آ کر سبق پڑھتے اور اپنے نئے مشغلہ کو قاضی صاحب سے پوشیدہ رکھا۔ ترجمہ کی تکمیل ہونے کے بعد برملا دکان کھول دی اور وہی شرکیہ اور بدعیہ عقائد و اعمال اختیار کر لیے جن کا پرچار پیر جماعت علی شاہ کرتے تھے۔

انجمن حزب الاحناف اور ابن سعود مرحوم

انجمن "حزب الاحناف" کی طرف سے سلطان عبدالعزیز بن سعود کے خلاف

Marfat.com

بعض رسائل جوازِ قباب و تجصیصِ قبور وغیرہ کے بارے میں شائع ہوئے۔ پیر صاحب موصوف نے بھی اس معاملہ میں جوش و خروش سے حصہ لیا۔ اس لیے قاضی صاحب کے لیے ان کا رد ضروری ہوگیا اور آپ نے اس جماعت کے ۳۷ عدد عقائد و اقوال کا رد لکھ کر شائع کیا۔ اور اس کا نام:

سوط اللہ العزیز الحکیم الباری علی متن حافظ عبد الکریم للاری

الملقب بہ "صاعقۃ الدیان علی رؤسِ حزب الشیطان" المعروف کڑک آسمانی بر جماعت شیطانی" رکھا۔ اس میں ان کے عقائدِ شرکیہ و بدعیہ کا مکمل رد لکھا اور قرآن مجید، حدیث اور فقہ حنفی سے ٹھوس دلائل پیش کئے۔ بالخصوص منکرینِ بشریتِ رسول کے مغالطات کے مدلل اور مسکت جواب عقل اور نقل ہر دو سے پیش کئے۔ اور ثابت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو موجودات میں سے سوائے بشر کے جو کچھ بھی مانا جائے اس سے کفر لازم آتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے:

فمبلغ العلم فیہ انہٗ بشرٌ
وانہٗ خیرُ خلق اللہ کلھم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین و الآخرین، سید الانبیاء والمرسلین ہیں لیکن باوجود اس کے بشر ہیں اور اسی میں آپ کے منصب جلیل کا راز مضمر ہے۔ اس کتاب کے آخر میں زیرہ سے پیر جماعت علی شاہ کا قاضی صاحب سے فرار کا اشتہار مع خط مرسلہ بنام پیر جماعت علی شاہ، نیز شیعہ کے چند سوالوں کے جواب میں دو اشتہار جو پہلے شائع کئے گئے تھے بطور ضمیمہ دوبارہ درج کر دیئے گئے ہیں۔

پیر عبد الکریم کی طرف سے کچھ اشتہارات بھی شائع ہوئے جن کا جواب قاضی صاحب نے لکھا۔ اُدھر سے پھر جواب شائع ہوا۔ اس کا جواب الجواب

Marfat.com

بنام "الصرصر العاتیہ علی عُبّاد الجبت والطاغیہ" ملقب بہ "الریح الدبور علی عابدی القباب والقبور" قاضی صاحب نے شائع کر دیا۔ غرض اس جماعت کو لاجواب کر کے چھوڑا۔

انہیں دنوں جامع مسجد راولپنڈی والوں کی طرف سے جلسہ عید میلاد النبی کے انعقاد کے بارہ میں ایک اشتہار شائع ہوا۔ جس میں پبلک کو اس کار ثواب میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ چونکہ جامع مسجد راولپنڈی میں ایسے جلسہ کا انعقاد پہلی مرتبہ ہو رہا تھا۔ اس لیے قاضی صاحب نے اس کی شرعی حیثیت کے اظہار کے لیے مناسب جانا کہ اس اشتہار کا جواب شائع کیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے اشتہار موسومہ:

"اشتہار بجواب اشتہار مرسلہ اہل مسجد جامع راولپنڈی"

شائع کر ہی دیا۔ آپ چونکہ کھری باتیں کرنے کے عادی تھے۔ لگی لپٹی کے قائل نہ تھے اور قُلِ الحَقَّ وَلَوْ کَانَ مُرًّا پر عامل۔ اس لیے راولپنڈی میں نئے طور پر اس رسم کے اجراء کو دینِ متین کو ناقص ظاہر کرنے پر محمول کیا۔ اور منتظمینِ مسجد جامع اور مولوی محمد نعیم خطیب مسجد مذکور پر سخت انکار کیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اشتہار کو بجنسہ یہاں نقل کر دیا جائے تاکہ ناظرینِ صحیح مسلک کو خود دیکھ لیں۔ اور قاضی صاحب کے اس معاملہ میں حق بجانب ہونے کی داد دیں۔ وھو ھذا:

"جواب اشتہار مرسلہ اہلِ مسجد جامع"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

Marfat.com

اما بعد

پس بخدمت اراکین مسجد جامع راولپنڈی عموماً و بخدمت مولوی محمد نعیم صاحب خطیب جامع مسجد خصوصاً، مؤدبانہ عرض ہے کہ یہ عید میلاد النبیؐ فقہ کی یا حدیث کی کون سی کتاب میں ہے یا صحابہ مہاجرین وانصار واہل حدیبیہ، اہل بیعۃ الرضوان واہل بدر وغیرہم میں سے کس سے ماثور ہے یا تابعین و تبع تابعین و ائمہ اربعہ میں سے کس سے منقول ہے۔ مہربانی فرما کر بیان فرمادیں۔ اور اگر یہ نہ کریں تو بیان فرمائیں کہ اللہ عزوجل نے دین کو کامل کر دیا ہے یا نہیں کیا تب آپ لوگ اس کی ترمیم و تکمیل کر رہے ہیں یا بقول عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (وہ عبداللہ بن مسعودؓ جن کے اقوال و روایات پر مذہب حنفی کی بنا ہے اور فقہ میں سند فقہ حنفی کی انہیں سے لکھی ہے) بمقابل ان بدعتیوں کے جو بہت سے کنکر رکھے ہوئے ان پر مسجد میں ختم پڑھ رہے تھے (کہا تھا) ویحکم یا امۃ محمدؐ ما اسرع ھلکتکم ھؤلاء صحابۃ نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم متوافرون وھذہٖ ثیابہٗ لم تبل وآنیتہٗ لم تکسر والذی نفسی بیدہٖ انکم لعلی ملۃ ھی اھدی من ملۃ محمدؐ او مفتتحی باب الضلالۃ الخ، کہ تمھاری شامت آئی ہے اے امت محمدؐ یہ کیا ہی جلدی تمہاری ہلاکت آن پہنچی (دیکھو) یہ تمہارے نبیؐ کے کپڑے سلامت موجود ہیں۔ جواب تک پرانے نہیں ہوئے اور یہ آپ کے برتن بھی موجود ہیں جو ابھی نہیں ٹوٹے۔ مجھ کو قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یا تو تم ضرور ایسے دین پر ہو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے زیادہ ہدایت والا ہے اور یا ضرور تم گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو۔ تا آخر حدیث طویل (سنن دارمی ص ۳۸ ر ۱۵ لمبی حدیث ہیں) سو اس مجلس میلاد میں حاضر ہونے کو جو آپ نے موجب اجر

Marfat.com

دارین قرار دیا ہے۔ یہ اجرِ دارین ایسا ہے کہ اس سے صحابہ و تابعین و تبع تابعین
کہ خیر القرون ہیں و ائمہ اربعہ و ارباب فقہ حنفی تمام محروم رہے اور آپ لوگوں نے
اس اجر کو حاصل کر لیا یا بقول عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ گمراہی کا دروازہ
کھولنے والے ہیں۔ سو مولوی محمد نعیم صاحب اس کا ضرور جواب دیں کہ پہلے اس
مسجد جامع میں کبھی یہ اجر دارین حاصل نہیں فرمایا گیا اور ہم تو اس کو نصاریٰ کی تقلید
سمجھتے ہیں کہ راولپنڈی میں قاضی سراج الدین متوفی نے یہ سنتِ نصاریٰ کی شروع
کی۔ اگر مولوی محمد نعیم صاحب نے جواب نہ دیا تو اس وعیدِ شدید کے نیچے آنے کا
خوف ہے الساکتُ عن الحق شیطان اخرس (حق سے سکوت کرنے والا
گونگا شیطان ہے) اور زیادہ تعجب خیر بات یہ ہے کہ یہی دن آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی وفات کا بھی ہے تو چاہیے کہ اس دن خوشی بھی کریں اور غم والم بھی
کریں۔ یہ دونوں ضدین جمع تو نہیں ہو سکتیں اس لیے کہ اجتماع ضدین محال ہے۔
تو آدھے آدمی جامع مسجد کی ایک طرف جمع ہو کر ماتم و سوگ کریں جیسے کہ روافض
عاشورہ کے دن کرتے ہیں اور آدھے خوشی و جشن و عید منائیں جیسے خوارج عاشورہ
میں کرتے ہیں۔ اور جامع مسجد مجمع خوارج و روافض بن جائے گی اور اللہ عزوجل
کو عہدہ اکمال و اتمام دین سے معزول کر کے اس عہدہ پر مولوی محمد نعیم صاحب
کو قائم کیا جائے گا اور ان کے سر پر کُلّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلّ ضَلَالَۃٍ
فِی النَّارِ کا سہرہ باندھا جائے گا۔ فقط

وما علینا الا البلاغ المبین والحمد للہ رب العلمین

(ایک ہزار طبع شد) حررہٗ عبدالاحد خانپوری۔ عفی اللہ عنہ)

۱۳ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۹ ستمبر ۱۹۲۷ء (مکتبی آرٹ پریس راولپنڈی)

(نقل مطابق اصل ہے (قاضی محمد عبداللہ خانپوری عفی عنہ)

Marfat.com

قاضی صاحب اور مرزائے قادیان

آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں متعدد رسائل لکھے اور کھری کھری باتیں سنائیں۔ مرزا صاحب نے جہاں اپنے اشد مخالفین کا ذکر کیا ہے اس جگہ قاضی صاحب کا نام نمایاں طور پر مذکور ہے۔ ان رسائل کے نام آپ کی فہرست تالیفات میں دیکھیں۔

ایک مرتبہ مولوی نورالدین بھیروی خلیفہ قادیان راولپنڈی میں وارد ہوئے چونکہ آپ نے مع اپنے برادرِ خورد قاضی محمد صاحب، حکیم صاحب سے طب جموں جا کر پڑھی تھی۔ اس وقت تک ابھی مرزا صاحب کا ظہور نمایاں طور پر نہ ہوا تھا۔ اور حکیم صاحب سنی العقیدہ تھے۔ لیکن اس وقت بھی بعض اوقات بقول قاضی محمد صاحب مرحوم اہل سنت کے ٹھوس عقیدہ کے خلاف کچھ بے تکی باتیں ہانک دیا کرتے تھے۔ اور یہ دونوں بھائی ان سے کہا کرتے تھے کہ ہم ایسی باتیں نہیں سُن سکتے۔ اگر آپ ایسی باتیں کریں گے تو ہم آپ سے پڑھنا ترک کر دیں گے۔ اور واپس چلے جائیں گے۔ حکیم صاحب تحمل سے کام لیتے۔ لہٰذا اس سابقہ تعلق کی وجہ سے قاضی صاحب ان کی ملاقات کے لیے چلے گئے۔ دوران گفتگو حکیم صاحب نے کہا" بھائی صاحب! آپ نے مرزا صاحب کی تکفیر کیوں کی؟ کیا آپ کو آسمان سے آواز آئی یا زمین سے کہ مرزا صاحب کافر ہیں؟" قاضی صاحب: " دونوں طرف سے"۔ حکیم صاحب:"وہ کیسے؟" قاضی صاحب:"آسمان کی طرف سے آوازیں نہیں آیا کرتیں۔ لیکن جو احکام بذریعہ وحی آسمان کی طرف سے آتے ہیں۔ ان کی رُو سے مرزا صاحب کافر ہیں یہ تو ہوئی آسمانی آواز۔ باقی رہی زمین تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ کل دنیا انہیں کافر کہتی ہے۔ یہ ہوئی زمین کی آواز"۔

Marfat.com

حکیم صاحب نے سکوت ہی اختیار کیا اور اپنی جماعت والوں کو تاکیداً ہدایت کی کہ اس شخص کو کبھی نہ چھیڑنا ورنہ وہ تمھیں مرتے دم تک نہ چھوڑے گا۔ میں اس کا طالب علمی کے زمانہ سے واقف ہوں۔ یہ میری نصیحت یاد رکھنا اور جس سے چاہو مقابلہ کرو لیکن اسے (قاضی صاحب کو) مدمقابل نہ بنانا۔

کچھ عرصہ تک تو ان کی جماعت کو یہ نصیحت یاد رہی۔ لیکن ایک مرتبہ انہیں جوش آہی گیا اور ایک اشتہار راولپنڈی میں شائع کر ہی دیا۔ لوگ چونکہ جانتے تھے کہ ان کی خبر لینے والا قاضی صاحب سے بہتر اور کوئی شخص نہیں۔ اس لیے وہ اشتہار لے کر قاضی صاحب کے پاس آتے اور کہا کہ جناب! امتِ مرزائیہ نے یہ اشتہار شائع کیا ہے۔ براہِ مہربانی اس کا جواب تحریر فرمائیں۔ قاضی صاحب: یہ کیسے بلوں سے نکل آتے ہ" یعنی اتنا عرصہ حسب نصیحت مولوی نور دین خاموش تھے۔ اب انہیں یہ جرأت کس نے دلاتی ؟ آپ نے اس اشتہار کا جو جواب لکھا اس کے نام سے گزشتہ گفتگو کی تائید ہوتی ہے۔ اس جواب کا عنوان یہ تھا "اِذَا خَرَجَتِ العَقرَبُ فَالنَّعلُ حَاضِرَۃٌ" (یعنی جب بھی بچھو اپنی بل سے باہر نکلے تو جوتا حاضر ہے) پنڈی والے مرزائی کیا تھے۔ قادیان والے بھی اس کا جواب نہ دے سکے یہ تھا مرزائیوں کے اشتہار کا ترکی بہ ترکی جواب۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے جب پیر مہر شاہ صاحب گولڑوی کا مرزا صاحب کے مقابلہ کی خاطر لاہور جانا ہوا تھا تو آپ پیر صاحب کے دستِ راست اور مشیرِ خاص تھے (مخالفت تو بعد میں ہوئی)

اس فرقہ کے مقابلہ میں آپ کا سب سے بڑا کارنمایاں بمقام زیرہ آپ کا ان سے مباہلہ کرنا تھا جس کے نتیجے میں آپ کا مدمقابل مولوی محمد علی (یا علی محمد) مرزائی بمعہ اپنے ساتھیوں کے آپ کے سامنے ہلاک ہوا اور آپ

Marfat.com

کو فتح مبین حاصل ہوئی۔ فالحمد للہ الذی نصر عبدہٗ وانجز وعدہٗ و
اخزی عدوہٗ!

قاضی صاحب اور مولوی ثناء اللہ مرحوم امرتسری

مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک عربی تفسیر موسومہ "تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" لکھی تھی۔ چونکہ عام طور پر آپ کا مقابلہ عیسائیوں، آریوں، دھریوں سے رہتا تھا۔ اس لیے اس تفسیر میں کچھ ایسا رویہ اختیار کیا گیا تھا کہ بعض باتیں عقیدۂ اہل سنت والجماعۃ اور سلفِ امت کے خلاف بھی تحریر کی گئیں۔ بزرگانِ غزنویہ نے نمونتاً اس میں سے چالیس غلطیاں نکالیں جو رسالہ "اربعین" میں شائع ہوئیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کا جواب اپنے رسالہ "الکلام المبین" میں دیا۔ چونکہ قاضی صاحب بزرگانِ غزنویہ کے ہمنوا تھے۔ آپ نے بھی اس معاملہ میں دل کھول کر حصہ لیا۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے رسالہ کا جواب الجواب بنام "النقض المتین علی الکلام المبین" لکھ کر شائع کیا[1] اور مولوی ثناء اللہ صاحب کو دعوتِ مناظرہ بھی دی۔ اس معاملے نے طول کھینچا۔ ایک دفعہ مدراس میں فریقین میں صلح بھی ہوئی۔ لیکن شرائط کی پابندی کماحقہٗ نہ ہوئی۔ قاضی صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو وعدہ شکنی کی طرف توجہ دلائی لیکن بے سود مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی کچھ رویہ سخت اختیار کیا۔ قاضی صاحب نے مولوی صاحب

---

[1] اس رسالہ کا دوسرا نام ہے علیہا تسعۃ عشر، الکلام المبین (ص ۴۹) میں متکلمین اشاعرہ کی طرح قرآنِ مجید کو اللہ تعالیٰ کا "کلامِ نفسی" تسلیم کیا ہے۔ اس پر قاضی صاحب نے ۱۹ سوال وارد کئے ہیں جن کو شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ کی عبارات سے مزین فرمایا۔ (ع۔ ح)

Marfat.com

کے خلاف ایک ضخیم کتاب لکھ ڈالی جس کے ناموں میں سے دو نام یہ ہیں ۔

کتاب التوحید والسنۃ فی رد اھل الالحاد والبدعۃ

الموسوم بہ

تنقید اھل السنۃ والحدیث من المواد الردیۃ والخلط الخبیث

ان کتابوں کے علاوہ کچھ اشتہارات بھی اس بارہ میں شائع ہوئے ۔

اللہ تعالیٰ ہر دو مرحومین پر رحم کرے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے ۔ آمین

[اِستدراک]

مناسب تھا کہ اس نزاع کا جو تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن سے پیدا ہوا تھا، اس کا ایک معرکۃ الآراء حصہ جو "فیصلہ آرہ" کے عنوان سے تھا وہ بھی اس جگہ ذکر کر دیا جاتا یعنی "تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" طبع ہونے پر اربعین فی ان ثناء اللہ لیس علی مذھب المحدثین بل ھو من المحدثین فی الدین الجھمیۃ والمعتزلۃ والقدریۃ المحرفین" کے عنوان سے ایک فتویٰ علمائے غزنویہ نے شائع کیا (۲۲ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ) جس پر تقریباً سو کے قریب جید علماء اہلِ حدیث کے دستخط ثبت تھے ۔ جن میں حضرت میاں صاحب مولانا سید محمد نذیر حسین محدثؒ کے تلامذہ کی اکثریت شامل تھی ۔ اس فتویٰ کے جواب میں نوجوان مصنف تفسیر القرآن نے جواب آں غزل کے طور پر ایک شوخیانہ انداز کی کتاب طبع کر دی ۔ اس زمانے میں مولانا ثناء اللہ مرحوم غیر مسلموں سے کامیاب مناظرات کے باعث ملک (متحدہ ہندوستان) میں کافی شہرت پا چکے تھے ۔ بنا بریں اربعین اور الکلام المبین سے جماعت اہلِ حدیث (متحدہ ہندوستان) کے اندر دو دھڑے بن گئے ۔

Marfat.com

جید اور پرانے علماء فتویٰ کے ساتھ تھے اور دوسرے درجے کے علماء اور عوام "الکلام المبین" سے متاثر تھے۔ بنا بریں ایک بہت بڑے اجلاس بمقام آرہ بہار میں علمائے اہلحدیث جمع ہوئے جس میں اکثریت مولانا ثناء اللہ مرحوم سے متاثرین کی تھی اور یہ خواہش تو سب کی تھی کہ یہ جماعتی نزاع ختم ہو چنانچہ تین جید بزرگ علمائے اہل حدیث کو ثالث مان لیا گیا کہ اربعین اور الکلام المبین کے بارے میں جو وہ فیصلہ دے دیں اس کو تسلیم کر کے نزاع ختم کر دی جائے۔ چنانچہ مجلہ "ضیاء السنۃ" کلکتہ مجریہ رجب اور شعبان ۱۳۲۲ھ کے دو شماروں میں "فیصلہ آرہ" اور "نتیجۃ المحاکمہ" بطور ضمیمہ شائع ہوا تھا۔ نیز الگ سے بھی حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم نے "فیصلہ آرہ" کے عنوان سے رسالہ کی صورت میں طبع کر دیا تھا اور حاشیہ پر موقع بہ موقع اپنا دفاع بھی کر گئے تھے۔ والقصۃ بطولہا بہرکیف ضیاء السنۃ میں شائع شدہ ضمیمہ "استدراک" کے طور پر آئندہ صفحات کی زینت ہے۔ وباللہ التوفیق ہم سب مرحومین کے حق میں دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔

فیصلہ آرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہٗ فلا ھادی لہٗ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اما بعد:

Marfat.com

جناب مولوی ابوالوفا محمد ثناءاللہ امرتسری مولوی فاضل نے ایک تفسیر عربی زبان میں تصنیف کی اور اس کا نام بہ سبب خاص التزام کے تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن رکھا۔ غزنوی خاندان والاشان کے حضرات علمائے کرام مدّ اللہ ظلالہم نے اس تفسیر میں چالیس غلطیاں پکڑیں اور ان کی بنا پر یہ فتویٰ دیا کہ مولوی ثناءاللہ صاحب اہل السنہ والجماعت کے اعدل الفرق فرقہ اہل حدیث سے خارج ہیں۔ اور ان کا مجموعہ الاربعین فی ان ثناءاللہ لیس علے مذہب المحدثین کے نام سے شائع ہوا۔ جناب مولوی ابوالوفا محمد ثناءاللہ امرتسری صاحب مولوی فاضل نے ان اعتراضات سے بری اور سبکدوش ہونے کی غرض سے ان کے جوابات لکھے اور ان کے مجموعہ کو الکلام المبین سے نامزد کر کے شائع کیا۔ غزنوی خاندان کے علمائے کرام نے اپنے نزدیک اُن جوابات کو ناکافی سمجھ کر اپنے اعتراضات کو واپس نہ لیا۔ جلسہ مذکورہ علیہ آرہ واقعہ ۱۳۲۴ھ (جہاں علمائے اہلحدیث کا ایک بڑا مجمع تھا) میں یہ رائے قرار پائی کہ اس قضیہ میں محاکمہ کیا جاوے۔ بمشورہ اکابر علما تین حضرات اس کام کے لیے چُنے گئے۔ جناب مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب غازی پوری، جناب مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب مُحدّث ڈیانوی، جناب حضرت مولانا مولوی شاہ محمد عین الحق صاحب پھلواروی۔ چنانچہ معاہدہ کے طور پر ایک مضمون لکھا گیا اور مولوی محمد ثناءاللہ صاحب نے اس پر دستخط کیے۔

چونکہ جانبین کی منظوری کو اس میں دخل ہے۔ اس لیے اس معاہدہ کی منظوری کی تحریک دوسرے فریق سے بھی کی گئی اور اس طرف کے اعیان (مولوی محمد عبدالجبار صاحب امرتسری۔ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔ مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری) کو لکھا گیا۔ تینوں حضرات میں سے صرف مولوی احمد اللہ صاحب

Marfat.com

نے اپنی منظوری صاف صاف لکھی اور اس فساد کے دور ہونے کی مزید تمنا ظاہر کی اور تحریک فرمائی ۔ مگر دو حضرات نے منظور نہیں کیا ۔ ہر چند ایک جانب کے لوگوں کی نامنظوری موجب اس کی تھی کہ محاکمہ نہ کیا جاتے ۔ چنانچہ حضرات محاکمین کو تامل ہوا اور یہی وجہ تاخیر کی ہوئی ۔ مگر مولوی ثناء اللہ صاحب کا اصرار اور مولوی احمد اللہ کی مزید تحریک اور کوشش نے آخر فیصلہ لکھنے پر آمادہ کیا ۔ مولوی احمد اللہ نے یہ بھی لکھا تھا کہ "مولوی محمد عبد الجبار صاحب کہتے ہیں کہ فیصلہ ہو جاتے تو منظور کر لیں گے ۔" ہر چند جانبین کے جانب دار اس محاکمہ سے بہرہ مند نہ ہوں گے اور بلکہ حکموں سے اُن کو خلش ہو جاتے گی ۔ مگر جو لوگ جانب داری سے پاک ہیں ان کو فائدہ ہوگا اور فتنہ دور نہ ہوگا تو کم ضرور ہو جائے گا ۔ علاوہ عام لوگوں کا تفسیر متنازعہ فیہ کے متعلق جو خیال ہے اُس پر اس کا اثر پڑے گا ۔

راقم محمد عبد العزیز، مہتمم مدرسہ احمدیہ آرہ ۔

المحاکمۃ الاولیٰ

وَاِذَا حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝ پہلی بحث تفسیر کریمہ وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ الآیہ ہے ۔ حکم کو اس موقع میں دو امور مد نظر رکھنے ہیں اور دو مقدموں پر بحث کرنی ہے نمبر ۱ (مقدمہ اولیٰ) آیت مذکورہ کی تفسیر صحیح ہے یا نہیں ، نمبر ۲ ۔ ایسی تفسیر اس کو موجب ہے یا نہیں کہ مفسر کو اہل سنت اہل حدیث سے خارج کہا جاتے ۔ ظَلَّلْنَا کے معنی "سائبان بنانا" متفق علیہ ہے ۔ مولوی ثناء اللہ بھی آیت کا ترجمہ یہی "ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا" لکھتے ہیں ۔ دیکھو الکلام المبین صفحہ ۶۷، سطر ۱۲ ۔ مگر مولوی صاحب تفسیر اس آیت کی یوں فرماتے ہیں (تم پر مناسب موقعوں پر خوب بارشیں کیں) ترجمہ اور تفسیر میں جو بُعد ہے ظاہر ہے ۔ مولوی صاحب ایسی تفسیر اختیار کرنے کی ضرورت یہ بناتے ہیں کہ مقام احسان جتلانے کا ہے

Marfat.com

اور چالیس برس تک برابر سایہ رہنا اور آفتاب کا نظر نہ آنا احسان نہیں بلکہ عقاب ہے کما ھو محصل کلامہ۔ ہم لوگ عرض کرتے ہیں کہ مفسر نے شاید اس کو خیال نہیں کیا کہ بعینہ یہی اشکال بارش کے معنے میں بھی موجود ہے۔ کیوں کہ چالیس برس تک برابر پانی برسنا اشد عذاب ہے۔ اسی لیے آپ نے (مناسب موقعوں پر) کی قید لگادی۔ بس یہی قید وہاں بھی لگا دیئے۔ آپ کا اشکال (جو سایہ بنانے کے معنی پر ہے) اُٹھ جاتے گا۔ اور جب وجہ دُور ہوگی تو ایسی تفسیر (جو ترجمہ سے بالکل بعید ہے) کیوں مختار ہوگی۔ آپ خود لکھتے ہیں" اگر بادلوں کا سایہ صرف ٹھنڈک کے لیے ہوتا تو یہ سایہ جنوں کے سایہ سے مضرت میں کم نہ ہوتا۔" اس فقرے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ تظلیل کی غایت ٹھنڈک کو آپ نے تسلیم کیا۔ مگر آپ کی تفسیر سے یہ مفہوم نہیں ہوتا جس سے آپ کی تفسیر کا نقصان ہوا۔ دوسرا معنی آپ کے فقرے کا یہ ہوا کہ اگر تظلیل کی غایت ٹھنڈک کے سوا اور کچھ نہ ہو تو موجب مضرت ہے۔ یہ مضمون ایسا غلط ہے کہ اس کی غلطی ہر ذی ہوش سمجھ سکتا ہے۔ اس مضمون پر آپ کی دلیل "چونکہ آفتاب کی حرارت سے جو کہ انسان کی صحت پر اثر پہنچتا ہے اُس کے روکنے سے الخ" بالکل بے محل اور بے جوڑ ہے۔ کیونکہ حاصل یہ ہوا کہ تظلیل کی غائیت ٹھنڈک کے سوا دوسری نہ ہونے کو لازم ہے کہ آفتاب کی حرارت نہ پہنچے لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ کیسا غلط مضمون ہے علاوہ کیا تظلیل کی غایت بارش ہونے سے لازم آتا ہے کہ آفتاب کی حرارت نہ پہنچے۔ بات یہ ہے کہ جب انسان کسی غلط مضمون کی تصحیح کرنے لگتا ہے تو اس سے بیش از بیش غلطیاں صادر ہوتی ہیں۔ اللہ پاک نے اس مقام میں بنی اسرائیل پر وہ احسان جتلاتے ہیں جو خالص انہیں پر ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا

یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العلمین۝

Marfat.com

یہاں وہی احسانات مذکور ہیں جن میں بنی اسرائیل کو خصوصیت تھی۔ یہ قرینہ صریح اس پر دلالت کرتا ہے کہ تظلیلِ غمام ایک خاص احسان تھا بنی اسرائیل پر، اور وہ خصوصیت تفسیر ثنائی کے صحیح ماننے میں مفقود ہے ظَلَّلْنَا خود بیان غایت ہے بادلوں کے بھیجنے کا جس کا آپ نے اقرار کیا، کیونکہ سایہ بنانا اور ٹھنڈک پہنچانا یہاں ایک ہی بات ہے۔ پھر ایسی تفسیر کرنی جس سے یہ غایت مفہوم نہ ہو اس بیانِ غایت کا الفاظ ہے وَھُوَ کَمَا تَرٰی۔ علاوہ موقع مناسبہ بارش اور مواقع مناسبہ تظلیل میں عموم و خصوص من وجہ ہے ایک دوسری کو لازم نہیں ہے۔ تظلیل کے معنی سایہ بنانا اور اس کا غایت ہونا آپ مانتے ہیں۔ مگر اس غایت کی ایک غایت اپنے ذہن سے بلاضرورت تراشتے ہیں جس کی کوئی وجہ صحیح آپ نہیں بتا سکتے۔ ایسی حالت میں اگر اس کو کوئی تفسیر بالرائے کہے تو کیا محل سخن ہے۔ حاصل اس تفسیر کا یہ ہوا کہ بادلوں کو سایا بنانا پانی برسانے کے لیے ہوا۔ صاحب ذوقِ سلیم سمجھ سکتا ہے کہ پانی برسانے کی غرض سے سایہ بنانا بے معنی فقرہ ہے۔ علاوہ جب بنی اسرائیل کے لیے مناسب موقعوں پر خوب بارشیں ہوئیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کے لیے پانی مانگنے کی کیا ضرورت ہوئی اور پانی کا سامان پتھر اور اس میں لکڑی مارنا کیوں ہوا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی تفسیر پر ایک شہادت یہ پیش کی کہ اس کا دوسرا جملہ وانزلنا علیکم المن ہے من کی بابت بخاری میں موجود ہے۔ الکماۃ من المن اس حدیث کو اگر تاویل کی زد سے محفوظ رکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا من نباتات کی قسم تھا جو عموماً بارش کے پانی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس استشہاد کی بناء اس پر رکھی گئی ہے کہ حدیث الکماۃ من المن کی تاویل نہ کیجائے۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ تاویل نہ کیے جانے کے معنی نہیں

Marfat.com

معلوم ہوئے۔ اگر یہ مراد ہے کہ کھمبی کو مَن تسلیم کیا جائے تو مَن ایک لفظ عربی ہے
جس کا مدلول لغوی معلوم ہے اور وہ مدلول کھمبی نہیں ہے اور اگر یہ مراد ہے۔ کہ
بنی اسرائیل والا من کھمبی ہے نہ مدلول لفظ من کا تو تاویل بہر حال ہوئی۔ حدیث میں
ہو خواہ آیت میں فتامل۔ بنا بر استشہاد مذکور آپ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل
والا من نباتات کی قسم تھا۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ بنی اسرائیل والا من کھمبی تھا یا نہیں
اگر آپ فرمائیں کہ وہ من بھی کھمبی تھا تو اس کے مقابلہ میں قثا، گیہوں وغیرہ کو ادنیٰ کہنا
اور کھمبی خیر صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا موقع جب ہے کہ ذہن مخاطب میں
اس کی خیریت اور گیہوں وغیرہ کا ادنیٰ ہونا واشگاف اور بین ہو حالانکہ اس کی
خیریت من حیث الطعام آج تک مفہوم نہیں ہوتی اگر وہ من کھمبی نہ تھا تب
آپ کے استشہاد کا حاصل یہ ہے کہ من بنی اسرائیل اور کھمبی میں مماثلت ہے
اور وہ مماثلت نباتی ہونا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ مماثلت نباتی ہونا مسلم نہیں،
بلکہ شفا ہو سکتا ہے۔ جس پر حدیث کا دوسرا جملہ ما رھا شفا للعین دلالت کرتا
ہے اور آپ کی مماثلت کو بنی اسرائیل کا اس کے بدلے نباتی چیزیں طلب کرنا،
(یخرج لنا مما تنبت الارض) آبی ہے البتہ حدیث سے اس قدر مفہوم ہوتا
ہے کہ بنی اسرائیل والا من علاوہ طعام ہونے کے ذو شفا چیز تھی۔

مقدمہ ثانیہ:۔ ایسی تفسیر موجب اس کو ہے یا نہیں کہ مفسر کو اہل سنت
اہل حدیث سے خارج کیا جائے۔ اس مقدمہ کی نسبت ہم اولاً ان فیصلوں پر
بحث کرتے ہیں جو بعض صاحب فضل و کمال اپنی تحریر مطبوعہ میں کر چکے ہیں۔
مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی مفسر کو خارج از اہلحدیث فرماتے
ہیں اور بڑے زور شور کے ساتھ اس کے اشتہارات دیتے ہیں اور پر زور دلائل
سے اس کو ثابت کر دکھانے کا وعدہ فرماتے ہیں۔ ایک تحریر بنام "الثی میٹم ٹآخری

Marfat.com

اعلانِ جنگ) ان کی شائع ہو چکی ہے۔ ہم اس موقعہ میں انہیں کی تقریر سے اولاً بحث کرتے ہیں۔ مولانا ممدوح اپنے رسالہ نصیحت نامہ کے صفحہ ۱۵۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "شرطِ انصاف یہ ہے کہ جس سبب سے وہ اس کو خارج کریں۔ ان کی واقعی اور مسلمہ اصول کی عدم تسلیم کی شہادت سے خارج کریں اور جس مذہب کی طرف منسوب کریں ان کے مسلمہ اصول کی پیروی کی شہادت سے منسوب کریں۔" یہ انصاف مولانا کا نہایت قابلِ قدر ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ انصاف مولوی ثناء اللہ کے ساتھ نہ برتا گیا۔ اور اہلحدیث سے ان کو خارج کیا گیا۔ اور اصول مسلمہ اہل حدیث کے عدم تسلیم کی شہادت نہیں پیش کی گئی۔ اور ان کو نیچری یا معتزلی وغیرہ کہا گیا اور ان کے مسلمہ اصول کی پیروی کی شہادت نہیں پیش کی گئی۔ اس کو خلافِ انصاف اور دوسرے لفظوں میں ظلم کیوں نہیں کہیں گے۔ مولانا ابو سعید صاحب اپنے رسالہ نصیحت نامہ کے صفحہ ۱۵۷ میں فرماتے ہیں۔ "یہ اصول مسلمہ ہے کہ لازم المذہب لیس بمذہب مگر جب اس سے التزام تک نوبت پہنچ جاتے۔" اگرچہ فقرہ ثانیہ کی یہاں ضرورت نہ تھی کیونکہ التزام کی صورت میں بناتے حکم التزام ہوگا نہ وہ لزوم۔ با ایں ہمہ دیکھنا یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو نیچری وغیرہ قرار دینے میں کہاں تک اس قاعدہ کی پابندی کی گئی۔ یہاں پر تین امور ملحوظ ہونے اور لکھے جانے تھے۔ نمبر ۱۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کا مذہب، نمبر ۲۔ اس مذہب کا لازم، نمبر ۳۔ اُس لازم کا التزام۔ مگر افسوس ہے کہ تینوں امور میں سے کسی کا خیال نہیں کیا گیا۔ کہیں کوئی صاحب ان امور کی تفصیل نہیں فرماتے ہیں۔ اگر آیت کا معنی غلط بیان کرنا ہی مذہب قرار دیا جاتے تو دو امر بالکل رہ گئے جن کو کسی صاحب نے بیان نہیں کیا۔ پھر کیوں اس کو خلاف انصاف اور ظلم نہ کہا جائے گا۔ جیسا کہ مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی صاحب کا ارشاد ہے

Marfat.com

اس میں شبہ نہیں ہے کہ کسی کو خارج از اہل حدیث بنانے میں مذہب اہلحدیث کی تعریف کی ضرورت ہے۔ ایک تعریف مولوی ثناء اللہ صاحب کی تقریر (جو الکلام المبین کے آخر میں ہے) سے مستفاد ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ "اہلحدیث وہ ہے جو اہل حدیث کی مسلمہ کتابوں سے بطریق اہل سنت استدلال کرتا ہو" ہر چند قاعدہ کی رُو سے ظاہراً یہ تعریف صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں دَور لازم آتا ہے۔ مگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ مراد علماء محدثین کی کتابیں ہیں۔ صاحب اشاعۃ السنہ اس تعریف پر اعتراض کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ "اہل حدیث اور اہل سنت ہونے کا مناط صرف کتب اہل حدیث سے استدلال نہیں ہے۔ یہ استدلال تو حنفیہ اور شیعہ وغیرہ بھی کرتے ہیں۔" یہ اعتراض ہمارے خیال میں بالکل بے جا ہے۔ یہ کون نہیں سمجھے گا کہ استدلال سے مراد قبولاً استدلال ہے نہ رداً اور شیعہ وغیرہ کا استدلال قبولاً نہیں ہوتا۔ علاوہ مولوی ثناء اللہ نے اپنی تعریف میں استدلال کے ساتھ (بطریق اہل سنت) کی قید لگا دی ہے پھر اس قید کو چھوڑ کر اعتراض کرنا کیا ذاب محصلین ہے؟ دوسرا اعتراض صاحب اشاعۃ السنہ کا تعریف ثانی پر (جو ان کے نصیحت نامہ کے صفحہ ۱۵۷ میں بذیل تمہید مذکور ہے) یہ ہے کہ: "مذہب اہلحدیث مُدوّن نہیں ہے اور اس کے فروع واصول کی کوئی کتاب بجز ایک چھوٹے سے رسالہ "دُررِ بہیہ" اور اس کی شرح کے میری نظر سے نہیں گزری" ملخصاً۔ ہم حیران ہیں کہ مذہب اہلحدیث (جس کی ہر طبقہ کے بڑے بڑے علماء حقانی خدمت کرتے رہے اور ان کے متعلق بڑی بڑی مبسوط کتابیں تصنیف کیں کہ کسی مذہب کی کتابیں اتنی اور ایسی ایسی نہیں ہیں۔ وہ کیوں ایسا بے بنیاد اور غیر مخدوم اور بے اعتبار مذہب بتایا گیا ہے۔ حسرت بالائے حسرت اور افسوس صد افسوس ہے۔ کیا اصول حدیث کی کتابیں متعدد

Marfat.com

نہیں ہیں اور حدیث کے اصول اہلحدیث کے اصول نہیں ہیں ؟ نہیں معلوم کہ اصول و فروع سے کیا مراد ہے ؟ کیا مثلاً صحیح بخاری کے تراجم ابواب عقائد و اعمال کے مسائل نہیں ہے۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس ۔کیا نیل الاوطار وغیرہ شرح احادیث کی متعدد کتابیں نہیں ہیں اور ان میں مذہب اہلحدیث کے مسائل مدون نہیں ہیں۔ کیا زاد المعاد پیشِ نظر نہیں ہے۔ سب کو جانے دیجئے۔ سفر السعادت، نور السنہ، بلاغ المبین، فقہ الحدیث ایسے چھوٹے چھوٹے رسالے بچوں کے ہاتھوں میں متداول ہیں۔ ہم کو یہاں پر وہ مثل جو مولانا ابوسعید نے اپنے نصیحت نامہ میں لکھی ہے یاد آتی ہے "چندیں سال خدائی کردی و ہنوز گاؤ خر را نہ شناختی"۔ دوسری تعریف صاحب اشاعۃ السنہ اپنے رسالہ نصیحت نامہ کے صفحہ ۱۵۹ میں فرماتے ہیں کہ اہل حدیث کا مذہب حدیثِ صحیح ہے۔ بیشک یہ تعریف بہت صحیح ہے۔ مگر یہ دور ہے کہ حدیث کی صحت اور اس کا علم اہلحدیث کی مسلمہ کتابوں ہی پر موقوف ہے غرض دونوں تعریفوں کا حاصل ایک ہی ہے۔ **آمدم برسر مطلب**، مولوی ثناء اللہ صاحب اہلحدیث ہیں یا نیچری وغیرہ ہیں۔ مولانا ابوسعید صاحب اپنے رسالے کے صفحہ ۵۹ میں صاف فرماتے ہیں کہ "صرف مطابقت کسی مذہب کی کافی نہیں جب تک وہ قول اُن کے اصول پر مبنی نہ ہو" اور ظاہر ہے کہ اس آیت کی تفسیر کا نیچری وغیرہ کے کسی اصول پر مبنی ہونا نہیں ثابت کیا گیا۔ محض ادعاءً کہنے سے کہ یہ تفسیر انکار معجزہ پر مبنی ہے کیونکر مقبول ہو سکتا ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ مفسر صاف صاف معجزہ کا اقرار کرتا ہے۔ اور اس تفسیر (جس پر اعتراض ہے) میں اس پر شہادتیں پیش کرتا ہے۔ چنانچہ مولانا ابوسعید صاحب نے اس الزام (انکار معجزہ وغیرہ) سے ان کے بَری ہونے کا اقرار کیا ہے۔

Marfat.com

المحاکمۃ الثانیۃ دوسرا محاکمہ فبدّل الّذین ظلموا قولا غیر الّذی قیل لھم الخ کے متعلق

ہے اس آیت میں تبدیلِ قول اور رجز کی تعیین زیرِ بحث ہے کہ بنی اسرائیل کی تبدیلی کیا تھی اور رجز ان پر کون سا اُترا تھا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی تبدیلی بیت المقدس میں داخل ہونے سے انکار کرنا اور انا لن ندخلھا کہنا تھا اور ان پر رجز چالیس برس تک بیت المقدس سے ان کو محروم رکھنا تھا۔ اور یوں تفسیر کرنے کا سبب تفسیر بالقرآن کا التزام بیان کرتے ہیں قطع نظر اس کے کہ یہ سبب کافی ہے یا نہیں۔ ہم محض اس تفسیر کے متعلق بحث کرتے ہیں۔ آیت کا ترجمہ صاف اور صریح یہ ہے کہ ظالموں نے جو بات ان کو کہی گئی تھی اس کو بدل ڈالا۔ کسی بات کو بدل دینا اور کسی حکم کی بجا آوری سے انکار۔ دونوں کے مفہوم میں جتنا بُعد ہے ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کا انا لن ندخلھا کہنا بجا آوری حکم سے انکار تھا نہ کسی بات کا بدلنا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اس واقعہ کو تسلیم کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو ایک بات کہی گئی تھی اور انھوں نے اس کو بدل ڈالا تھا۔ اب بات کیا رہی صرف یہی کہ مراد آیت وہی تبدیلی ہے یا وہ انکار جو انا ندخلھا کا مضمون ہے۔ اور ظاہر ہے کہ لفظ تبدیل (جو بدل میں ہے) کی مراد تبدیل کو قرار نہ دینا حق پسندی کے خلاف ہے جس کو تفسیر بالقرآن کا التزام جائز نہیں کر سکتا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اس کو مانتے ہیں کہ دو دفعہ اور دو وقت کا حال ہے۔ نمبر ۱۔ میں بنی اسرائیل کا دخولِ بیت المقدس سے انکار (جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا تھا) نمبر ۲۔ تبدیل لفظ حطۃ (جو حضرت یوشعؑ کے وقت ہوا تھا)۔ مگر فرماتے ہیں کہ قرآن میں صرف انکار کا واقعہ مذکور ہے اور دوسرے واقعہ کی نسبت کہتے ہیں کہ حدیث میں مذکور ہے قرآن میں نہیں

Marfat.com

اور یہ صرف اس بنا پر ہے کہ دو آیتوں کی مراد باوجود بعد و اختلاف الفاظ کے آپ نے ایک کردی ہے۔ ہمارے خیال میں مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ قول "غضب تو یہ ہے کہ میرے دوست جب ایک واقعہ کسی حدیث میں دیکھ لیتے ہیں وہ ایسا سمجھتے ہیں کہ بس یہی ایک واقعہ ہے اس کے سوا کوئی دوسرا ہوا ہی نہیں" بالکل غلط ہے۔ آپ کے مخالفین نے کہیں نہیں کہا ہے نہ ان کے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا انا لن ندخلها واقع نہیں ہوا۔ البتہ خود آپ پر یہ الزام ہے کہ دو واقعے جو دو آیتوں میں مختلف جگہ مذکور ہیں۔ ان کو آپ نے ایک کر دیا جس کی کوئی صحیح وجہ آپ نہیں بتا سکتے۔ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں مانی جاسکتی کہ تبدیل بنی اسرائیل کا قصہ صرف حدیث میں مذکور ہے قرآن میں نہیں البتہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ حدیث نے تعیین کردی کہ آیت فبدل الذین ظلموا الخ سے مراد بنی اسرائیل کا انا لن ندخلها کہنا نہیں ہے الفاظ کریمہ کی دلالت میں اگر کچھ خفا تھا اس کو حدیث نبوی نے واشگاف مبین کر دیا اور وہ تبدیلی بنی اسرائیل کی واضح کردی کہ وہ بجائے حطة حنطة یا حبة کہنا اور بجائے سجدہ چوتڑوں پر کھسکنا تھا۔

المحاکمة الثالثة نمبر تین کے محاکمہ میں صرف اس قدر کافی ہے کہ جب آیت فبدل الذین ظلموا کا مصداق بنی اسرائیل کا انا لن ندخلها کہنا نہیں ہے تو چالیس سال تک بیت المقدس سے محروم رہنا بھی رجز نہیں ہے۔ کیونکہ انزال رجز کا واقعہ تبدیلِ قول کے بعد ہے اور وہ پہلے باقی رہا یہ امر کہ وہ رجز طاعون تھا۔ اس قدر تو مولوی ثناء اللہ صاحب قائل ہوئے کہ اس امر کی صحت غالب ہے (دیکھو الکلام المبین صفحہ ۲۴۔ البتہ یقینی ہونے کے قائل نہیں ہوئے پس باوجود اقرار

Marfat.com

غلبۂ صحت کے اس کے خلاف تفسیر اختیار کرنی اہل عقل و دین کو کیوں کر پسند ہو سکتی ہے

المحاکمۃ الرابعۃ والخامسۃ

نمبر ۴، ۵ آیۃ کریمہ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الخ کی تفسیر میں ہے

محل اختلاف یہ ہے کہ اباحت بعد المنع تھی یا ابتدائی حکم تھا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب یہ تو مانتے ہیں کہ صحابہؓ ایسا ہی کرتے اور سمجھتے تھے کہ بعد عشاء کے کھانا پینا حرام، مگر وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے اپنی طرف سے التزام کیا ہو ورنہ کوئی حدیث نبوی اس بات میں نہیں آئی کہ رات کا کھانا نہ کھایا کرو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کا قول (جو مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی سند میں پیش کرتے ہیں) یہ ہے کہ اباحت اس مضمون کا تغیر ہے جو شریعت محمدیہؐ کے پہلے سے ان لوگوں کے نزدیک تھا۔ اس کی کوئی دلیل نہیں ملی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے منع فرمایا تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے آخر اس کو کیوں حرام سمجھا تھا۔ سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ قبل کی شریعت کی رُو سے حرام تھا اور آیت کریمہ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم ویسی روزہ رکھنے کو موجب تھی صحابہ رضوان اللہ علیہم ایسے تو تھے ہی نہیں کہ اپنے جی سے کسی بات کو حرام ٹھیرالیں اور وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے، ان کے ہوتے ہوئے۔ تو شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے قول کا یہ مطلب ہوا کہ یہ اباحت شریعت سابقہ کی تغیر تھی نہ شریعت محمدیہ کا نسخ۔ غرض تحویل قبلہ کی صورت ہے کہ مدینہ طیبہ میں اولاً موافقت اہل کتاب بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی گئی۔ پھر بیت اللہ (کعبہ) کی طرف پڑھنے کا حکم آگیا۔ اور اس کی نسبت اللہ پاک فرماتا ہے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الخ ارباب

Marfat.com

فہم و درایت پر مخفی نہیں کہ کریمہ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الخ کے دو لفظ "عفا عنکم" اور "الان باشروھن" صاف دلالت کرتے ہیں کہ پہلے نزول آیت کے بعد عشاء کے کھانا پینا حرام تھا

المحاکمۃ السادسۃ

نمبر۶ تفسیر کریمہ فخذ اربعۃ من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علی کل جبل من ھن جزء الخ کا ہے۔ اس بحث کے محاکمہ کیلیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ پہلے وہ مضامین لکھیں جو اس آیت کی تفسیر کے متعلق ہم نے سمجھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ پاک کی درگاہ میں عرض کیا کہ مجھے دکھادے کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔ یہاں دو امر تھے ۱ احیاتے موتیٰ ، ۲ کیفیت احیاتے موتیٰ۔ جو مقتضائے لفظ کیفیت ہے۔ بات یوں ہے کہ قیامت کے دن زندہ ہونے کا جو بیان ہوا اس میں محل استبعاد گلی ہوئی ہڈیوں کو زندہ کرنا ہے۔ من یحی العظام وھی رمیم اس پر شاہد ہے۔ دوسرا استبعاد یہ تھا کہ اجزائے متفرق اور دُور دُور ہو جانے کے بعد پھر وہ سب اکٹھے کیونکر زندہ ہوں گے آیت اذا کنا عظاما نخرۃ۔ قالوا تلک اذا کرۃ خاسرۃ اسی کو مشعر ہے۔ ورنہ کسی مردہ کے زندہ ہونے کی صورت (جو ایک سکوت کے صوت کی مانند ہے) چنداں محل استبعاد نہیں ہے۔ قرآن شریف میں اس قصہ کے ساتھ حضرت عزیر علیہ السلام (یا جو بزرگ ہیں) کا قصہ مذکور ہے اور یہ دونوں کی مماثلت کو مقتضی ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے قصہ کے الفاظ بھی یہی ہیں جو کیف تحی الموتی کے ہم معنی ہیں یعنی اَنّٰی یُحۡیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعۡدَ مَوۡتِھَا اللہ پاک نے اُن کو یونہی سمجھایا کہ سو برس کے بعد گدھے (جو گلی ہوتی ہڈیاں اور متفرق الاجزا تھا) کو حضرت عزیر کے سامنے زندہ کرنے کی کیفیت دکھائی۔ چنانچہ فرمایا:

Marfat.com

وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما" حضرت عزیرؑ نے صرف استبعاد ظاہر کیا تھا اس کے رفع کے لیے دعا نہیں کی تھی۔ اور حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے رفع استبعاد اور حصولِ اطمینان کے لیے اللہ پاک سے دعا کی تھی اس لیے ان کے لیے زیادہ دکھایا گیا۔ کہ ایک گدھے کی جگہ چار طائر "فخذ اربعۃ من الطیر" اور چاروں کو خوب پہچان لینے اور مانوس کر لینے کا حکم ہُوا۔ تاکہ یہ شبہ نہ ہو کہ دوسری چار چڑیاں نہ ہوں۔ "فصرھن الیک" پھر ان کے اجزا کو دُور دُور رکھنے کا حکم ہوا۔ کیوں ایسے متفرق الاجزا ہی کا اکٹھے زندہ ہونا محل استبعاد تھا۔ ثم اجعل علےٰ کل جبل منھن جزءًا" قیامت میں سب لوگ ایک صور کی آواز سے زندہ ہوں گے بجائے اس کے ایک آواز سے چاروں طیور کا زندہ ہو جانا ہے۔ اس لیے حکم ہُوا ثم ادعھن تمام دنیا کے لوگوں کا ایک صور کی آواز سے زندہ ہو کر ایک میدان میں جمع ہو جانا۔ انما ھی زجرۃ واحدۃ فاذا ھم بالساھرۃ اس کی جگہ حضرت ابراہیمؑ کی ایک آواز سے سب چڑیوں کا زندہ آپ کے پاس جمع ہو جانا ہے۔ "یاتینک سعیًا" ہمارے اس بیان کو سنکر جو کوئی تفسیر مولوی ثناء اللہ صاحب کی دیکھے گا اس کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ حضرت ابراہیم کا قصّہ کس قدر بے معنی اور مہمل کر دیا گیا ہے۔ اہل مذاق جانتے ہیں کہ محض اتنی بات سمجھانے کو کہ بلے ہوئے جانور پکارنے سے چلے آتے ہیں جو ایک دنیا کی محض معمولی بات ہے۔ اس قدر اہتمام کہ چار جانور بلاتے جائیں۔ پھر پہاڑوں پر ایک ایک پہونچانے میں لغو اور بیکار بات ہے۔ لفظ "فصرھن" اور "منھن جزءًا" (جن پر مولوی ثناء اللہ صاحب کا زور ہے) کے متعلق بھی ہمیں کچھ لکھنا ضرور ہے۔ لفظ صور مشترک ہے۔ درمیان امالہ اور قطع کے۔ اب اس لفظ کے معنی مراد لینے کی

Marfat.com

دو صورت ہے نمبر ۱۔ ایک یہ کہ دونوں معنی مراد ہوں۔ نمبر ۲۔ دوسری یہ کہ دو معنی میں سے ایک مراد ہو۔ پہلی صورت تفسیر متنازعہ فیہ کے خلاف ہے۔ ہر چند یہ موقعہ اس بحث کا ہے۔ جو لفظ مشترک کے چند معنی ایک ساتھ مراد لینے کے موقع میں پیش آتی ہے اور کتب اصول میں مشرح ہے مگر اس کو یہاں چھیڑنا موجب اطناب ہے۔ باقی رہا ایک معنی مراد لینا اور ایک چھوڑنا اس کی دو صورتیں ہیں۔ نمبر ۱۔ امالہ کے معنی اختیار کئے جائیں۔ اس صورت میں حضرت ابراہیم کے سوال اور اس کی اجابت "سوال از آسمان وجواب از ریسمان" کے قریب قریب ہے، مولوی ثناء اللہ صاحب جو دونوں کی مناسبت کے متعلق فرماتے ہیں معمولی عقل والے آدمی کے خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ کیا کسی جانور کا مانوس ہونے کی وجہ سے پکارنے پر آنا کوئی عجیب بات تھی؟ جو اللہ پاک نے حضرت ابراہیم کو دکھلا کر کیفیت احیائے موتیٰ سے ان کو اطمینان دلایا۔ رہی دوسری صورت اور وہ یہ کہ صور کے معنی قطع کے کیے جائیں۔ آپ یہ فرمائیں گے کہ "الیک" کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس کا متعلق محذوف مان لیجیئے جیسے ولا تتبع اھوآئھم عما جاءک من الحق میں عما کے پہلے معرضًا آپ بھی لگاتے ہیں۔ پس یہاں بھی فرمائیے اقطعھن مائلة الیك۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کو اس آیت کی تفسیر میں لفظ "منھن جزءا" سے بھی استدلال ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ "کچھ شک نہیں کہ اس آیت میں جزءا سے مراد ایک ایک سالم جانور ہے نہ کہ ان کے اعضاء اس لیے کہ آیت کے لفظوں میں منھن جزءا ہے وجہ استدلال آپ نے دو بتاتی ہیں۔ ایک یہ کہ منھن جزءا کی طرح دوسری آیت میں (جس کو میں دلیل لاتا ہوں) منھم جزءا ہے اور وہاں جزء سے مراد کفار (جو اپنی ذات میں مستقل اور کل ہوں گے) ہیں نہ کہ ایک کافر کی ناک دوسرے کی آنکھ اس طرح یہاں بھی جزء سے ایک مراد ہے جو اپنی ذات میں مستقل اور کل ہے گو باعتبار

Marfat.com

مجموعہ کے جزء ہے۔ ہم اولاً ان دونوں لفظوں (جو قرآن میں دو جگہ ہیں) کا فرق بتاتے ہیں منھم جزءًا کی جگہ واحد کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اور یہاں ہو سکتا ہے۔ ایسی جگہ لفظ صریح کو چھوڑ کر محتمل کو اختیار کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ دوسرے وہاں سات دروازوں پر بے شمار تعداد کا جزو مقسوم ہے۔ اور یہاں پر چار کا ہر پہاڑ (جنکی تعداد قرآن میں مذکور نہیں۔) پر رکھنے کا حکم ہے اور دونوں کا فرق ہر صاحب فہم سمجھ سکتا ہے مولوی ثناء اللہ صاحب نے لفظ (جزء) کے دو معنی بیان کئے ہیں۔ یہ تو ہم نے مانا کہ جزء اضافی بھی جزء کہلاتا ہے مگر کلام اس میں ہے کہ جہاں جزء حقیقی مراد ہو سکتا ہے وہاں جزء اضافی مراد لینے کی کیا وجہ ہے۔ جزء کے دو معنی یا حقیقت و مجاز ہے تو حقیقت مقدم ہوگا اور اگر اشتراک ہے تو ایک کی تعیین بقرینۂ حال و مقال ہوگی اور اس کو ہم اوپر لکھ آتے ہیں۔ فتامل مولوی ثناء اللہ صاحب اس موقعہ پر لکھتے ہیں کہ (قرآن شریف میں حضرت مسیحؑ کے معجزات کے متعلق جہاں کہیں مُردوں کے زندہ کرنے کا ذکر آیا ہے وہاں باذن اللہ کی قید برابر لگائی جاتی ہے تاکہ سامعین کو اشتباہ نہ ہو مگر یہاں پر اس کے برخلاف ہے۔ ایک تو یہ قید نہیں دوم احیاء یعنی زندہ کرنے کا ذکر نہیں) یہ تقریر بالکل بے محل اور بے معنی ہے۔ جب آپ کہتے ہیں کہ زندہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ پھر باذن اللہ کی قید کیوں تلاش کرتے ہیں۔ دوسرے تحی الموتی موجود ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ احیاء کا ذکر نہیں ہے۔ باقی رہا باذن اللہ کی قید نہ ہونی۔ بات یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ معجزہ اپنا لوگوں کو دکھاتے تھے اور یہاں اللہ پاک اپنی قدرت حضرت ابراہیمؑ کو دکھلاتا ہے۔

المحاکمۃ السابعۃ

نمبر ۷ آیت یا مریم انیٰ لک ھذا قالت ھو من عند اللہ کی تفسیر میں مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے

Marfat.com

ہیں کہ حضرت مریم کا اپنے پاس کے کھانے کی چیز کو من عند اللہ کہنا بنا بر مضمون کریمہ مابکم من نعمۃ فمن اللہ کے تھا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ قرآن سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس چیزیں غیب سے آتی تھیں۔ بلکہ جیسے ہر شخص کو روزی بذریعہ اسباب عادیہ کے ملتی ہے وہی صورت وہاں تھی۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں "جیسا کہ عموماً صلحاء کا کام ہے۔ خواہ اسباب طبعیہ اور طرق عادیہ سے ان کو پہنچے سب کو اللہ ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے اس بیان پر دلیل (جس کو وہ زبردست دلیل کہتے ہیں) یہ آیت پیش کرتے ہیں مابکم من نعمۃ فمن اللہ اس آیت کا مضمون اسی قدر ہے کہ تمہارے پاس جو نعمت ہے وہ خدا کی طرف سے ہے جس کے معنی یہ ہوتے کہ ہر نعمت کو اللہ ہی کی دی ہوئی سمجھنا چاہیے اور اس پر شکر چاہیے نہ کہ اس نعمت کے اسباب و ذرائع کی طرف نسبت کرنی نہیں چاہیے۔ مثلاً کوئی شخص بازار سے کچھ خریدے تو یہ نہ کہے؟ کہ میں نے خریدا ہے یا مثلاً کوئی شخص کسی کو کچھ دے تو اس کا نام نہ لے؟ کہ فلاں نے مجھ کو یہ دیا ہے۔ اگر یہی ہے تو من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کی کیا صورت ہے قرآن میں آیت انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء موجود ہے اور صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسا مقولہ ارانا الھدی بعد العمی" کہا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السّلام نے حضرت مریمؑ سے پوچھا انی لک ھذا کہاں سے یہ تم کو ملا۔ ظاہر ہے کہ خدا کی طرف سے ہر نعمت کا ہونا (جو مولوی ثناء اللہ صاحب کی دلیل کا مطلب ہے) حضرت زکریاؑ حضرت مریمؑ سے زیادہ جانتے اور سمجھتے تھے۔ پھر یہ پوچھا کیوں؟ ضرور ہے کہ ان کا مقصود ذریعہ اور سبب پوچھنا تھا اس صورت میں سوال وجواب کی مطابقت جب ہی ہوگی کہ حضرت مریمؑ کے قول کا

Marfat.com

مطلب محض نسبت الی اللہ کرنا نہ ہو۔ بلکہ تخصیص بالنسبت (جس کا لازم عام ذرائع و اسباب کی نفی ہے) اس کا مطلب کہا جاتے ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام تربیت اور پرورش میں حضرت زکریا علیہ السلام کے تھیں وکفلھا ذکریا۔ آپ جب حضرت مریم کے پاس آتے کوئی کھانے کی چیز پاتے کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا۔ آپ وہ چیز دیکھ کر پوچھتے کہاں سے تم کو ملی قال یا مریم انی لکِ ھذا۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت زکریا کے ذریعہ سے وہ چیز نہ ملتی تھی۔ جس پر وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا دلالت کرتا ہے۔ ورنہ آپ کو معلوم ہوتا تھا کہ کہاں سے آئی۔ ورنہ پوچھتے کیوں۔ ہمیشہ کسی شخص کا اپنے گھر میں اپنے بچے کے پاس ایسی چیزیں دیکھنی جس کے حاصل ہونے کا ذریعہ نہیں معلوم ہو۔ پھر اس بچے سے پوچھنا کہ کہاں سے آیا اور اس کا کوئی ذریعہ نہ بتانا۔ محض اللہ کی طرف سے کہنا پھر ایسے جواب پر پوچھنے والے کی تسکین کیا اس کی دلیل نہیں ہے کہ وہ چیزیں بغیر ذرائع و اسباب کے حاصل ہوئیں۔ دوسری دلیل اپنے دعویٰ (حضرت مریمؑ کا من عند اللہ کہنا ویسا ہی تھا۔ جیسا عموماً صلحا کا کام ہے کہ ہر ایک چیز کو اللہ ہی کی طرف نسبت کرتے ہیں) کی مولوی ثناء اللہ "دُرِّ منثور" سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے کسی ہمسایہ نے دو چپاتیاں اور ایک بوٹی گوشت لاکر دیا۔ آپ نے اُس کو ایک بڑے ظرف میں (جس کو عربی میں جفنہ اور ہندی میں تگاڑ کہتے ہیں) چھپا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لاتے تو آپ کے لیے وہ دونوں چپاتیاں اور گوشت کی بوٹی لانے گئیں ظرف کو جو کھولا تو دیکھتی کیا ہیں کہ وہ ظرف روٹی گوشت سے بھرا ہوا ہے۔ دیکھ کر متحیر ہوئیں اور سمجھا کہ خدا کی طرف سے برکت ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے پوچھا کہاں سے آیا۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا

Marfat.com

اللہ کے یہاں سے آنحضرت صلعم نے اس پر اللہ کا شکر کیا کہ بی بی فاطمہؓ حضرت مریمؑ کے مشابہ ہوئیں۔ یہ کون نہیں سمجھے گا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا "من عند اللہ" کہنا اس وجہ سے تھا کہ بڑے ظرف (جفنہ) کا روٹی اور گوشت سے بھر جانا محض من جانب اللہ تھا۔ ہمسایہ نے تو صرف دو چپاتیاں اور بوٹی گوشت بھیجا تھا۔ ایسی حالت میں یہ حدیث مولوی صاحب کے مخالف کی دلیل ہے۔ نہ کہ انکی۔ اس حدیث کی نسبت یہ لکھنا کہ حضور نے سوال اس کھانے پر کیا تھا جو ہمسایہ کی طرف سے آیا تھا بالکل غلط جس غلطی کو مستدل کا ترجمہ ہی بتلا رہا ہے اگرچہ ترجمہ میں غلطیاں بھی ہیں جیسے جفنہ کا ترجمہ پیالہ اور برکتہ من اللہ کا ترجمہ آپ کی برکت لکھا ہے۔

المحاکمۃ الثامنۃ

نمبر ۸۔ آیت قالوا ان اللہ عھد الینا ان لا نؤمن لرسول حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار ہے مولوی ثناء اللہ صاحب اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہاں آگ سے مراد کاہن کی آگ ہے۔ یہودیوں کا دستور تھا کہ سوختنی قربانی کو کاہن (ان کا امام) جلا دیا کرتا تھا" مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے اس بیان پر توریت سے ایک سند پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مفسرین اس آگ کو آسمانی آگ نہیں معلوم کہاں سے کہتے ہیں۔ جو مضمون توریت مقدس کا مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں۔ اس میں کاہن کی آگ کا ذکر نہیں ہے۔ امم سابقہ میں قربانی کی مقبولیت اور غیر مقبولیت کی علامت خاص تھی۔ جس پر ہابیل قابیل کا قصہ دلالت کرتا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب وہاں پر لکھتے ہیں کہ قابیل کو اپنی قربانی کی غیر مقبولیت اُن کے باپ حضرت آدم سے معلوم ہوئی ہوگی۔ لیکن اگر یہ بات ہوتی تو قابیل کو عداوت حضرت آدم سے ہونی چاہئے تھی نہ کہ ہابیل سے قرآن کے الفاظ سے تو ظاہر اسی قدر ہے کہ یہود کہتے تھے کہ اللہ نے ہم لوگوں سے عہد لیا ہے کہ جب تک کوئی نبی ایسی

Marfat.com

قربانی نہ کرے جس کو آگ کھا جاتے۔ ہم لوگ اس پر ایمان نہ لادیں۔ اب بات یہ رہی کہ اس کی صورت کیا تھی۔ کاہن کی آگ میں خود جلا دینا تھا یا وہ صورت جو غنیمت کے مال کی نسبت حدیث میں وارد ہے کہ غیب سے آگ پیدا ہو کر کھا جاتی تھی سیاق عبارت قرآنی سے صورت اولیٰ کا بُعد اور دوسری صورت کا توافق ظاہر ہے۔ ایسی حالت میں وہ معنے (جو طرز بیان قرآنی اور اُس صورت کے موافق ہے جو حدیث میں وارد ہے)۔ علاوہ انبیاء کے منکر ایسی شرطیں کرتے تھے کہ انسان کی طاقت میں نہ ہو۔ کو چھوڑنا اور ایسے معنی جو طرزِ بیان کے خلاف ہے محض ایسے دستور کی بنا پر جو پوری طرح ثابت بھی نہیں) کو اختیار کرنا بلاشبہ اس میں اعتسافؔ ہے۔

المحاکمۃ التاسعۃ نمبر ۹۔ اس نمبر کا الزام مولوی ثناء اللہ صاحب پر غلط ہے کسی آیت کی ایسی توجیہ کرنی جس سے وہ منسوخ نہ قرار پاتے کوئی محل اعتراض نہیں ہے اور نہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ توجیہ کرنے والا مطلقاً نسخ کا قائل ہی نہیں اور یہی دو مضمون اعتراض کرنے والوں کے ہیں۔

المحاکمۃ العاشرۃ نمبر ۱۰۔ اس نمبر کے متعلق ہم نمبر ۸ میں لکھ آتے ہیں اور یہ کوئی اختلاف قابلِ فیصلہ بھی نہیں ہے مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ محض میرا خیال ہے اور اس میں کسی قطعی دلیل شرعی کا خلاف نہیں ہے۔

المحاکمۃ الحادیۃ عشر نمبر ۱۱۔ اس نمبر میں حق بجانب مولوی ثناء اللہ کے ہے کریمہ کل شئی احصیناہ فی امام مبین۔ امام سے مراد نامۂ اعمال نہائت اقرب ہے۔ علاوہ ان آیتوں کے جو

Marfat.com

مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا ہے۔ کریمہ یوم ندعو کل اناس بامامھم فمن اوتی کتابہٗ بیمینہٖ مؤید اس معنی کو ہے۔

المحاکمۃ الثانیۃ عشر نمبر ۱۲، و نمبر ۱۳، و نمبر ۱۴ و نمبر ۱۵ و نمبر ۱۶۔ ان پانچ نمبروں میں ایک ہی بحث ہے کہ قرآن میں جو یہ الفاظ (لوحؐ محفوظؐ، امّ الکتاب، کتاب مکنون وغیرہ) وارد ہیں۔ ان سب سے مراد علم الٰہی ہے۔ نہ وہ تختے جن پر اللہ نے ما ھو کائن لکھے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے الکلام المبین میں جو اس کی توجیہ کی ہے اس میں ان کو یہ بیان کرنا تھا کہ لفظ لوح اور کتاب اور لوح محفوظ کے حقیقی معنے (باوجودیکہ لوح محفوظ کا وجود آپ مانتے ہیں) سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے۔ یہ انھوں نے نہیں بیان کی اور اسی کی ضرورت تھی۔

المحاکمۃ الثالثۃ عشر نمبر ۱۷ آیت یوم یاتی بعض ایات ربک لاینفع نفسا ایمانھا لم تکن اٰمنت من قبل کی تفسیر مولوی ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مراد یوم الموت ہے۔ دلیل یہ ہے کہ کئی ایک آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے وقت ایمان لانا مفید نہیں۔ اس استدلال کا اہمال مخفی نہیں ہے۔ کون نہیں سمجھے گا کہ موت کے دن ایمان مفید نہ ہونے کو لازم نہیں ہے کہ جس دن ایمان مفید نہ ہو وہ یوم الموت ہی ہے۔ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (جس کو مولوی ثناء اللہ صاحب مانتے ہیں) صاف بیان کرتی ہیں کہ بعض آیات سے مراد موت نہیں ہے بلکہ طلوعِ شمس من المغرب ہے۔ پھر اس حدیث کا ماننے والا کیونکر کہہ سکتا ہے کہ بعض آیات سے مراد موت ہے، صاحبِ ذوقِ سلیم سمجھ سکتا ہے کہ مفہوم آیت یہ ہے کہ کوئی نشانی ایسی ہونے والی ہے کہ اس وقت سے ایمان کی قبولیت کا موقع ہی نہیں رہے گا۔ یعنی سبب کی خصوصیت اور سبب کا عموم اور اس کا خاص دن ہونا مدلول آیت ہے جو یوم الموت

Marfat.com

مراد لینے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ فتح البیان وغیرہ سے جو عبارت مولوی ثناء اللہ صاحب نقل کرتے ہیں اس کا مفاد بھی وہی ہے جو ہم نے کہا کہ سبب خاص ہو جب سبب عام کو ہوگا۔ تعدادِ اسباب (جو یوم الموت مراد لینے سے لازم آتا ہے) اس عبارت کا مفاد نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب مراد یوم الموت ہوگا تو ہر شخص کے لیے بعض آیات الگ الگ ہو گا۔ فافہم۔ فتح البیان کی عبارت میں بعض آیات کے تین مصداق جو لکھے گئے ہیں وہ تینوں ایک ہو سکتے ہیں۔ التی تضطرھم الی الایمان ماینتظرونہ اور علامۃ القیامۃ ہر کا ایک مصداق (سبب واحد) ہو سکتا ہے۔ دونوں پہلے الفاظ علامتِ ساعت کے صفات ہیں۔

المحاکمۃ الرابعۃ عشر نمبر ۱۸ والوزن یومئذ الحق کی تفسیر مولوی ثناء اللہ صاحب اس طرح کرتے ہیں کہ مقدار الاعمال بای وجہ کان اور اس کی توجیہ میں لکھتے ہیں "چونکہ اور آیتوں میں لا نقیم لھم یوم القیمۃ وزنا اور یعرف المجرمون بسیماھم اور لا یسئل عن ذنوبھم المجرمون وارد ہے۔ اس لیے میں نے یہ تعمیم اختیار کی ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی توجیہ انکو جب ہی مفید ہو سکتی تھی کہ من خفت موازینہ کی تفسیر وہ حبطت اعمالھم کی ساتھ نہیں فرماتے۔ کیونکہ آپ کی تعمیم سے اگرچہ وزن کی نفی صریح نہیں نکلی۔ مگر خفتِ وزن کی تفسیر حبطِ اعمال کے ساتھ وزن کی نفی بالصراحت کرتی ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب تین آئتیں اپنی توجیہ میں لکھتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ان میں سے دو آئیتں وزن کے منافی نہیں ہیں۔ لہذا ان دونوں آیتوں کا ذکر مولوی صاحب کو مفید نہیں ہے۔ باقی رہی ایک آیت (لا نقیم لھم یوم القیمۃ وزنا) چونکہ اس کا موردِ الذین ضل سعیھم الخ خاص

Marfat.com

ہے لہذا وہ مطلقاً وزن کی منافی نہیں ہے۔ علاوہ وہاں وزن اعمال ہے اور یہاں وزن اشخاص۔ فافہم۔

المحاکمۃ الخامسۃ عشر

نمبر ۳۲۔ کریمہ وسخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر کی تفسیر تذکرہ حین غفلۃ کی گئی ہے اور الکلام المبین میں لکھا ہے کہ "یعنی پہاڑ حضرت داؤد علیہ السلام کو غفلت کے وقت یاد دلاتے تھے۔ پھر اس پر صوفیانہ طرز سے ایک شعر نقل کیا ہے ؎

برگ درختانِ سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اربعین میں لکھا ہے کہ "تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑوں اور جانوروں کو دیکھ کر اللہ عزوجل یاد آتا تھا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔ "آپ لوگوں نے ناحق میرے مطلب کو بگاڑا ہے" پھر لکھا ہے" ناظرین کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ وہ میرے الفاظ کو دیکھیں کہ میں نے پہاڑوں کی تسبیح خوانی سے انکار کیا ہے؟ میں نے تو ایک لطیف پیرایہ میں اس کا ثبوت دیا ہے" الکلام المبین ص۸۱، ۸۲۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ قول صاف دلالت کرتا ہے کہ وہ پہاڑوں کی تسبیح خوانی کے قائل ہیں علاوہ ازیں مولوی ثناء اللہ صاحب سورۂ سبا کی آیت یجبال اوبی معہٗ والطیر کی تفسیر میں ارجعی ای سبحی معہٗ لکھتے ہیں اور اسی آیت سخرنا مع داؤد الجبال کو وہاں نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ اس آیت میں بھی وہ یسبحن کے معنی تسبیح خوانی ہی ہونے کے قائل ہیں۔
اب بات اس قدر رہی کہ مولوی صاحب کی تفسیر تذکرہ حین غفلۃ اس معنی کو جس کے وہ قائل ہیں مفید ہے یا نہیں اور ان کا یہ کہنا کہ لطیف پیرایہ میں میں

Marfat.com

نے اس کا ثبوت دیا ہے" کہاں تک درست ہے۔ یہ کون نہیں کہے گا کہ محض تذکیر تسبیح خوانی کو مفید نہیں ہے۔ مولوی صاحب کو وجہ دلالت بیان کرنی تھی اور انھوں نے نہیں کی۔ اگر یہ فرمادیں کہ پہاڑوں کی تسبیح خوانی مذکر تھی چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ غفلت کے وقت یاد دلاتے تھے۔ اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ پہاڑوں کی تسبیح خوانی حضرت داؤد کی تسبیح خوانی سے مقدم تھی اور اس پر معہ کی قید آئی ہے ہر چند اس آیت میں سخرنا مع داؤد الجبال یسبّحن ہے۔ لیکن سورۂ سبا کی آیت میں جس کو کہ آپ اس آیت کے ہم معنی کہتے ہیں۔ یاجبال اوبی معہٗ واقع ہے جس سے تسبیح خوانی میں معیت صاف طور پر سمجھی جاتی ہے علاوہ ازیں اگر معیت فی التسبیح نہ ہوتی تو سخرنا الداؤد ہوتا۔ موقع تفسیر میں شعر مذکور لکھنا صریح دلالت کرتا ہے کہ پہاڑوں کو حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ کوئی خصوصیت نہ تھی۔ بلکہ جس طرح ہر ہوشیار کی نظر میں درختوں کے پتے منبہ اور مذکر ہوتے ہیں۔ پہاڑ ویسے ہی حضرت داؤد کے لیے مذکر تھے۔ حاصل اس تفسیر کا یہ ہوا کہ حضرت داؤد کو اس بارہ میں کوئی خاص فضل نہیں دیا گیا اور یہ کریمہ ولقد اتینا داؤد منا فضلا۔ یاجبال اوبی معہٗ والطیر کے خلاف ہے ولا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔ اس آیت وسخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر کے ہم مضمون آیت انا سخرنا الجبال معہ یسبحن سورۂ ص میں بھی ہے مگر چونکہ وہاں ساتھ اس کے بالعشی والاشراق بھی ہے۔ لہذا مولوی صاحب وہاں (سورہ ص میں) یوں تُذکِّرُہٗ حِیْنَ الغَفلۃِ کی تفسیر نہیں کرسکے۔ تو وہاں یوں فرمایا تسبیحاً مناسباً بشانہا۔ مگر چونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خصوصیت کی نفی خیال میں تھی اس لیے اس موقع میں یہ آیت لکھ دی۔ وان من شئ الا یسبح بحمدہٖ ولکن لا تفقھون تسبیحھم جس سے معیت

Marfat.com

فی التسبیح باطل ہوگئی۔ اور سنیئے سورہ صٓ کی آیت میں والطیر محشورۃ کل
لہٗ اواب بھی ہے مولوی صاحب نے اواب کا ترجمہ مطیع الی طاعتہ کیا
ہے اور ایک شعر فارسی اس کے بعد لکھا ہے ؎

توہم گردن از حکم داور مپیچ — کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

سورہ سبا میں ادبی کا ترجمہ سبّحی کیا۔ اور سورہ صٓ میں اواب (جو انہیں
جبال اور طیر کی نسبت ہے) کا ترجمہ مطیع الی طاعتہ کیا اور محل متنازعہ فیہ میں یسبح
کے معنی تذکیر عند الغفلۃ لکھا ہے۔ اولاً تو جو شخص تینوں مقاموں کی تفسیر دیکھے گا وہ
اس تشتت بیان اور اختلاف مضامین سے تفسیر کے وزن کا انداز کر سکتا ہے۔
دوسرے وہ شعر فارسی کا برگ درختاں الخ) یہاں نقل کرنا بے محل اور مخل معنی مقصود
سمجھے گا۔ ہم حیران ہیں کہ مولوی صاحب اس شعر کے نقل کرنے کی نسبت کیونکر لکھتے
ہیں کہ لطیف پیرایہ میں پہاڑوں کی تسبیح خوانی کا ثبوت دیا ہے۔ ہرگز یہ اثبات
نہیں ہے بلکہ ابطال ہے۔ ہاں مولوی صاحب نے اس موقع پر یہ کیا کہا کہ صوفیانہ
طرز سے کسی اہل دل کا شعر نقل کیا ہے۔ جناب من۔ صوفیانہ طرز آپ نے کس کو کہا
شعر کا جو مضمون ہے وہ تو قرآن پاک میں بکثرت موجود ہے۔ سورہ "قٓ" کی آیت
والارض مددنٰھا والقینا فیھا رواسی وانبتنا فیھا من کل زوج بھیج۔
تبصرۃ وذکریٰ لکل عبد منیب۔ کہیں اس شعر سے بڑھ کر ہے۔ اور اگر
محض شعر خوانی اور اس سے مزہ لینے کو آپ صوفیانہ طرز فرماتے ہیں تو نہ یہ کوئی قابل
اعتبار امر ہے۔ نہ قرآن کی تفسیر اس کا موقعہ ہے۔

المحاکمۃ السادسۃ عشر نمبر ۳۵ کریمہ والنا لہ الحدید اس آیت کا ترجمہ
مولوی ثناء اللہ صاحب خود ہی یوں فرماتے
ہیں کہ "ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا۔" مگر اس کی تفسیر جو انھوں نے کی ہے

Marfat.com

وہ یہ ہے کہ ہم نے اس کو لوہے کا نرم کرنا سکھایا۔" مولوی ثناء اللہ صاحب ترجمہ کے خلاف تفسیر کرنے کی اور اسنادِ حقیقی کو چھوڑ کر اسنادِ مجازی اختیار کرنے کی کوئی وجہ نہیں بتا سکے۔ مولوی صاحب نے اس موقعہ پر جو تقریر کی ہے وہ ان کے مقصد کو مفید نہیں ہے۔ مولوی صاحب کی تقریر یہ ہے۔ "چونکہ دوسری آیت وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم لباسِ جنگ کی صنعت کے متعلق ہے اور اس میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے داؤد کو صنعت سکھائی۔ حالانکہ یہ صنعت وہی ہی یا اس کی فرع ہے۔ جس کا آیت زیرِ بحث میں ذکر ہے۔ پس ثابت ہوتا ہے کہ اس میں بھی صنعت ہی مراد ہے۔" کون نہیں کہے گا کہ یہ تقریر بالکل مفید نہیں ہے دوسری آیت میں کسی صنعت کے سکھانے کا اگر ذکر ہے تو اس سے کس طرح لازم آتا ہے کہ یہاں بھی صنعت ہی مراد ہو۔ کیونکہ لوہا نرم کرنا اور زرہ بنانا ایک نہیں ہو سکتا۔ باقی رہا فرع ہونا تو فرع کی صنعت ہونے سے لازم نہیں ہوتا کہ اصل بھی ویسی ہی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو قرآن پڑھایا اس سے لازم نہیں آتا کہ اسی طرح پڑھا بھی ہو یہی وجہ ہے کہ آپ کا عقیدہ یہ نہیں ہے جیسا کہ آپ خود "الکلام المبین" میں لکھتے ہیں۔

المحاکمۃ السابعۃ عشر

نمبر ۳۹ عند سدرۃ المنتھیٰ کی تفسیر مولوی ثناء اللہ صاحب منتہائے مراتب الکمال لکھتے ہیں اور توجیہ یہ کرتے ہیں کہ سدرۃ المنتھیٰ "بیشک ایک درخت ہے، مگر اُس درخت کے پاس پہنچنا بھی چونکہ اعلیٰ مرتبے کے انسانوں کا کام ہے اس لیے اُس سے کنایتاً یہ معنی کر جاتے ہیں۔" حاصل اس توجیہ کا یہ ہوا کہ سدرۃ المنتھیٰ ایک درخت ہے اور وہی درخت انتہائے کمال کی جگہ ہے غرض دو امر ہوئے نمبر ۱۔ ایک سدرہ کا درخت ہونا۔ نمبر ۲ اس کا منتہائے کمال ہونا۔ مگر مولوی صاحب

Marfat.com

کی تفسیر سے دونوں میں سے کوئی بات مفہوم نہیں ہوتی ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تفسیر کی سند میں تفسیر رحمانی پیش کرتے ہیں مگر اس عبارت میں صاف درخت کا اثبات ہے۔ چنانچہ آپ کے ترجمہ ہی کے الفاظ ہم نقل کرتے ہیں " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے درخت سدرہ کے پاس پہنچے جو اعلیٰ درجہ کی تجلیات دینے والا ہے" مولوی صاحب بعد نقل عبارت تفسیر رحمانی معہ ترجمہ کے قوس دیگر لکھتے ہیں (اسی طرح سدرۃ المنتہیٰ جامع مراتب کمال رتبہ کا نام ہے) جو شخص عبارت تفسیر رحمانی کی بتامل دیکھے گا ۔ وہ بلا تامل کہے گا کہ مولوی صاحب کا قوسیہ مضمون ہرگز اس عبارت میں نہیں ہے ۔

دوسری سند اپنی تفسیر کی مولوی صاحب شیخ محی الدین عربی کا قول (ان کی تفسیر جس کا ان کی تصنیف ہونا متکلم فیہ ہے ۔ علماء نے اس کو قاشانی باطنی المذہب کی تصنیف ہونا ثابت کیا ہے ۔) سے نقل کیا ہے مگر ترجمہ نہیں لکھا ۔ حاصل ترجمہ بھی جو آپ فرماتے ہیں وہ مصداق سدرۃ المنتہیٰ (جو اس عبارت میں ہے) کو چھوڑ کر ۔ بہر کیف شیخ کی عبارت میں بھی یہ نہیں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ رتبہ کا نام ہے ۔ بلکہ اس میں صاف سدرۃ المنتہیٰ کو الروح الاعظم کے ساتھ تعبیر کیا ہے جس سے صاف نکلتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ رتبہ کا نام نہیں ہے ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس موقعہ میں لکھا ہے کہ " یہ مطلب نہیں ہے کہ حدیث سے منکر نہیں ۔ بلکہ اس کے لازمی معنے بیان کرتے ہیں "۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ مطلقاً لازمی معنیٰ بیان کرنا محذور نہیں ہے ۔ مگر اس طرح پر اور ایسے موقع میں جس سے اصلی اور حقیقی معنیٰ کی نفی ہو جاتے ۔ بلاشبہ محذور ہے اگر آپ یوں بھی لکھتے شجرۃ تنتھی الیھا مراتب الکمال تو کچھ کلام نہ تھا ۔ شاید آپ یہ فرمائیں کہ حقیقی معنیٰ کی یہاں نفی نہیں ہوتی ، تو قطع نظر اس کے کہ ہر

Marfat.com

فہم سلیم اس کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر شجرہ کی نفی نہیں تھی تو شیخ نے پھر یوں کیوں کہا "قیل ھی شجرۃ فی السماء السابعۃ اگر درخت ہونا وہ خود کہتے اور مانتے ہوتے تو اس کو بعض کا قول کیوں کہتے اور قیل کہہ کر اس کی تضعیف کیوں ثابت کرتے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اس موقع میں ایک مضمون لکھتے ہیں جس سے قطع نظر کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ فرماتے ہیں "چونکہ انبیاء کے اصل جانشین اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے قلوب صافیہ پر جو واردات گزرتے ہیں قابلِ غور اور محلِ فکر ہوتے ہیں۔ یوں ہی سرسری نگاہ سے دیکھنے کے لائق نہیں۔

مصرع "ایکہ آگاہ نۂ عالم درویشاں را"

اوّلاً: ہم اولیاء اللہ کو بیان کرتے ہیں یہ ایک خطاب ہے جو اللہ پاک نے ہر متقی مومن کو بخشا ہے۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین امنوا وکانو یتقون پھر نہیں معلوم مولوی ثناء اللہ صاحب کا اولیاء اللہ کو انبیاء کا جانشین کہنا کیا معنی رکھتا ہے۔ انبیاء کے جانشین اولاً تو خلفا ہیں خلفاء راشدین کو اصل جانشین کہیں گے۔ لیکن ان کے قلوبِ صافیہ پر لیسے واردات نہیں گزرے۔ کہیں ان کے کلام میں اس قسم کی باتیں نہیں ہیں۔ کوئی نہیں دکھا سکتا ہے۔ دوسرے انبیاء کے جانشین علماء ہیں جو علم پیغمبر کے حامل ہیں نہ منطق ومعانی وفلسفہ کے ماہر علماء کے جانشین ہونے پر ایک تو وہ احادیث دلالت کرتی ہیں جو فضائل علم میں وارد ہیں۔ علاوہ اللہ پاک نے پیغمبر کی شان قرآن میں یہ فرماتی ہے یتلو علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ اور ظاہر ہے کہ یہ کام علماء ہی کے ہیں۔ خصوصاً علماء محدثین رحمھم اللہ تعالیٰ جن کو علوم نبوی ہی سے سروکار ہے نہ اپنی واردات قلبیہ سے

Marfat.com

کاروبار۔ ہم متحیر ہیں کہ کہاں تو اصولِ تفسیر اور اصولِ حدیث جتاتے جاتے ہیں اور ان کی پابندی کا شور اور دعویٰ ہے، کہاں صوفیاء کی بے سروپا باتوں پر زور ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سورہ نجم کی تفسیر (جو آپ نے کی ہے) دیکھنے والوں کو پتا ہی نہ لگے گا کہ معراج کے واقعہ کا ذکر ہے۔ یہ کیسا نقصان اور کس قدر خرابیوں کا موجب ہے۔ تفسیر میں مواقع ذکر احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان احادیث کے ذکر سے تفسیر بالقرآن کے التزام نے آپ کو روکا۔ (جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے) مگر تعجب اور افسوس ہے کہ اس التزام نے ان بے سروپا باتوں کے ذکر سے نہیں روکا۔

تعین مواضع المحاکمۃ

ہم حکموں کا اس پر اتفاق ہے کہ "الاربعین" کے کُل چالیس اعتراضوں میں سے چوڑ اعتراض بلاشبہ صحیح ہیں اور "الکلام المبین" میں ان اعتراضوں سے بچنے کی جس قدر کوشش کی گئی ہے وہ رائیگاں ہے۔ نمبر ہائے مذکورہ کے سوا بقیہ نمبروں میں محاکمہ نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض نمبروں میں حق بجانب مولوی ثناء اللہ صاحب کے ہے اور بعض میں اگر جواب ان کا تسلی بخش نہیں ہے خلاف میں بھی کوئی دلیل مسکت خصم نہیں ہے اور بغیر اس کے فائدہ متصور نہیں ہے اور بعض میں بیکار الجھن ہے۔

نتیجۃ المحاکمۃ

تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن کے مقاماتِ مذکورہ بلاشبہ ایسے ہیں کہ فرقِ ضالہ کے خیالات کی تائید پہنچا سکتے ہیں اور اہلسنت الجدیث کے مخالف اس سے خوش ہوں اور عند المقابلہ اس تفسیر سے تمسک کریں یہ تو مولوی ثناء اللہ صاحب کا گویا اقرار ہی ہے کہ محدثانہ کی روش پر یہ تفسیر نہیں ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

Marfat.com

نتیجۃ المحاکمہ یعنی فیصلۂ آرہ

مومن بخدا سحر بیانی کا جبھی تک
ہر شخص کو دعویٰ ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

علماء امرتسر کے نزاع میں جو محاکمہ کیا گیا اس کا نتیجہ کیا ہوا، اور کیا جو نتیجہ ہوا وہی قبل سے مرجو بھی تھا یا نہیں؟ اس کے بیان کے لیے اولاً چند مقامات کی تمہید مناسب ہے۔

۱۔ محاکمہ کے نتیجہ خیر ہونے کی اولاً شرط یہ ہے کہ حکم آزاد ہوں یعنی کسی کے جانب دار نہ ہوں۔ ورنہ نتیجہ ویسا ہی ہوگا جیسا کہ تحکیم صفین میں ہوا۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ فیصلہ کنندہ ذو اختیار اور صاحب اثر ہو ورنہ یا محمد! اِعْدِلْ اور حضرت زبیر اور انصاری کے درمیان پانی کا جھگڑا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر جو اوس انصاری نے کہا اہل علم جانتے ہی ہیں۔

۳۔ فیصلہ سے بہرہ مند ہونے کے لیے خصمین میں اخلاص اور نیت، خیر ہونی ضروری ہے بَطَرُ الْحَق (اپنے بات کی پچ) نہ ہو ورنہ ویسا ہی نتیجہ ہوگا جیسا دونوں روایات میں مذکور ہے۔

اب میں اس نزاع اور فیصلہ کا خلاصہ بتاتا ہوں بعد اس کے نتیجہ کیا ہوا، اس کو بتاؤں گا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے قرآن کی تفسیر لکھی۔ حضرات غزنویہ اور دوسرے علماء نے اس بنا پر (کہ اس میں تفسیر بالرائے ہے فرقِ ضالہ کے طریقہ پر آیات کے معنی کئے گئے ہیں۔ احادیثِ صحیحہ اور آثارِ سلف کا خلاف کیا گیا ہے۔) مولوی ثناء اللہ صاحب کو فرقہ اہلِ حدیث سے خارج قرار دیا۔

Marfat.com

مولوی ثناءاللہ صاحب نے جواب لکھا کہ جو تفسیر میں نے کی ہے سب صحیح اور طریقہ اہل حدیث کے موافق ہے۔

تحکیم کے موقع میں (جہاں مولوی ثناءاللہ صاحب موجود تھے) دو امر فیصل میں محاکمہ کی تجویز ہوئی۔ پہلا امر یہ تھا کہ تفسیر پر جو الزامات (تفسیر بالرائے۔ تفسیر نبوی صلعم کے خلاف ہونا، سلف کے خلاف ہونا) ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟

دوسرا امر یہ تھا کہ بنابراون الزامات کے فرقہ اہل حدیث سے خارج ہیں یا نہیں۔

غرض یہ مضمون تحریر ہو کر علماء حاضرین جلسہ کے دستخط ہوئے۔ جب مولوی ثناءاللہ صاحب کے دستخط کا موقع آیا تو انھوں نے (اس وجہ سے کہ اپنی تفسیر کی حقیقت وہ خوب جانتے تھے، اهل البیت ادری بما فیہ) عبارت ذیل لکھ کر دستخط کیے (مجھے حکموں کا فیصلہ دربارہ اہل حدیث ہونے یا نہ ہونے کے منظور ہے۔ جو عبارت میری حکموں کے رائے میں موہم معنے غلط کو ہوگی اور وہ معنے میری مراد نہ ہوں گے تو میں اس کی تشریح اور اصلاح کروں گا۔ ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری)۔

پہلے تو مولوی ثناءاللہ صاحب نے صرف اسی قدر عبارت منظور ہے تک لکھی تھی۔ جناب مولانا شمس الحق صاحب کی نظر اس پر پڑی اور انھوں نے سخت تحاشی ظاہر کی کہ یہ کیسی تحکیم ہے؟ تب مولوی ثناءاللہ صاحب نے بعد رد وکد پچھلا مضمون بڑھایا۔ اس پر بھی کلام ہوا مگر پھر یہ خیال کیا گیا کہ ایسے علماء سے اپنی غلطیوں کا صاف صاف اقرار نہایت مشکل بالکل غیر مرجو ہے یہی غنیمت ہے کہ ان لفظوں میں اقرار کریں کہ میری یہ مراد ہی نہ تھی، مگر یہ خیال بھی غلط ٹھہرا

؎ مجھ کو ان سے وفا کی ہے امید　　جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

Marfat.com

اب فیصلہ سنیے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ اربعین کے چالیس اعتراضات میں سے صرف چودہ اعتراض بجا ہیں۔ یہ چودہ مقام اور ان کے علاوہ اور مقامات (جو اربعین میں نہیں لکھے گئے ہیں۔) ایسے ہیں جو بلاشبہ موردِ الزام ہیں ان میں تفسیر بالرائے بھی ہے، حدیثِ نبوی صلعم کے خلاف بھی ہے۔ سلف صالحین کے خلاف بھی معنی کئے گئے ہیں۔

جب یہ فیصلہ مولوی ثناء اللہ کے پاس (امرتسر) پہنچا تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضراتِ محاکمین کو خط لکھا کہ اعتراضاتِ مذکور رسالہ اربعین کے علاوہ مقامات جو آپ لوگوں نے لکھا ان کی نسبت تو آپ لوگ حکم مقرر نہیں ہوئے۔ ان کے متعلق فیصلہ کرنے کا کیا حق ہے۔ اس پر حضراتِ محاکمین نے اس قدر عبارت فیصلہ طلب کر کے کاٹ دی۔

یہ بھی سوچنے سمجھنے کی بات ہے کہ اگر ان اعتراضات کے متعلق فیصلہ کرنا مولوی ثناء اللہ صاحب نے منظور نہیں کیا تھا تو اس مضمون کا خط کیوں لکھا کہ ان اعتراضات کے علاوہ کے بارے میں آپ لوگ حکم نہیں قرار پاتے ہیں۔ جس کی ضمنی دلالت اس پر ہے کہ اعتراضات مذکورہ اربعین میں آپ لوگ حکم ہیں۔ کیا اس کے بعد فیصلہ پر اعتراض کرنا اعتساف نہیں ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب صفحہ ۱۰[1] میں لکھتے ہیں: "حضرات منصفین کے سپرد جو کام کیا گیا تھا وہ صرف اتنا ہی تھا کہ مصنف اہل حدیث ہے یا خارج ہے۔"

ناظرین سے استدعا ہے کہ میرا بیان اور معاہدہ (جو مولوی ثناء اللہ صاحب نے صفحہ ۵ میں درج کیا ہے۔) دونوں کو ملاحظہ کر کے فرمائیں کہ کیا یہ بات سچ ہے کہ منصفین کے سپرد اتنا ہی کیا گیا تھا۔ مجھ کو تو اس موقع میں یہی شعر یاد آتا

---

[1] یعنی "فیصلہ آرہ" مطبوعہ مطبع اہل حدیث امرتسر ۱۹۰۵ء ۔ (ع، ح)

Marfat.com

ہے سے
نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

پہلا نتیجہ محاکمہ کا تو یہی ہوا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے کہنے سے کاٹ دیا کہ منصفین کے سپرد یہ کام ہی نہ تھا۔

اگر مولوی ثناء اللہ صاحب فرمائیں کہ میرے دستخط میں اہل حدیث ہونے نہ ہونے کی نسبت منظوری ہے اس کے سوا کا ذکر نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ اصل مضمون معاہدہ میں جب اعتراضات کے فیصلہ کا مضمون موجود ہے بلکہ وہی امر اول قرار پایا ہے تو دستخط میں اس کا ذکر نہ ہونا کیا مضر ہے کیا مولوی ثناء اللہ صاحب کے خیال میں ذکر بعض کا نفی ماعدیٰ کی کرتا ہے فہذا کما تریٰ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کا ایک اعتراض محاکمہ پر یہ ہے کہ منصفین نے حسب قرارداد معاہدہ اگر کلام امبین کے جوابات کافی نہ تھے تو مصنف سے اور جواب طلب نہیں کئے۔

مجھ کو یہاں پر ناظرین کو اسی قدر سمجھانا ہے کہ جواب کافی نہیں ہونے کا موقع دہ جا ہے کہ امر ثبوت طلب میں مستدل کی دلیل کافی نہ سمجھی جاوے دلیل میں کوئی نقصان ہو بین الدلالت نہ ہو یا کوئی مقدمہ منظور فیہ ہو دلیل کافی نہ سمجھنے کا مورد وہ نہیں ہو سکتا کہ اس کا خلاف ثابت بالبنیہ ہو وھذا امر لایبعد عن اھل الدرایۃ وعمن لہ بھا العنایۃ۔

دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ محاکمہ لکھ کر اولاً آپ ہی کے پاس گیا اگر جواب کافی دینا تھا تو آپ اپنے جواب منصفوں کے پاس لکھ کر بھیج دیتے۔ اور اس محاکمہ کو طلب جواب ہی قرار دیتے۔ اسی طرح آپ کے عذرات (جو محاکمہ پر ہوئے ہیں) اگر نیک نیتی پر مبنی ہوتے تو آپ ان عذروں کو منصفوں

Marfat.com

کے پاس بھیجتے جیسے اپنی تفسیر کے اور مقامات کے متعلق مضمون پر آپ نے منصفوں کے پاس عذر لکھ بھیجا تھا۔

اب محاکمہ کے نتائج سنیے۔ محاکمہ نمبر ا کی نسبت مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ "اگرچہ حضرات کے دلائل میں گفتگو کی مجال ہے مگر میرے ضمیر نے فیصلہ کر دیا کہ یہ واقعی غلطی ہے لہٰذا میں بڑی فراخ حوصلگی سے اپنی اس غلطی کا اعتراف کرتا ہوں۔"

مجھ سے جو کوئی پوچھے تو ان جملوں کا مقصود اعتراف نہیں ہے بلکہ محض اپنی تعلّی اور محاکمین کی تنقیص ہے۔ چنانچہ عبارت مذکورہ کا حاصل یہی ہے۔ (۱) مضمون غلط پر بھی میں ان علماء کے مقابلہ میں گفتگو کر سکتا ہوں۔ (۲) علماء محاکمین مضمون غلط کی غلطی ثابت نہ کر سکے۔ (۳) میں بڑا فراخ حوصلہ ہوں۔

اہل مذاق سمجھتے ہیں کہ در حقیقت یہ اعتراف نہیں ہے بلکہ انکار وجود آئندہ کا مقدمہ اور پیش بندی ہے۔ تاکہ آپ کے عذرات آئندہ کے لیے یہ اعتراف مابہ وثوق ہو

ع تیوریوں کا تاڑ جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

محاکمہ نمبر ۶ پر جو مولوی ثناء اللہ صاحب نے تکلم کیے ہیں۔ ان کے جواب کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کیونکہ تصحیح معانی ترکیب وغیرہ پر مقدم ہے اور مولوی ثناء اللہ صاحب تصحیح معانی کے متعلق کچھ نہ لکھ سکے۔ جس پر محاکمے کی بنا ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس مقام میں حضرات منصفین پر ایک نکتہ چینی یہ کی ہے "میں نے جزء اضافی کا تو لفظ بھی نہیں بولا بلکہ جزء کی تعریف ہی ایسی کی ہے جو واحد منھن پر بھی صادق آئے چنانچہ کلام المبین صفحہ ۲۸ پر ہے کہ

Marfat.com

جزء اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ کوئی چیز مل کر کل بنے ۔ جزء اضافی تو میں نے نہ بولا ہے نہ میں جانتا ہوں کہ جزء اضافی کیا ہوتی ہے اور حقیقی کیا ۔ میرے ناقص علم میں تو جزء کی ایک ہی قسم ہے حقیقی کہیں یا اضافی البتہ جزی دو قسم پر ہے حقیقی اور اضافی " یہ نکتہ چینی مولوی صاحب کی نیک نیتی اور اخلاص کی بین دلیل ہے ۔ بھلا ان لفظی بحثوں کو معنی مبحوث عنہ میں کیا دخل ہے ۔ مبتدی طالب العلموں کے طریقہ کا اعتراض ہے ۔ اب سنئے آپ کلام المبین صفحہ ۲۸ سطر ۸ میں جزء کی تعریف کرنے کے بعد لکھتے ہیں " لیکن کبھی جزء اس کو بھی کہتے ہیں جو اپنی ذات میں مستقل اور کل ہو مگر اپنے کل کی نسبت جزء ہو " اسی کے مطابق منصفوں نے لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے لفظ (جزء) کے دو معنی بیان کئے ہیں ۔ اب ناظرین مولوی صاحب کی عبارت (جو کلام المبین سے میں نے نقل کی) کو ملاحظہ فرمادیں ۔ پھر ان کے حاشیہ کے اعتراض کو دیکھ کر فرمائیں کہ اس میں راستی اور سچائی ہے ؟

دوسرا اعتراض مولوی ثناء اللہ صاحب کا لفظ اضافی اور حقیقی پر ہے جو محاکمے میں جزء کی نسبت لکھا گیا ہے ۔ آپ کے اعتراض کا کیا مطلب ہے اگر یہ ہے کہ یہ دونوں لفظ (حقیقی اور اضافی) جزء کی نسبت میں نے کسی کتاب میں نہیں پڑھا ہے تو اس کی ضرورت کیا ہے ۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ یہ اطلاق صحیح نہیں ہے تو کیا جزو کل میں تضایف نہیں ہے ۔ بات یہ ہے کہ آپ نے کلام المبین میں جو لفظ (اپنے کل کی نسبت جزء بنا ہو) لکھا اسی معنی کو مختصر لفظوں میں یوں کہا گیا جزء اضافی یعنی باضافت الی الکل تو اس میں کیا محذور ہوا ، صورت یہ ہوئی کہ آپ نے جزء کے جو دو معنی کیے تھے ان دونوں معنوں کو ان دو لفظوں سے تعبیر کیا گیا ۔ اس تعبیر میں کون محذور

Marfat.com

لازم آیا اور دو معنی آپ نے بھی کیے ہیں نہ حضرات منصفوں نے۔

محاکمہ نمبر ۲ بھی ایسے ہی ہے۔ شاید مولوی ثناء اللہ صاحب نے محاکمہ تو کیا اپنے عذر پر بھی غور نہیں فرمایا ورنہ ہرگز اپنا عذر نہیں لکھتے۔ محاکمے کا مضمون یہ تھا کہ حضرت مریم کے قول (ھو من عند اللہ) میں محض نسبت الی اللہ مقصود نہیں ہے بلکہ تخصیص بالنسبت ہے جس کا لازم عام ذرائع و اسباب کی نفی ہے۔ اسی کو سوال جواب کی مطابقت مقتضی ہے۔ مولوی صاحب اس پر اعتراض یہ فرماتے ہیں "کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سوال اسباب طبعیہ اور جواب علت بعیدہ سے دیا گیا ہے"۔ اور اس پر مولوی صاحب دو استشہاد پیش فرماتے ہیں۔ ایک حضرت زکریا کا قول (انی یکون لی غلام وقد بلغنی الکبر وامراتی عاقر) اور اس کا جواب (کذالک اللہ یفعل مایشاء) دوسرا استشہاد مولوی صاحب کا یہ ہے حضرت مریم کا قول (انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر) اور اس کا جواب (قال ربک ھو علی ھین) تھوڑی سمجھ کا آدمی اس کو سمجھ سکتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے دونوں استشہاد حضرات محاکمین کے قول کے موافق ہیں نہ مخالف اور مولوی ثناء اللہ صاحب کو مضر ہیں نہ مفید۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں سبب قریب (یعنی باپ) کی نفی نہیں ہے جیسا کہ منصفوں کے محاکموں میں مذکور ہے کہ مراد تخصیص بالنسبت ہے جس کا لازم و عام ذرائع اور اسباب کی نفی ہے۔ سبحان اللہ اور ایسے ہی کیا حضرت زکریا کے قصہ میں سبب قریب (ماں باپ کا جوان اور قابل ولادت ہونا) کی نفی نہیں ہے۔ جناب من آپ کا کلام تو صحیح جب ہوتا کہ آپ کے استشہادات میں سبب قریب کے ہوتے ہوئے سبب بعید کی طرف نسبت ہوتی تو کیا حضرت مریم علیہا السلام کو مرد نے چھوا تھا اور اللہ

Marfat.com

نے اپنی طرف نسبت کی اور ایسے ہی کیا حضرت زکریا میاں بی بی جوان اور قابل الولادت تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت فرمائی ۔ استغفراللہ۔

ایسی ہی نافہمی اور بطر الحق آپ نے اپنی حدیث منقولہ کے بارے میں کی ہے ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب یہاں فرماتے ہیں " اسی طرح اس جگہ اگر سوال کا مطلب یہ ہوتا ہے جو حضرات نے لکھا ہے کہ اس بڑھوتری اور برکت سے سوال تھا تو اس کا جواب تو آنحضرت صلعم فاطمہؓ سے زیادہ جانتے تھے پھر (بقول آپ حضرات کے) کوئی کہہ سکتا ہے کہ پوچھا کیوں اور سوال کیسا ۔ اس لیے یہ تقریر میری سمجھ میں نہیں آئی ۔) مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس تقریر سے مجھ کو حیرت بالائے حیرت ہے نہ یہ خیال میں آتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اتنی بات نہیں سمجھی اور نہ یہ کہا جاتا ہے کہ صرف مقتضائے عناد و تعسف ہے ۔ بھلا اتنا کون نہیں سمجھے گا کہ آنحضرت صلعم کیا جانتے نہ تھے کہ ظرف بھرا ہوا کھانا کس نے بھیجا ہے ۔ یا محض من اللہ برکت ہے ۔ نعوذ باللہ ۔ نامی گرامی علماء کی ایسی تقریریں ہوتی ہیں مولوی صاحب کی ان تقریروں کو دیکھ کر ہر شخص کہے گا کہ محاکمہ نمبر ۱ میں جو آپ نے اقرار دگو کسی انداز سے ہو) کیا ہے وہ جو فروشی کے ساتھ گندم نمائی کے مانند ہے محاکمہ نمبر ۸ پر جو مضمون مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا ہے اس سے نہ محاکمہ کی تردید ہوتی ہے نہ ناظرین کے غلطی میں پڑنے کا اندیشہ ہے ۔ صرف اس طور پر لکھا گیا ہے کہ کسی کو کچھ لکھ دینا چاہیے ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اردو بائیبل کی ایک عبارت اپنی سند میں یہاں پیش کرتے ہیں ہر بچہ ذی ہوش سمجھ سکتا ہے کہ موقع استدلال میں اس کا کہاں تک وزن ہو سکتا ہے ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اس محاکمے میں اس جملہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں " انبیاء کے منکر ایسی شرطیں کرتے تھے کہ انسان کی طاقت میں نہ ہو " مولوی صاحب کا یہ اعتراض یہ ہے " اس قول

Marfat.com

کے قائل یہود تھے اسی لیے تو اس آیت میں ان کو کہا گیا (قد جاءکم رسل من قبلی بالبیّنات وبالذی قلتم) الذی قلتم کو الگ بیان کرنے سے متبادر معلوم ہوتا ہے کہ یہ البینات میں نہیں تخصیص بعد تعمیم کا قائل ہونا بھی مجاز ہے"۔ مولوی صاحب کا آخر فقرہ (جو مدارِ سخن ہے) کیا معنی رکھتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا آپ کا مضمون یہ ہوا القول بالتخصیص بعد التعمیم مجاز کیا فعل بھی مجاز و حقیقت ہوتا ہے۔ اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ ذکر خاص بعد العام کے موقع میں اگر عام سے بھی مراد وہی خاص ہو تو مجاز ہو گا تو یہ بات صحیح ہے مگر اس آیت میں یہ کون کہتا ہے کہ البینات سے وہی الذی قلتم مراد ہے عام اپنے معنی پر ہے اور خاص اپنے معنی پر اور تخصیص بعد تعمیم کا فائدہ تعظیم ہے۔ جیسے الحمد للہ رب العالمین والعالمین اور یہ صورت مجاز کی نہیں ہے۔

محاکمہ نمبر ۹ و نمبر ۱۰ و نمبر ۱۱ مولوی ثناء اللہ صاحب کے موافق ہوا ہے۔ محاکمہ نمبر ۱۲ اس میں حضرات منصفوں نے جو مولوی ثناء اللہ صاحب کے تفسیر پر گرفت کی تھی کہ باوجودیکہ لوحِ محفوظ کا وجود آپ مانتے ہیں تفسیر میں اس کے معنی حقیقی سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے اس کو آپ کو بیان کرنا تھا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اب بھی اپنے عذر میں اس کو نہ بیان کر سکے اور نہ یہ بتا سکے کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر مقتضائے خیال سے کچھ تو کہنا چاہیے تو پھر وہی پرانی عبارت اپنی الکلام المبین سے یہاں بھی نقل فرما دی۔ محاکمہ نمبر ۱۳ اس محاکمہ کا مضمون یہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب آیت (یوم یاتی بعض ایات ربک) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعض آیات سے مراد یوم الموت ہے اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ قرآن میں ہے کہ موت کے دن ایمان لانا مفید نہیں۔ حضرات منصفین کہتے ہیں کہ یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ موت کے دن ایمان لانا مفید نہ ہونے

Marfat.com

کو لازم نہیں ہے کہ جس دن ایمان مفید نہ ہو وہ یوم الموت ہی ہو۔

مولوی ثناء اللہ صاحب اس محاکمے پر ایک اعتراض یہ کرتے ہیں "حصر تو میں نے بھی نہیں کیا"۔ میں یہاں پر مولوی صاحب کی عبارت الکلام المبین سے نقل کرتا ہوں جس سے حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ مولوی صاحب کی عبارت الکلام المبین کے صفحہ ۵۰ میں یوں ہے "میں نے اس سے مراد موت کا دن لکھا ہے"۔ اس جملہ کو پڑھ کر ناظرین انصاف کریں کہ کیا یہ صحیح ہے کہ مولوی صاحب نے حصر نہیں کیا۔ دوسرا مضمون اس محاکمے کا یہ تھا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (جس کو مولوی ثناء اللہ صاحب مانتے ہیں) صاف بیان کرتی ہے کہ بعض آیات سے مراد موت نہیں ہے۔ اس مضمون پر مولوی ثناء اللہ صاحب کا اعتراض ہے "بھئی نفی تو متنازعہ فیہ ہے جس کا ثبوت حدیث سے نہیں"۔ میں عرض کرتا ہوں کہ حضرات منصفین کی تقریر اس موقع میں یوں ہے: "مفہوم آیت یہ ہے کہ کوئی نشانی ایسی ہونے والی ہے کہ اس وقت سے ایمان کے قبولیت کا موقع ہی نہیں رہے گا یعنی سبب کی خصوصیت اور مسبب کا عموم اور اس کا خاص دن ہونا مدلول آیت ہے جو یوم الموت مراد لینے سے حاصل نہیں ہو سکتا ہے"۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو اس تقریر کے مقدمات پر کلام نہیں ہے اور جب یہ مقدمات صحیح ہیں تو یوم الموت کی نفی صاف ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کا اس جگہ ایک استدلال اپنی تفسیر پر یہ ہے کہ رابطوا (جو قرآن میں ہے) سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک حدودِ اسلامی کی نگرانی ہے اور حدیث میں ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کو رباط فرمایا گیا ہے۔ میں کیا عرض کروں۔ مجھ کو کیا ہر شخص کو ایسی تقریروں پر سخت حیرت ہے کیا اتنا نہیں معلوم کہ رباط میں درمیانِ تفسیر جمہور اور اطلاق حدیثیہ کے عموم خصوص ہے۔ (جس سے منافات نہیں لازم آتی)۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر میں یوم الموت

Marfat.com

اور طلوعِ شمس میں تضاد ہے۔

تیسری خامہ فرسائی مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ کی ہے "بعض آیات کا ایک مفہوم کلی ہے جس کے افراد بے شک کثیر ہیں جیسے فتح البیان کی عبارت التی تضطرھم الی الایمان (جس کو حضرات نے آئندہ سطر میں تسلیم فرمایا ہے) کے افراد بھی کثیر ہیں کیونکہ ہر ایک کے لیے اضطرار کے اسباب جدا جدا ہیں پس جب یہ عبارت (التی تضطرہم) باوجود کثرتِ افراد کے صحیح ہے تو خاکسار بھی اپنی تفسیر کی نسبت صحت کا امیدوار ہے۔" اولاً بعض الآیات کا باعتبار مراد متکلم کے کلی ہونا غلط ہے۔ دوسرے یہ غلط ہے کہ التی تضطرہم (در آنحالیکہ ایک چیز کی صفت ہو جیسا کہ محاکمے میں ہے) کے افراد کثیر ہوں۔ تیسرے آپ کے مقدمہ (ہر ایک کے لیے اضطرار کے اسباب جدا جدا ہیں) پر اعتراض بھی ہے پھر اس کو جزء دلیل بنانا مصادرہ نہیں تو کیا ہے۔ چوتھے حضراتِ محاکمین نے صاف بتا دیا ہے کہ التی تضطرہم کا مصداق ایک ہے، پھر اس کو مثل اپنی تفسیر کے کہنا غلط اور بالکل غلط ہے کیا ہر شخص کے یوم الموت کا مصداق ایک ہی ہے۔

محاکمہ نمبر ۱۴۔ اس نمبر میں مولوی ثناء اللہ صاحب پر مواخذہ یہ تھا کہ آیت والوزن یومئذٍ الحق الآیہ کی تفسیر میں وزن اعمال سے انکار ہے۔ مولوی صاحب کا جواب الکلام المبین میں آیا تھا کہ میں نے اپنی تفسیر میں وزنِ اعمال کی نفی نہیں کی ہے بلکہ چونکہ اور آیتوں میں ارشاد ہے کہ کافروں کے اعمال وزن نہ ہوں گے۔ اس لیے ایسی تعمیم کی ہے جس سے سب آیات میں تطبیق ہو جاوے۔ محاکمہ یہ تھا کہ اگرچہ والوزن یومئذٍ الحق کی تفسیر اپنے لفظوں میں نہیں ہے جس سے وزن کی نفی ہو مگر خفت وزن کی تفسیر حبط اعمال سے وزن کی نفی بصراحت کرتی ہے۔ مولوی صاحب اپنے حاشیہ میں اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ میں نے

Marfat.com

خفت کی تفسیر حبطت سے جو کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے یہ آیت کفار و مشرکین کے متعلق سمجھی ہے۔ اولاً مولوی صاحب اس موقع میں یہ نہیں کہہ سکے کہ میری تفسیر وزنِ اعمال کی نفی نہیں نکلتی ہے۔ دوسرے فرماتے ہیں کہ میں نے یہ آیت کفار و مشرکین کے متعلق سمجھی ہے۔ بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ قرآن میں اس جگہ تو اسی والوزن یومئذ الحق کی یہ تفریع ہے فمن ثقلت ومن خفت اگر من خفت سے مراد کفار ہیں تو ان کا بیان رہ گیا جن کا وزنِ اعمال ہوگا اور ثقل نہ ہوگا۔ محاکمے میں اس جگہ یہ لکھا ہوا ہے کہ لا نقیم لھم یوم القیٰمۃ وزنا سے مولوی ثناء اللہ صاحب کا استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس کا مورد (الذین ضل سعیھم) خاص ہے لہٰذا وہ مطلقاً وزن کے منافی نہیں علاوہ وہاں وزن اعمال ہے اور یہاں وزن اشخاص۔ مولوی صاحب آخری فقرہ کی نسبت لکھتے ہیں حضرات کا فرمانا میری سمجھ میں نہیں آیا۔ جناب من مجھ سے اس کا مطلب نہ سنئے اور سمجھئے لا نقیم لھم یوم القیٰمۃ وزنا میں وزن سے مراد قدر و عزت ہے جلالین میں ہے ای لا نجعل لھم قدرا وفی الجمل ای بل نزدریھم و نستذلھم اور سنئے مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہاں پر ایک روایت معالم التنزیل سے پیش کی ہے جس کو ایسے طور پر لکھا ہے کہ حدیث مرفوع معلوم ہو فرماتے ہیں" تفسیر معالم میں ابو سعید خدری سے روایت ہے اور قال کا لفظ اڑا دیا ہے اس طرح پر لکھنے میں دھوکا اور ابلہ فریبی ہے کہ لوگ اس کو حدیث سمجھیں گے۔ حالانکہ یہ قولِ صحابی ہے اور وہ بھی بلا سند۔ مولوی صاحب اپنے اصول میں تو کس زور شور سے لکھتے ہیں کہ تفسیر صحابی اگرچہ بسند صحیح بھی ہو حجت نہیں ہے اور قولِ صحابی بلا سند حجت ہو گیا۔ سبحان اللہ! کیا دیانت اور راستی ہے۔

Marfat.com

اور سنئے! اسی تفسیر معالم میں اسی جگہ آیت فلا نقیم لھم یوم القیٰمۃ
وزنا، کی تفسیر وہی کی ہے جو حضرات منصفوں نے لکھا ہے کہ وزن اشخاص
مراد ہے اور اس پر محاورہ عرب کی شہادت نقل کی ہے بعد اس کے حدیث
مرفوع بسند اسی معنی میں نقل کی ہے چنانچہ میں پوری عبارت معالم کی نقل کرتا
ہوں۔ فلا نقیم لھم یوم القیٰمۃ وزنا ای لا نجعل لھم خطرا و
قدرا یقول العرب ما لفلان عندہ وزن ای قدر لخستہ اخبرنا
عبدالواحد الملیحی عن النعیمی احمد عن محمد بن یوسف عن محمد بن
عبداللہ ثنا سعید بن ابی مریم انا المغیرۃ عن ابی الزناد عن الاعرج عن
ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لیاتی الرجل السمین
یوم القیٰمۃ لا یزن عند اللہ جناح بعوضۃ وقال اقرؤا فلا نقیم لھم
یوم القیٰمۃ وزنا۔ یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی کچھ قدر نہ ہوگی
عرب بولتے ہیں فلانے کا اس کے ہاں کچھ وزن یعنی قدر نہیں ہے اور ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے بسند مذکور روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت کے
دن موٹا ڈبل آدمی آئے گا۔ جس کا اللہ پاک کے ہاں مچھر کے پر برابر بھی وزن نہ ہوگا۔
یہ کہہ کر فرمایا تم لوگ پڑھو فلا نقیم لھم یوم القیٰمۃ وزنا۔ یہ حدیث صحیح
بخاری میں موجود ہے۔ دیکھو بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۹۱ مطبوعہ مطبع احمدی۔ میں نے اس
حدیث کو معالم التنزیل سے نقل اس واسطے کیا کہ ناظرین خیال فرمائیں کہ مولوی ثناء اللہ
صاحب کو اس جگہ صحابی کا قول وہ بھی بلا سند جس کو خود حجت نہیں مانتے، نظر
آیا اور جھٹ آپ نے نقل کر ڈالا اور اسی سطر میں حدیث مرفوع آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی تفسیر ان کو نظر نہیں آتی اور نہ محاورہ عرب معلوم ہوا جو صاحب معالم
نے نقل کیا ہے۔ اس جگہ پر مولوی ثناء اللہ صاحب کو نہ اپنا وہ قول خیال رہا کہ

Marfat.com

لغت اور محاورہ عرب کے موافق تفسیر چاہیے اور نہ تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ ہوا۔ پناہ بخدا، پناہ بخدا۔ بات یہ ہے کہ اپنی بات رکھنے کو جہاں جو بن پڑا لکھ مارا۔ اس اعتساف کو ناظرین خوب غور سے دیکھیں کہ علماء اہلحدیث کی یہی شان ہے؟ کیا صاف صاف یہ تفسیر بالرائے نہیں ہے جس کی نسبت حضرات منصفین نے اپنے محاکمہ کی ابتدا میں ہی اشارہ کیا ہے اور جتا دیا ہے دیکھو محاکمہ آرہ صفحہ ۱۴ وہاں پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی تفسیر بالرائے ہونے کا گویا اقرار کر لیا ہے۔ دیکھو اسی صفحہ میں ان کا حاشیہ۔

محاکمہ نمبر ۵ او نمبر ۱۶ میں خدا خدا کر کے مولوی ثناء اللہ صاحب نے اعتراف (گو کیسے ہی لفظوں میں ہو) کیا ہے اور اصلاح کا وعدہ کرتے ہیں۔ محاکمہ نمبر ۷ پر مولوی ثناء اللہ صاحب کا ایراد صرف یہ ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے متعلق مولوی صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ کی ایک عبارت نقل کر کے ترجمہ فرمایا ہے۔ پس اس موقع میں مولوی صاحب سے اولاً یہ پوچھتا ہوں کہ آپ کی منقولہ عبارت عربی کی لغت اور محاورہ ہے یا کوئی آیت قرآنی ہے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، اقوال و تفاسیر صحابہ کی نسبت تو آپ لکھتے ہیں کہ لغت اور محاورہ کے خلاف ہے تو حجت نہیں ہے۔ حجۃ اللہ کی عبارت کیا اس سے بڑھ کر ہے جس کے مقابلے میں لغت و محاورہ عرب کچھ نہیں دیکھا جاتا اور سب کے خلاف آپ حجت مانتے ہیں؛

ع به بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

ے ہم بھی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے
او زمانہ کی طرح رنگ بدلنے والے

دوسرے شاہ صاحب کی عبارت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ درخت نہیں ہے۔ آپ کی عبارت منقولہ کا مقتضا صرف یہ ہے کہ صورت اس

Marfat.com

کی درخت کی ہے اور حقیقت اس کی یہ ہے جیسا کہ وہاں پر اور چیزوں کی صورت اور حقیقت کا بیان ہے جیسے شق صدر، براق پر سوار ہونا۔ انبیاء کی ملاقات آسمانوں پر جانا، حضرت موسیٰؑ کا رونا۔ تو کیا شاہ صاحب اس کے قائل ہیں کہ ان سب کا وجود نہیں ہوا۔ ہرگز نہیں چنانچہ مولوی ثناءاللہ صاحب کو اس کا خیال ہوا۔ لہٰذا مزید غور کرنے کا وعدہ خود اپنے حاشیہ میں کرتے ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔

الراقم: محمد صدیق مظفر پوری مرداوی ڈاکخانہ پوپری۔
(ضمیمہ ضیاء السنۃ، ۹ شعبان ۱۳۲۳ھ)

قاضی صاحب اور سلطان ابن سعود ملک الحجاز

قاضی صاحب حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے آپ نے بمعہ اپنی اہلیہ محترمہ حج کیا۔ اس وقت کے سلطان ابن سعود مرحوم سے بھی بمعیت دیگر علماء ملاقات ہوئی۔ سلطان موصوف نے بدورانِ گفتگو کہا کہ میں نے ایک مسئلہ میں استفتاء علمائے حرمین سے کیا۔ اس کے متعلق جو فتویٰ علمائے نجد نے دیا وہ مجھے پسند نہیں آیا۔ لیکن جو فتویٰ میرے اپنے قاضی نے دیا وہ مجھے پسند آیا ہے۔ چونکہ پہلی ملاقات تھی اس وقت تو آپ چپ رہے لیکن دوسرے روز جب سلطان موصوف سے پھر ملاقات ہوئی۔ تو آپ نے سلطان سے کہا کہ میں آج تک کبھی بھی کسی سے نہیں ڈرا اور آپ سے غالباً یہ آخری ملاقات ہے۔ اس لیے میں اپنے آپ پر یہ الزام نہیں چھوڑنا چاہتا کہ لوگ کہیں کہ عبدالاحد سلطان ابن سعود سے ڈر گیا تھا۔ اس لیے گزارش ہے کہ کل جس فتویٰ کو آپ نے ناپسند کیا وہ صحیح ہے اور اس کے دلائل یہ ہیں۔ یہ

Marfat.com

کہہ کر آپ کھڑے ہو گئے ایک گھنٹہ تک ایک پُر جوش تقریر عربی میں کی اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے اعتقادات کا ذکر اس ضمن میں آگیا۔ سلطان آپ کی تقریر حیرانی سے سن رہا تھا اور تعجب کر رہا تھا کہ یہ شخص کیسا جری ہے جو مجھ سے اس طرح خطاب کر رہا ہے جس طرح ایک معمولی آدمی سے کیا جاتا ہے اور میرا رعب اس پر بالکل نہیں پڑا۔ حالانکہ بڑی بڑی سلطنتوں کے سفراء جب میرے سامنے آتے ہیں تو میرا رعب ان پر نمایاں ہوتا ہے۔ سلطان نے آپ کی تقریر سننے کے بعد آپ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا "عقیدی عقیدتک" یعنی میں آپ سے اس بارہ میں متفق ہوں اور میرا عقیدہ وہی ہے جو آپ کا ہے۔ اس کے بعد جب آپ کی دلیری کا ذکر بعض ہندوستانی اصحاب سے کیا اور اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے سوال کیا کہ کیا ہندوستان میں (جو انگریزوں کے قبضہ میں ہے) بھی ایسے علماء موجود ہیں جو اس قدر بہادر اور نڈر ہوں۔ تو آپ کو بتایا گیا کہ قاضی صاحب ہندوستان میں بھی باطل کے مقابلہ میں اور اسی طرح حق کی حمایت میں ہمیشہ نڈر اور بیباک رہے ہیں۔

واپسی کے وقت سلطان موصوف نے آپ کو خلعت پیش کی اور آپ کی اہلیہ محترمہ کے لیے ایک سونے کی گھڑی بطور تحفہ عنایت کی اور اپنی موٹر میں سوار کر کے جدہ تک پہنچانے کا حکم دیا۔

سلطان صاحب موصوف کے ساتھ بوقتِ ملاقات جو گفتگو ہوئی اور جو تقریر آپ نے سلطان کے سامنے کی۔ آپ نے وطن واپس آنے کے بعد اُسے ایک رسالہ کی شکل میں قلمبند کر کے شائع کر دیا اور اس کا نام

Marfat.com

الفیصلۃ الحجازیۃ السلطانیہ بین اھل السنۃ وبین الجھمیۃ الثانیۃ"
اور وہ سارا ماجرا اس میں مفصل طور پر بیان کر دیا۔

قاضی صاحب اور سردار محمد ایوب خان سابق امیر افغانستان

سابق امیر کابل سردار محمد ایوب خان راولپنڈی میں سلطنتِ انگلشیہ نے نظر بند کئے ہوتے تھے۔ آپ کے قافلہ میں ایک افغانی عالم اور قابل افغانی طبیب بھی موجود تھے۔ امیر صاحب کے کان میں ایک پھوڑا نکل آیا۔ سول سرجن نے کہا کہ اس کا اپریشن کرنا ضروری ہے۔ امیر صاحب اپریشن کرانا نہیں چاہتے تھے۔ انھوں نے اہل مجلس سے کہا کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ میرا علاج بغیر اپریشن ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ ایک صاحب نے امیر صاحب سے کہا کہ اگر آپ قاضی عبد الاحد صاحب کو بلائیں تو امید ہے وہ آپ کا علاج بغیر اپریشن کے ہی کر دیں گے۔ وہ بڑے حاذق حکیم ہیں۔ امیر صاحب نے کہا انہیں ضرور بلا لاؤ۔ آپ جب امیر صاحب کے پاس پہنچے تو امیر صاحب نے کہا کہ آپ کو اس غرض کے لیے تکلیف دی گئی ہے کہ میری اس شکایت کا علاج بغیر اپریشن کے ہو جائے۔ آپ نے جواباً کہا کہ "میں یونانی حکیم ہوں۔ میں جراح نہیں ہوں۔ میں آپ کو کھانے کے لیے دوا دے دوں گا۔ انشاء اللہ اس کے کھانے سے یہ شکایت جاتی رہے گی۔ امیر صاحب نے کہا: میں خدا سے اور کیا چاہتا ہوں؟ آپ دوا عنایت فرمائیں۔ آپ نے چند حبوب (گولیاں) امیر صاحب کو کھانے کے لیے دے دیں۔ چند روز میں امیر صاحب بالکل صحت یاب ہو گئے۔ امیر صاحب بڑے خوش ہوئے اور آپ کو نذرانہ کے علاوہ خلعت سے بھی نوازا۔ اور فرمایا کہ آپ مستقل طور پر میرے خاندان

Marfat.com

کی طبی خدمات قبول فرمائیں۔ اب سے قاضی صاحب ان کے خاندان کے خاص طبی مشیر مقرر ہو گئے۔ اور امیر صاحب کی مجلس میں آمد و رفت شروع ہو گئی۔

بعد میں سول سرجن صاحب تشریف لائے۔ امیر صاحب کو بالکل صحت یاب دیکھ کر دریافت کیا کہ آپ نے کس سے اپریشن کرالیا۔ امیر صاحب نے کہا کہ میں نے تو ایک حکیم صاحب سے علاج کرایا ہے۔ انھوں نے کھانے کے لیے دوا دی۔ میں تندرست ہو گیا۔ یعنی اپریشن بالکل نہیں ہوا سول سرجن صاحب نے تعجب سے کہا کہ بغیر اپریشن یہ پھوڑا کیسے زائل ہو گیا۔ امیر صاحب نے کہا دیکھ لو! میں بالکل صحت یاب ہو چکا ہوں۔

قاضی صاحب کا اصل مشن تو اشاعتِ دین تھا۔ امیر صاحب تک رسائی کا سامان تو قدرت نے کر دیا۔ علمی مباحث بھی ہونے لگے۔ اور سردار ایوب خاں کے دل پر آپ کے علمی کمال کا بھی سکہ بیٹھ گیا۔ مولانا سید عبدالجبار صاحب غزنوی نے ایک مرتبہ فرمایا کہ قاضی عبد الاحد صاحب نے امیر محمد ایوب خاں کو وہ باتیں سنائیں جو اس کے باپ دادا نے بھی کبھی نہ سنی ہوں

مجلس میں علمی مباحث پیش آتے تو امیر صاحب کے خاص الخاص عالم صاحب کی آپ کے سامنے پیش نہ جاتی اور امیر صاحب حیران ہو جاتے لیکن چونکہ شاہی دماغ رکھتے تھے حجت کی قطعیت دیکھ کر قائل ہو جاتے۔

ایک دفعہ آپ نے امیر صاحب سے کہا کہ اگر تکبیر پڑھ کر بندوق چلائی جائے تو شکار بغیر ذبح کے حلال ہے۔ اس وقت تو ان کے مولوی صاحب نہ بولے۔ لیکن قاضی صاحب کی عدم موجودگی میں ایک کتاب فقہ کی بتائی اور کہا یہ دیکھو! اس میں لکھا ہے "بندقہ" سے اگر جانور مر جائے تو حلال نہیں۔ امیر صاحب نے

Marfat.com

بوقتِ ملاقات قاضی صاحب سے کہا کہ میرے مولوی صاحب نے مجھے کتاب سے نکال کر مسئلہ بتایا ہے کہ آپ کا بتایا ہوا مسئلہ صحیح نہیں۔ آپ نے پوچھا کہ مولوی صاحب نے کیا فرمایا۔ امیر صاحب نے کہا کہ کتاب سے عبارت پڑھی۔ جس میں لفظ "بندقہ" پڑھ کر سنایا اور کہا کہ لکھا ہے کہ بندوق سے جو شکار کیا جائے وہ بغیر ذبح حلال نہیں۔ قاضی صاحب نے فرمایا: مولوی صاحب سے پوچھنا کہ بندوق کس سن میں ایجاد ہوئی ہے اور وہ کتاب کس سن میں تصنیف ہوئی۔ جب وہ کتاب لکھی گئی تھی اس وقت تک تو بندوق ایجاد ہی نہ ہوئی تھی اور "بندقہ" تو اس گول پتھر کو کہتے ہیں جو غلیل میں رکھ کر مارا جاتا ہے۔ وہ ہڈی توڑ دیتا ہے اور اس سے خون کا نکلنا بھی ضروری نہیں ہوتا۔ اس میں تو اختلاف بالکل نہیں۔ ہم بندوق کے چھرہ کی مار کو "تیر" پر قیاس کرتے ہیں اور یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ اگر خدا کا نام لے کر "تیر" چلایا جائے، جس سے کوئی جانور ہلاک ہو جائے تو وہ بغیر ذبح بالکل حلال ہے۔ امیر صاحب نے فرمایا: بالکل بجا۔ میں شکاری ہوں اور میں جانتا ہوں کہ چھرہ کی مار بالکل تیر کی طرح ہوتی ہے۔ مولوی صاحب کو امیر صاحب نے مسترد کر دیا۔

ایک مرتبہ امیر صاحب کے گھر میں ایک شیر خوار بچہ بیمار ہو گیا۔ امیر صاحب نے اپنے حکیم صاحب سے کہا کہ قاضی صاحب کو ضرور مشورہ میں شریک کرنا۔ دونوں نے جا کر مریض کو دیکھا۔ افغانی حکیم صاحب نے ایک نسخہ تجویز کیا۔ جو ایک بڑے کاغذ پر پھیلا ہوا تھا۔ اور وہ نسخہ حسبِ ہدایت امیر صاحب، قاضی صاحب کو بھی بتایا جس میں پندرہ بیس اجزاء تھے۔ قاضی صاحب نے نسخہ دیکھ کر فرمایا: نسخہ تو بہت عمدہ ہے لیکن چونکہ بچہ بہت چھوٹا ہے۔ اتنے

Marfat.com

اجزا روالا نسخہ شاید برداشت نہ کرسکے اور اسی کاغذ پر صرف تین اجزا پر مشمول ایک نسخہ لکھ کر حکیم صاحب کو دکھلا دیا۔ اور کہا کہ اگر مناسب سمجھیں تو یہ نسخہ تیار کرا کر دے دیں۔ حکیم صاحب نے بھی اس پر صاد کیا اور بچہ شفایاب ہو گیا۔

ایک مرتبہ آپ امیر صاحب کے پاس گئے۔ دیکھا کہ افغانی مولوی صاحب انہیں ایک کتاب پڑھ کر سنا رہے تھے۔ ایک فقرہ آپ کے کان میں پڑ گیا۔ مولوی صاحب تو آپ کو دیکھ کر چپ ہو گئے۔ پہنچتے ہی تو آپ نے امیر صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب آپ کو ایک عجیب مسئلہ سنا رہے تھے۔ جو آتے آتے میرے کان میں بھی پڑ گیا۔ چونکہ امیر صاحب کی اس مسئلہ پر توجہ مبذول ہی نہ ہوئی تھی۔ قاضی صاحب سے کہا کہ میں نے تو کوئی بات سنی ہی نہیں۔ آپ فرمائیں کہ وہ کیا بات ہے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ سے کہہ رہے تھے کہ یوں نہ کہو کہ خدا آسمانوں پر ہے کیونکہ اس صورت میں زمین کا کام معطل ہو جائے گا اور یہ بھی نہ کہو کہ خدا زمین پر ہے کیونکہ اس صورت میں آسمان کا کام معطل ہو جائے گا۔ انگریزوں کا بادشاہ لندن میں ہے اور ہندوستان میں اس کی حکومت کا کام تو بخوبی چل رہا ہے تو کیا خدا انگریزوں کے بادشاہ سے بھی زیادہ کمزور ہے کہ اس کے آسمان پر ہونے سے زمین کا کام معطل ہو جائے گا انگریزوں کے بادشاہ کا کام باوجود اس بُعد کے بخوبی چل رہا ہے امیر صاحب جھٹ بول اٹھے "مولوی! یہ مسئلہ بہت غلط ہے اسے کتاب سے نکال ڈالو اور یہ ورق جس میں یہ ورق جس میں یہ مسئلہ درج ہے۔ اُسے پھاڑ دو۔ وہ ورق مولوی صاحب سے پھڑوا کر دم لیا۔

امیر صاحب کو انگریزوں نے راولپنڈی سے لاہور میں منتقل کرنے کا فیصلہ کر ڈالا۔ آپ نے قاضی صاحب سے کہا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں۔ آپ نے کہا آپ تو انگریز کے قیدی ہیں۔ میں تو کسی کا قیدی نہیں۔ خدا جانے وہ تمہیں کہاں کہاں لے جائیں گے تو کیا میں بھی ہمیشہ کے

Marfat.com

لیے غریب الوطن بن جاؤں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ امیر صاحب نے قاضی صاحب کو خوشنودی کا سرٹیفکیٹ عنایت فرمایا اور لاہور چلے گئے۔

لاہور جانے کے بعد موسم گرما میں امیر صاحب کو ڈلہوزی جانے کی اجازت مل گئی چونکہ وہ قاضی صاحب کی مجلس کو پسند کرتے تھے۔ آپ نے لاہور سے قاضی صاحب کو لکھا کہ اگر آپ یہ موسم گرما ہمارے ساتھ ڈلہوزی میں گزاریں تو عنایت ہو گی اور ہم آپ کی مجلس سے مستفید ہوں گے۔ قاضی صاحب نے یہ پیشکش قبول کر لی اور گھر والوں کو خان پور چھوڑ کر ڈلہوزی چلے گئے۔

قاضی صاحب اور پیر بغدادی

ڈلہوزی میں امیر صاحب کے قافلہ میں ایک پیر بغدادی بھی تھے۔ امیر صاحب ایک مرتبہ بغداد تشریف لے گئے تھے وہاں سے انہیں یہ پیر صاحب بطور تحفہ عطا کئے گئے تھے۔ پیر صاحب کا وطیرہ یہ تھا کہ جب کبھی مجلس میں تشریف لاتے تو یہ نعرہ بآواز بلند الاپتے:

"بر شیراں شرف دارد سگِ دربارِ جیلانی"

وقت بے وقت یہ نعرہ سنتے سنتے قاضی صاحب کو خیال دامن گیر ہوا کہ پیر صاحب کا یہ نعرہ کسی طرح بند کیا جائے۔ لیکن اس کے لیے کسی موزوں موقع کی تلاش میں تھے۔ پیر صاحب بھی آپ کی علمیت سے مرعوب تھے۔ جب کبھی باہم ملاقات ہوتی تو فرماتے "انت وھابی انا وھابی" یعنی اگر تم وہابی ہو تو میں بھی وہابی ہوں۔ غرض یہ تھی کہ قاضی صاحب کو اپنا ساتھی بنایا جائے تاکہ وہ کسی وقت ان کی مخالفت نہ کر سکیں۔ ان سے بحث کی طاقت تو نہیں لیکن قاضی صاحب دل میں کہتے تھے کہ مجھے موقع ملنے

Marfat.com

دو میں تمہاری خبر لے کر چھوڑوں گا۔

ایک دن قاضی صاحب کو موقع ہاتھ آ ہی گیا۔ امیر صاحب کی مجلس نے طول کھینچا اور مجلس شام تک جاری رہی۔ شام ہوئی تو امیر صاحب تو اٹھ کر چلے گئے لیکن جاتے وقت اپنے بیٹوں اور وزیر صاحب سے کہہ گئے کہ قاضی صاحب کو جانے نہ دینا اور کہنا کہ آپ آج کھانا یہاں ہی کھائیں گے۔

قاضی صاحب اُٹھ کر جانے لگے (کیونکہ آپ کے کھانے کا انتظام علیحدہ اپنے ڈیرہ پر ہی تھا) تو امیر صاحب کے بیٹوں اور وزیر صاحب نے کہا کہ آپ نہیں جا سکتے۔ کھانا تناول کر کے تشریف لے جانا کیونکہ امیر صاحب تاکیداً فرما گئے ہیں کہ آپ اس وقت کا کھانا یہاں ہی تناول فرمائیں گے۔

مجلس میں وزیر صاحب اور امیر صاحب کے فرزندان ولواحقین کے علاوہ مولوی صاحب افغانی بھی موجود تھے لیکن اتفاقاً پیر صاحب بغدادی غیر حاضر تھے۔ قاضی صاحب نے یہ موقع غنیمت جانا۔ جب دسترخوان بچھایا گیا تو قاضی صاحب نے مولوی صاحب کو جو آپ کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے مخاطب کر کے ہنسی ہنسی میں کہا!

"مولوی صاحب! بات یہ ہے کہ آپ لوگ پیر عبدالقادر جیلانیؒ کو خدا سے بڑا سمجھتے ہو"۔

مولوی صاحب: "معاذ اللہ! یہ بالکل غلط ہے"۔

قاضی صاحب: "میں ابھی ثابت کر دوں گا کہ آپ ایسا ہی سمجھتے ہیں"۔

مولوی صاحب: "آپ یہ بات ہمارے متعلق کبھی ثابت نہیں کر سکتے"

Marfat.com

قاضی صاحب : ابھی ظاہر ہو جائے گا۔ یہ تو فرمایئے کہ کتا اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

مولوی صاحب : اتنی مرتبہ دھونا ضروری ہے، پھر پاک ہوگا۔

قاضی صاحب : (دروازے کی طرف اشارہ کر کے) مولانا دیکھئے۔ وہ ایک کتا کھڑا ہے اور وہ خدا کا کتا ہے وہ اگر ادھر آنے لگے (جہاں کھانا چنا ہوا ہے) تو آپ جہاں جوتے پڑے ہوئے ہیں۔ اس سے پرے ہی اُسے دھتکار کر بھگا دیں گے۔ اور اندر نہیں آنے دیں گے۔ اور جیلانی کا کتا ہر روز تمھارے ساتھ بیٹھ کر کھاتا ہے۔ اس سے آپ کو کوئی نفرت نہیں تو کیا آپ نے اُسے خدا کے کتے پر ترجیح دی یا نہ اور جیلانیؒ کو خدا سے بڑا سمجھا یا نہ۔ جیلانی کے کتے سے تو کوئی نفرت نہیں اور خدا کے کتے سے نفرت ہے۔ بتاؤ میں ٹھیک کہتا تھا یا نہ؟

یہ بات سنتے ہی تمام مجلس ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئی۔

دوسرے روز جب امیر صاحب باہر تشریف لائے تو حاضرین میں سے ایک صاحب نے ان سے کہا کہ آج رات قاضی صاحب نے ایسی بات کہی جس سے سب اہل مجلس ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ امیر صاحب نے کہا: وہ بات مجھے بھی سناؤ۔ جب انہیں وہ بات سنائی گئی تو وہ بھی ہنسی پر قابو نہ پا سکے اور کھلا کر ہنس پڑے۔

تھوڑی دیر بعد پیر بغدادی بھی مجلس میں آ گئے۔ اور حسب عادت چلا کر نعرہ لگایا "بر شیراں شرف دارد سگ دربار جیلانی!" تمام اہل مجلس کھکھلا کر

Marfat.com

ہنس پڑے اور امیر صاحب بھی خوب ہنسے۔ پیر بغدادی ششدر رہ گیا۔ سخت حیران ہوا کہ میرے نعرہ پر یہ سب لوگ آج کیوں ہنس رہے ہیں۔ امیر صاحب نے ان کی دلداری کے لیے ایک اور واقعہ کا ذکر کر کے فرمایا کہ وہ بات اس وقت مجھے یاد آگئی تھی، اس لیے ہنسی آگئی۔ اس طرح پیر صاحب کو تسلی دینے کی کوشش کی آپ پر کوئی نہیں ہنسا۔

لیکن باوجود اس کے، پیر صاحب کے دل میں کھٹکا پیدا ہو گیا۔ مولوی افغانی نے جو دل سے قاضی صاحب کے مخالف تھے۔ (اگرچہ بظاہر کچھ نہ کر سکتے تھے)، پیر صاحب کو کہہ ہی دیا کہ تمھاری بیڑی میں یہ پتھر قاضی عبدالاحد صاحب نے ڈالے ہیں اور رات کا سارا واقعہ ان کو سنا دیا۔

رہائش گاہ میں پیر صاحب آپ کے پڑوسی تھے اور ساتھ والے کمرے میں مقیم تھے۔ یہ باتیں رات کو سننے کے بعد آپ کے کمرے میں گئے اور دریافت کیا کہ آپ نے یہ باتیں کی تھیں۔ دیکھیں میرے آپ کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے۔ آپ نے ان کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے میری خفت کا سامان مہیا کیا۔ قاضی صاحب نے کہا۔ دوستانہ تعلقات اور ہیں اور دین الہٰی کا تقاضا کچھ اور ہے۔ مسلمان کی صفت قرآن شریف میں یہ بیان ہوئی ہے: الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبھم۔ الآیۃ (مسلمانوں کی یہ صفت ہے کہ کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں) اور تمھارا حال یہ ہے ایک دن بھی تم نے نہ اللہ اکبر کہا نہ لا الہ الا اللہ اور نہ سبحان اللہ۔ میری ایمانی غیرت یہ خدا فراموشی برداشت نہ کر سکی۔ تم کسی وقت اللہ تعالیٰ کا نام بھی لے لیا کرو۔ اس کے پاس اس کا کیا جواب تھا نتیجہ

Marfat.com

یہ ہُوا کہ پیر بغدادی کا یہ نعرہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کو اس کی جزائے خیر دے، آمین۔

امیر محمد ایوب خان مخالفین نے ایک الزام قاضی صاحب کے خلاف یہ تراشا تھا کہ تم کو امیر ایوب خاں نے اپنی ملازمت سے علیحدہ کیا اور تم وہاں سے رسوا ہو کر نکلے۔ مذکورہ بالا واقعات سے اس بہتان کی قلعی کھُل جاتی ہے، علاوہ ازیں امیر ایوب خان مرحوم موصوف کو جب لاہور میں پیر صاحب گولڑہ اور قاضی صاحب کی باہمی آویزش کا علم ہوا تو فرمایا "پیر بسیار غلطی کردہ است، مانند او (قاضی صاحب) علماء در ہندوستان ندیدم۔ او پیر را بسیار خراب خواہد کرد"۔ یعنی پیر صاحب نے قاضی عبد الاحد صاحب کے ساتھ الجھنے میں بڑی غلطی کی ہے۔ وہ پیر صاحب کو سخت زک پہنچائیں گے۔ کیونکہ ان جیسا عالم میں نے ہندوستان بھر میں نہیں دیکھا)

مناسب ہو گا کہ یہاں امیر صاحب موصوف کا وہ سرٹیفکیٹ نقل کر دیا جائے جو موصوف نے اپنے لاہور جانے سے پیشتر قاضی صاحب کو مرحمت فرمایا اور وہ یہ ہے:

مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۰۲ء

چوں ہفت سال مولوی حکیم قاضی عبد الاحد خان پوری با ما ملازم بود۔ از معالجات او دانستہ گردیدہ کہ مولوی موصوف در علم طب بسیار تعلیم یافتہ در علم طبابت یونانی چہ عربی و چہ فارسی مہارت کامل دارد از معالجات مولوی عبد الاحد در مدت ملازمت او راضی و خوشنود بودیم لہذا التحریر مے شود۔ اگر اشخاص معزز را طبیب لائق در طب یونانی لازم باشد البتہ از خدمات مرجوعہ مولوی موصوف راضی خواہند

Marfat.com

شد۔ محمد ایوب (مدرفع الٰہی صٓ)

خلاصہ یہ ہے کہ امیر صاحب موصوف آپ سے خوش رہے اور آپ کی قابلیت کے معترف۔

قاضی صاحب اور راجہ جہانداد خان[1] چیف آف گکھڑ مرحوم

مخالفین نے ایک مرتبہ یہ بڑ بھی ہانکی کہ قاضی صاحب کو ایک مرتبہ راجہ

---

[1] راجہ جہانداد خان مرحوم چونکہ قاضی محمد حسن صاحب کے خاص الخاص شاگرد تھے اس لیے حسب ہدایت اپنے استاد صاحب کے حضرت عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم کی بیعت سے بھی مشرف ہوئے جن کی بیعت میں یہ اقرار کرنا پڑتا تھا "شرک نخواہم کرد، بدعت نخواہم کرد، رسم نخواہم کرد" یعنی "شرک نہ کروں گا، بدعت نہ کروں گا، رسم نہ کروں گا۔ سبحان اللہ کیسے جامع الفاظ ہیں۔ جب کبھی راجہ صاحب مرحوم کے پاس حدیث پیش کی جاتی تو فوراً فرماتے "ہمارا تو حدیث پر ایمان ہے"۔ ای اے سی سے لے کر ڈسٹرکٹ جج کے عہدوں پر فائز رہے، فرمایا کرتے تھے۔ "یہ حضرت عبداللہ صاحب کی بیعت کی برکت ہے کہ میں اپنی زندگی میں ان چار عیوب سے محفوظ رہا اور مجتنب رہا (۱) میں نے زنا ہرگز نہیں کیا۔ (۲) میں نے رشوت کبھی نہیں لی۔ (۳) میں نے شراب کبھی نہیں پی۔ بلکہ گلاس میں پڑی ہوئی بھی کبھی نہیں دیکھی۔ بند بوتلوں کی قسم نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ سیٹھوں کی دکانوں پر جانا ہوتا ہے۔ وہاں اس خبیث چیز کی بوتلیں نظر آ ہی جاتی ہیں اور (۴) میں نے مقدمات میں سفارش کسی کی بھی نہیں سنی۔ اور جو حق سمجھا وہی فیصلہ میں نے بغیر رو رعایت کے کیا ہے۔

راجہ صاحب موصوف کا ایک مقدمہ عدالت میں اپنے بھائیوں کے ساتھ تھا۔ سوال یہ تھا کہ فریقین میں سے کون "چیف آف گکھڑز" ہونے کا مستحق ہے۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

جہانداد خان مرحوم نے موضع "سراواں" میں پٹیا تھا۔ اس کا دندان شکن جواب

بقیہ حاشیہ :۔ آپ کے مقابلے میں ایک دستاویز عدالت میں پیش تھی۔ آپ نے حضرت عبداللہ صاحب کی خدمت میں خط لکھ کر درخواست دعا برائے کامیابی مقدمہ کی۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس لقب کا مستحق سمجھتے تھے۔ عبداللہ صاحب کی طرف سے جواب آیا کہ ہم دعا کرتے ہیں۔ لیکن تم اس دستاویز کو غور سے دیکھو جو تمھارے خلاف پیش کی جارہی ہے۔ راجہ صاحب عبداللہ صاحب کے حد درجہ عقیدتمند تھے۔ آپ نے سوچا کہ جب عبداللہ صاحب نے بغیر جتلانے اس بات کے کہ ایک دستاویز ہمارے بالمقابل پیش ہے۔ یہ لکھا ہے تو ضرور اس دستاویز کا ملاحظہ کرنا چاہیے۔ جب عدالت میں پیش ہوئے تو انگریز جج سے کہا کہ مجھے اس دستاویز کے دیکھنے کی اجازت دی جائے۔ جج نے کہا یہ تو سراسر آپ کے خلاف ہے بیشک دیکھ لیں۔ لیکن مجھے اس میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ راجہ صاحب نے مسل اٹھا کر اس دستاویز کو بغور اس طرح دیکھنا شروع کیا کہ اس کا ایک ایک لفظ بغور دیکھا اور چونکہ اس پر بہت سی مہریں راجگان کی بھی لگی ہوئی تھیں۔ آپ نے ایک ایک مہر کو بھی بغور دیکھنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک مہر پر جب نظر پڑی تو راجہ صاحب نے "اللہ اکبر" کا نعرہ اس زور سے لگایا کہ جج صاحب بھی بدل گئے اور کچہری میں حاضرین نے عدالت کا کمرہ گھیر لیا۔ کیونکہ راجہ صاحب بڑے جہیر الصوت تھے اور ان کی آواز تمام احاطۂ عدالت میں گونجی۔ جج نے گھبرا کر کہا "راجہ صاحب آپ کو کیا ہوگیا۔ کہ آپ نے یہ نعرہ اس زور سے مارا؟" راجہ صاحب نے کہا مجھے ذرا آرام کرنے دیں۔ میرے دل کو سکون آجانے پھر مفصل بتاؤں گا۔ عدالت نے کہا۔ آپ کرسی پر بیٹھ جائیں اور تسکین حاصل کریں۔ تھوڑی دیر بعد راجہ صاحب نے عدالت کو متوجہ کرکے کہا کہ یہ دستاویز جعلی ہے اور یہ بات میں اسی وقت ثابت کر

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

تحقیقی اور الزامی آپ نے مدفع الہٰی میں دے دیا کہ گکھڑ خاندان ایک

بقیہ حاشیہ:۔ سکتا ہوں" جج نے حیرانی سے پوچھا یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ یہ دستاویز تو بڑی مستند معلوم ہوتی ہے راجہ صاحب نے وہ دستاویز جج کے سامنے رکھ کر کہا:

"دیکھیئے جناب یہ مہر۔ اس پر سن جو کندہ ہے اسے بھی دیکھیں۔ مہر جس سن میں بنتی ہے۔ وہ ہی سن اس میں کندہ کیا جاتا ہے۔ پھر آپ اس دستاویز کی تاریخ تحریر دیکھیں۔ یہ مُہر اس دستاویز کی تاریخِ تحریر سے دس سال بعد بنی ہے۔ جو مہر بنی ہی دس سال کے بعد ہے وہ اپنی بناوٹ سے دس سال پیشتر اس دستاویز پر کیسے لگ گئی؟ درحقیقت فریقِ مخالف نے یہ دستاویز تیار کر کے راجگان کے گھروں سے جتنی مہریں انہیں ملیں اس پر چسپاں کر دیں۔ اب اس مہر نے اس دستاویز کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ جج نے کہا بات تو معقول ہے۔ فریقِ مخالف سے پوچھا۔ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ اس کا جواب کیا ہو سکتا تھا؟ مقدمہ راجہ صاحب کے حق میں فیصل ہُوا۔ ساتھ ہی حضرت عبداللہ صاحب کا کشف اور کرامت بھی ثابت ہوئی۔

راجہ صاحب موصوف کی عمر کا آخری دن

ماہِ رمضان کے آخری دنوں میں آپ اپنے احباب سے ملاقات کرنے پشاور گئے۔ واپسی عید الفطر کی صبح کو ہوئی۔ لیکن گھر جانے سے پیشتر آپ سیدھے عیدگاہ میں پہنچے جس کی چاردیواری آپ ہی نے بنوائی تھی۔ ہمارے والد قاضی محمد صاحب مرحوم عیدگاہ میں موجود تھے اور حسبِ معمول نمازِ عید انھوں نے پڑھانی تھی۔ راجہ صاحب نے کہا: جناب استاد صاحب وقت ہو گیا ہے نماز پڑھنی چاہیے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ میں بوجہ علالت راستہ میں تین جگہ دم لینے بیٹھا اور بمشکل عیدگاہ میں پہنچا۔ تمہیں دیکھ کر میں خوش ہُوا۔ آج نماز تم ہی پڑھا دو۔ میں طاقت نہیں رکھتا۔ راجہ صاحب نے کھڑے ہو کر حاضرین سے کہا کہ استاد صاحب نے مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ میں

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

شریف ترین خاندان ہے اور وہ ہمیشہ اپنے استادوں کے حق میں حد درجہ مؤدب رہے ہیں اوران کی شرافت اس بارے میں نظیر نہیں رکھتی۔ آپ نے لکھا کہ راجہ جہانداد خاں مرحوم (المتوفی ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء) ہمیشہ ہماری سختی برداشت کرتا رہا باوجودیکہ وہ دل کی بیماری میں مبتلا تھا۔ اس الزام سے ان لوگوں نے خاندانِ گکھڑ کی شرافت کو بٹہ لگانے کی بے فائدہ کوشش کی ہے اب بھی گکھڑ قوم کے کافی افراد موجود ہیں (خدا ان کو بڑھائے اور ترقی دے) ان سے دریافت کرلو کہ راجہ جہانداد خاں اور راجہ فیروز خاں مرحومین ہمارے کس قدر مؤدب رہے ہیں۔

راجہ جہانداد خاں مرحوم قاضی محمد حسنؒ (المعروف غلام حسن والد قاضی عبد الاحد) کے شاگردِ خاص تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے استاد صاحب کے صاحبزادگان (قاضی عبد الاحد و قاضی محمد) کی مثال کونین کی ہے جو بہت کڑوی ہوتی ہے، لیکن مفید بہت ہوتی ہے۔ اسی طرح ان صاحبزادوں کے مزاج میں سختی ضرور ہے لیکن وہ بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔

راجہ جہاں داد خاں مرحوم نے جو تعلیم پائی وہ قاضی صاحب کلاں قاضی

بقیہ حاشیہ:۔ میں ان کے حکم و اجازت سے نماز پڑھانے لگا ہوں۔ چنانچہ آپ نے باحسن طریق نماز پڑھائی اور خطبہ ایسا دیا کہ خود بھی روئے اور حاضرین کو بھی رُلایا۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ تھوڑی دیر کے لیے برلب نالہ ہرو بیٹھ گئے اور کہا کہ اس جگہ اس نالے کا پاٹ بہت کم ہے اور نالہ کے اس پار بڑے جندر ہیں پبلک کو تکلیف ہوتی ہے بالخصوص جب ہرو طغیانی پر ہوتی ہے۔ بہتر ہو کہ ہم یہاں پل بنا دیں تاکہ لوگوں کی یہ تکلیف رفع ہو جائے۔ خرچ کے اسٹیمیٹ کا حکم دیا۔ لیکن تقدیر ہنس رہی تھی۔ رات کو بوقت نصف شب دل کا دورہ پڑا اور یہ اس قدر خوبیوں والی ہستی خدا کو پیاری ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپ کی وفات ۱۹۰۶ء میں واقع ہوئی۔

Marfat.com

محمد حسنؒ مرحوم سے ہی پائی کسی سکول میں نہ پڑھے تھے اور وہی تعلیم ان کو دورانِ ملازمت میں بھی کام آئی اور وہ ڈسٹرکٹ جج ہو کر پنشن پر گھر آئے راجہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں نے انگریزی پڑھ لی ہوتی تو اس وقت میں چیف کورٹ کا جج ہوتا۔ لیکن انگریزی نہ پڑھ سکنے کی وجہ سے میں اس درجہ سے آگے نہ بڑھ سکا (بہتانِ مذکور کی مفصل تردید کے لیے دیکھو "مدفع الہٰی" ص۶)

خان پور میں راجگان کے دو خاندانوں کے سرکردہ بزرگ راجہ جہانداد خاں اور راجہ فیروز خاں مرحومین گزرے ہیں۔ راجہ جہانداد خاں مرحوم کا ذکر تو مفصل آچکا ہے (حاشیہ گزشتہ) دوسرے راجہ فیروز خاں مرحوم بھی قاضی محمد حسن مرحوم کے اور قاضی محمد صاحب کے خاص الخاص شاگرد رہے ہیں۔ قاضی محمد مرحوم سے تو انھوں نے صحیح بخاری کا ایک حصہ بھی پڑھا اور قبل ازیں قاضی محمد حسن صاحب مرحوم سے مثنوی مولانا روم پڑھی تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے استاد صاحب مثنوی اس طرح پڑھاتے ہیں جیسے مولانا رومؒ خود اپنی تصنیف کی تشریح کر رہے ہیں۔ میں نے ایک دو بڑے مولویوں کے سامنے کتاب رکھی لیکن اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مثنوی کی تشریح کرنا ہر کہ ومہ کا کام نہیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ استاد صاحب جتنی سختی مجھ پر کرتے ہیں اگر اس قدر اپنے بیٹوں پر کریں تو وہ ملک چھوڑ کر بھاگ جائیں لیکن میں ہوں کہ ان کی ہر قسم کی سختی برداشت کرتا ہوں اور وہ اسی قابل ہیں۔

حضرت عبداللہ صاحب مرحوم غزنوی کا ایک خواب

ایک دفعہ جب کہ مخالفین نے بہت ادھم مچا رکھا تھا اور آپ اس وجہ سے پریشان تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی قاضی محمد صاحب نے فرمایا بھائی صاحب! کیا آپ کو حضرت عبداللہ صاحب مرحوم کا خواب اپنے

Marfat.com

متعلق یاد ہے ؟" آپ نے فرمایا: "نہیں تو" قاضی محمد صاحب نے کہا: ایک دفعہ انھوں نے آپ سے فرمایا تھا: "عبدالاحد! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمھاری ڈاڑھی بالکل میری ڈاڑھی کی طرح ہے۔" اس پر آپ نے ان سے پوچھا تھا کہ پھر آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے۔ تو فرمایا کہ "اللہ جلّ شانہٗ تم سے حمایتِ توحید و سنت کی بڑی خدمت لے گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اب میرا دل اس مقابلہ کے لیے پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گیا ہے اور انشاءاللہ مجھے مخالفین پر فتح عظیم نصیب ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بازار راولپنڈی کا ایک واقعہ اور آپکی حمیّتِ دینی

ایک دن کا ذکر ہے کہ قاضی صاحب بازار راولپنڈی میں جا رہے تھے کہ یکایک آپ کی نظر ایک ہندو کتب فروش پر پڑی جو اپنی دکان میں الماری کی اونچی جگہ سے کوئی کتاب اتار رہا تھا اور اس جگہ تک ہاتھ پہنچانے کی خاطر قرآن شریف کے ایک بنڈل پر پاؤں رکھے ہوئے تھا۔ یہ دیکھ کر آپ نے اُسے بُرا بھلا کہا اور زد و کوب بھی کیا۔ اس کشمکش میں آپ نے اُسے سر کی چٹیا سے پکڑ کر خوب جھنجھوڑا اور لات مکّا سے بھی اس کی خبر کی۔ وہ چٹیا اکھڑ کر آپ کی مٹھی میں آگئی۔ لوگ جمع ہو گئے انھوں نے بھی اس بے ادبی پر اسے ملامت کی اور معاملہ ختم ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد آپ کو خان پور جانا پڑا۔ مخالفین کو اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع مل گیا۔ حالانکہ اس ہندو نے قرآنِ پاک کی بے حرمتی کی تھی۔ لیکن انھوں نے اس ہندو کو فوجداری استغاثہ دائر کرنے پر آمادہ کر لیا۔ لیکن بالآخر وہ راضی نامہ پر ختم ہوا۔ آپ کے ایک خط مورخہ ۲۷ جون

Marfat.com

۱۸۹۹ء بنام قاضی محمد صاحب جو اس وقت پشاور صدر میں تھے یہ الفاظ درج ہیں: "پیش از رفتن بخانپور در بازار اتفاقاً بہ یک ہندو جنگ شدہ بود واز دستِ من بودیِ اُو یعنی مُوئے دراز کہ در وسطِ سرِ ہنود مے باشد بالکل کندیدہ شدہ۔ وقتیکہ آدم سمن بنامِ من از کچہری کلاں آمد...... امروز راضی نامہ تصدیق کنانیدہ فارغ شدہ ام۔ اگر بخانپور خط نوشتید بنویسید کہ در مقدمہ صلح شدہ است تاکہ خالتین را تسلی شود۔" اس وقت آپ کی دونوں خالہ زندہ تھیں اور والدہ صاحبہ فوت ہو چکی تھیں۔ آپ کی بڑی خالہ تو اس واقعہ کے بعد جلد ہی فوت ہوگئیں لیکن آپ کی چھوٹی خالہ ۱۹۱۳ء تک زندہ رہیں جن کا کچھ ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

قاضی صاحب "اور مولوی بخاری"

ایک حنفی مولوی صاحب المعروف "مولوی بخاری" (جن کا نام یاد نہیں رہا۔ تھے وہ اَعَن) جو کچھ عرصہ مسجد وزیر خاں لاہور میں بھی امام رہے ہیں ایک دفعہ پشاور شہر میں وارد ہوئے اور اہل حدیث کے خلاف گل افشانی شروع کر دی، جماعت اہلحدیث پشاور نے آپ کو پشاور بلایا: تاکہ مولوی مذکور کا مقابلہ کیا جائے۔ آپ نے پشاور پہنچ کر مولوی بخاری کو چیلنج مناظرہ دیا۔ مولوی بخاری نے اپنے ایک وعظ میں (جس میں خاکسار راقم الحرف بھی موجود تھا) اعلان کیا کہ قاضی عبدالاحد خانپوری کا چیلنج ملا ہے۔ میں اس کا جواب عنقریب دوں گا لیکن ایک دو روز بعد سنا کہ آپ بغیر قبولیتِ چیلنج پشاور سے چلے گئے۔ آپ قاضی صاحب کے ساتھ مقابلہ کی تاب نہ لا سکے۔ یہ سن کر قاضی صاحب واپس چلے گئے۔

Marfat.com

قاضی صاحب کا آخری کارنامہ

تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ میں ایک مقام "چھوہر" نامی ہے۔ یہاں کی گدی پیری مریدی کی مشہور ہے۔ وہاں کے پیر صاحب نے ایک کتاب درود کی تیس پاروں پر مشتمل تصنیف فرمائی جو وہ اپنے خاص الخاص مریدوں کو ہی دیا کرتے تھے اور بطور وظیفہ روزانہ پڑھنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ کسی نے وہ کتاب آپ کو لا کر دی اور اس کے متعلق چند سوالات بھی کئے اس کتاب کا نام "مجموعہ عقول الفحول فی اوصاف عقل العقول المسمیٰ بہ مجموعۃ صلوۃ الرسول" ہے۔ اور اس میں اس قسم کے کلمات ہیں۔

(۱) اللھم انی اتوسل بحبیبک الذی ھو بحقیقتہ لیس سواک

(۲) اللھم ان حقیقۃ حبیبک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ھی الوحدۃ الکبری الذاتیۃ التی لا تزید علی ذاتک وتشتمل علی ما فی ذاتک فمحمد صلی اللہ علیہ وسلم خلقتہ من ذاتک وغیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلقتہ من صفاتک الزائدہ

(۳) اور یاشیخ عبد القادر شیئاً للہ ...... یاسید عبد القادر جیلانی اعینونی وامدونی فی قضاءِ حاجتی"

وغیرذالک من الخرافات۔

آپ نے جب یہ کتاب دیکھی تو اسے قرآن، حدیث اور اجماع امت کے خلاف پایا۔ آپ نے اس کے رد میں ایک رسالہ قلمبند فرمایا اور ان مشرکانہ عقاید کی کماحقہ تردید کی۔ چونکہ آپ کی تحریر پرانے مولویوں کی تحریر کی طرح عربی رنگ کی ہوا کرتی تھی۔ اس لیے آپ کے چھوٹے بھائی قاضی

Marfat.com

ابو اسمٰعیل یوسف حسین مرحوم نے اسے بہت حد تک موجودہ رائج الوقت اردو میں منتقل کرنا شروع کر دیا اور نصف کے قریب اس شکل میں منتقل کر کے آپ کو سنایا بھی جسے آپ نے پسند کیا۔ اس رسالہ کا نام بوجہ علالت آپ تجویز نہ کر سکے حتیٰ کہ بارگاہ الٰہی سے بلاوا آگیا۔ اس کی تکمیل (اس مترجم شکل میں) قاضی ابو اسمٰعیل صاحب نے ہی کی اور نام بھی انھوں نے ہی تجویز کیا جو یہ ہے : "الفؤس المصطفویہ علی رؤس الجھورہویۃ" جو قلمی موجود ہے۔ افسوس کہ یہ رسالہ تاحال طبع نہیں ہو سکا باریک خط میں فلسکیپ سائز کے چوالیس صفحات پر مشتمل ہے۔

قاضی صاحب کا اسلوبِ تحریر

چونکہ قاضی صاحب نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی تصانیف کا وسیع مطالعہ کیا تھا اور ابتدا میں آپ کی چند کتب عارف باللہ امامنا سید عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم سے سبقاً بھی پڑھی تھیں۔ اس لیے آپ امام موصوف کے رنگ میں رنگے گئے اور اس جرأت اور بے خوفی کو اپنایا جو امام موصوف کا طرۂ امتیاز تھا۔ اس لیے مخالفینِ حق کے مقابلہ میں ان کے قلم میں وہ زور قدرتی طور پر پیدا ہو گیا۔ جو امام موصوف کی تحریر میں مبتدعین و مشرکین کے خلاف نمایاں طور پر پایا جاتا ہے اور بقولِ مولانا امام خان نوشہروی مرحوم آپ کا خط بھی امام موصوف کے خط سے بہت مشابہت رکھتا تھا۔ جس سے رعب ٹپکتا تھا۔ اسی لیے قاضی یوسف حسین آپ کے برادرِ اصغر نے زمانۂ قیام گنّور میں آپ کو ابنِ تیمیہؒ اور دوسرے بھائی قاضی محمد صاحب کو ابن قیم سے تشبیہ دیتے ہوئے یہ دو شعر کہے :

Marfat.com

ابنِ تیمیہؒ و ابنِ قیمؒ دوراں برادران من اند وحیات شاں باقی
من حقیر کہ یوسف حسین نامندش تو گوئی کہ ہمیں بس ز کہتراں باقی

لہذا آپ کی تصانیف میں ضرور شدت اور سختی پائی جاتی ہے جو خدا و رسول کی محبت کا نتیجہ ہے اور یہ سختی محض للہ و فی اللہ تھی۔ لیکن جو گل افشانیاں آپ کے مخالفین نے آپ کے خلاف کی ہیں اگر انہیں بھی دیکھا جائے تو پھر کسی صاحب کو نکتہ چینی کی گنجائش نہیں ملے گی۔ رحمۃ اللہ و غفر لہٗ، آمین۔

آپ کی تصنیفات کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جس مسئلہ پر قلم اٹھایا اس پر اتنی سیر حاصل بحث کی ہے کہ اس مسئلہ کی تحقیق میں پھر کسی اور کتاب کے دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ مخالفین کو ان کے مسلمات سے قائل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آپ کی تصنیفات معلومات کے لحاظ سے انسائیکلوپیڈیا (جامع العلوم) کی حیثیت رکھتی ہیں اور بالخصوص امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ کی تصانیف کے مفید اقتباسات سے مملو و مشحون ہیں اور جب احناف کو قائل کرنے کی ٹھانی تو فقہِ حنفی کے اس قدر حوالجات دے ڈالے کہ کسی حنفی کو (اگر وہ صحیح معنوں میں حنفی ہو) دم مارنے کی گنجائش نہ رہی۔

حکیم اجمل خاں صاحب دہلوی مرحوم (بروایت قاضی محمد اعظم صاحب مرحوم رئیس ایبٹ آباد) فرمایا کرتے تھے کہ قاضی عبدالاحد صاحب نے فقہ کی کتابوں کے اس قدر حوالجات دیئے ہیں جو کسی اور جگہ یکجا نہیں مل سکتے۔ اور ایک طالب علم اور عالم دونوں اس سے بدرجۂ اتم مستفید ہو سکتے ہیں اور یہ آپ کا خاص کمال تھا کہ جس مسئلہ کو لیتے اس پر ہر پہلو سے سیر حاصل بحث کرتے۔ مثال کے طور پر صمصام الموحدین کو دیکھیں اس میں فریقِ مخالف پر الزامات

Marfat.com

کی تعداد دو سو چھپن تک پہنچ گئی ہے۔ اور ہر ایک الزام مدلل طور پر قائم کیا گیا ہے اور اس پر مفصل بحث کی ہے اور ان میں سے آخری الزام پر بحث باریک خط کے پورے ساٹھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ ایسی جامعیت دوسری جگہ بہت کم پائی جائے گی۔

مرض اور وفات

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید زجام دہر مے کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ

آخر کار وہ وقت آن پہنچا جس سے کسی متنفس کو چارہ نہیں۔

ایک رات برائے نماز تہجد اٹھے۔ قبل ازیں شاید پسینہ آیا ہوا تھا۔ سرد ہوا لگنے سے بیمار ہو گئے اور سرسام کی شکایت ہو گئی۔ اس کے بعد آپ نے کھل کر باتیں نہیں کیں۔ صرف سوال پر مختصر جواب ہاں یا نہ کا دے دیتے۔ البتہ ہر نماز کے لیے خود کہتے کہ اب فلاں وقت کی نماز کا وقت ہو گیا ہے میں نماز پڑھوں گا تیمم کر کے بستر پر ہی نماز ادا کر لیتے۔ حکیم عبدالرحمٰن بن مولوی ہدایت اللہ صاحب آپ کے شاگرد علاج میں مصروف رہے اور جو دوا دیتے آپ سے استصواب ضرور کرتے اور آپ حکیم صاحب کے مشورہ سے اتفاق کرتے۔ تخمیناً دو ہفتہ وہی حالت بدستور رہی اور مرض میں کوئی افاقہ نہ ہوا۔ بالآخر ۲۵ رجمادی الآخرہ ۱۳۴۷ھ بروز شنبہ (مطابق ۸ر دسمبر ۱۹۲۸ء) ۸ بجے صبح کو اس جہانِ فانی سے دارالبقاء کو رحلت فرما گئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی تاریخ وفات "خاتمہ مکارمِ اخلاق"۔ "گیا محمود وہ باغِ جناں میں" اور بترکِ ہمزہ در حساب "وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاعِمَۃٌ" سے نکلتی ہے۔

Marfat.com

اور آپ کے چھوٹے بھائی ابو اسمٰعیل یوسف حسین صابر نے آپ کی تاریخ وفات نظم میں اس طرح لکھی ہے۔

سنو صابر یہ کیا نغمے ہیں غل ہیں   عنادل چہچہاتی شاخِ گل ہیں
لگی ہے بھیڑ کیا جنت کے پل ہیں   ہوا شور و فغاں بانگ دُہل ہیں
کہ سالِ وصل بحر الہند بولو   گیا عبدالاحد باغ و نُزُل میں

۱۳۴۷ھ

آپ کی وفات سے راولپنڈی کیا وہ سارا علاقہ ایک جری حامیٔ توحید وسنت بے مثل عالمِ متبحر "لایخافون فی اللہ لومۃ لائم" کی مجسم تصویر اور دینِ متین کے ہر مخالف کے مقابلہ میں نڈر ہو کر سینہ سپر ہونے والے ایک عالم بے بدل سے محروم ہو گیا۔ لیکن جو چراغ آپ نے روشن کیا تھا وہ بدستور روشن ہے اور راولپنڈی کی جماعت اہلحدیث اشاعت توحید وسنت میں بدستور مساعی ہے۔

ستمبر ۱۹۶۸ء میں مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان" کی کانفرنس سالانہ راولپنڈی میں منعقد ہوئی اور کس شان سے منعقد ہوئی۔ جس نے مخالفین سے بھی خراجِ تحسین حاصل کیا۔

اس موقع پر اراکین کانفرنس۔۔نے قاضی صاحب مرحوم کی خدماتِ دینی کو فراموش نہیں کیا۔ اور کانفرنس کے "خطبۂ استقبالیہ" میں جو مولانا مولوی حافظ اسمٰعیل ذبیح خطیب جامع مسجد اہلحدیث شہر راولپنڈی نے جلسہ میں پڑھ کر سنایا۔ اس میں قاضی صاحب مرحوم کی یاد کو ان الفاظ میں تازہ کیا گیا:

" حافظ عبدالہادی صاحب مرحوم (خطیب جامع مسجد اہلحدیث شہر راولپنڈی) کے بعد راولپنڈی میں توحید وسنت کے دوسرے بڑے علمبردار حضرت مولانا

Marfat.com

قاضی عبدالاحد صاحب خانپوریؒ ہیں۔ یوں تو قاضی صاحب کا سارا خاندان علم وفضل کا گہوارہ تھا۔ لیکن قاضی عبدالاحد صاحبؒ کو اپنی بیباکی اور قلمی جہاد کی وجہ سے ایک خاص مقام حاصل ہوا۔ ان کا اسلوب تحریر بڑا بارعب اور پرشکوہ تھا جس کو انھوں نے توحید وسنت کی اشاعت اور شرک وبدعت کی بیخ کنی میں پوری قوت سے صرف کیا۔ وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں اس علاقے کے بڑے بڑے پیروں اور گدی نشینوں سے تن تنہا نبرد آزما رہے اور اپنی جان تک کی بھی پروا نہیں کی۔ قاضی صاحب مرحوم کے بعد بظاہر شہر میں کوئی نمایاں اہلحدیث شخصیت نظر نہیں آتی۔ لیکن قاضی صاحب کی صحبت اور تعلیم کے زیر اثر گنتی کے چند افراد جو کتاب وسنت کے شیدائی بنے تھے انھوں نے اس شمع کو کسی نہ کسی طور جلائے رکھا۔"

آپ کا کتب خانہ

آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی کتابیں بذریعہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی مرحوم حرمین شریفین پہنچا دی گئیں۔ جس کی جزائے خیر اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے، آمین۔ انہی کتابوں میں چند کتب جو قاضی محمد برادرِ خود سے منگوائی تھیں وہ بھی چلی گئیں۔

قاضی صاحب کی تصنیفات و تالیفات

ردِّ مرزائیت

۱۔ السیف المسلول فی نحر شاتم الرسول۔ صفحات ۸۰ سائز ۱۲ $\frac{18}{24}$۔
طبع راولپنڈی۔ تاریخ طبع ندارد

Marfat.com

(۲) اظہار مخادعت مسلیمہ قادیانی بجواب اشتہار مصالحت پولس ثانی۔
(الملقب بہ) کشط الغشا عن ابصار اہل العمی
(اشتہار مرزا قادیانی "الصلح خیر" کے جواب میں) صفحات ۳۲ طبع راولپنڈی
مئی ۱۹۰۱ء، آخر وہ اشتہار چھاپ دیا۔

(۳) اغاثۃ الملھوف المکروب المسجون فی مصائد القادیانی المجنون
(ایک مرزائی تحصیلدار کے رسالہ کا جواب)

(۴) اشتہار، کلما خرجت العقرب فالنعل حاضرۃ (صفحات ۸)
(جواب اشتہار جماعت مرزائیہ، راولپنڈی جو طویل مدت کے بعد نکلا تھا)
(نوٹ) مرزا قادیانی کے رد میں اور بھی بہت کچھ لکھا لیکن راقم کو دستیاب نہ ہو سکا۔

ردِّ اہل بدعت (بریلوی حضرات)

(۵) البیان والاغاثہ فی جواب الاستفسارات والاستغاثہ
(الملقب بہ "عشرۂ کاملہ" صفحات ۳۶)
درجواب پیر مہر علی شاہ گولڑوی)

(۶) اقامۃ البرھان علی بطلان التبیان، الملقب بہ
"مدفع الٰہی بر قلعہ مہر شاہی" (حصہ اول) مع
ازالۃ اللبس والاشتباہ عن حقیقۃ مذھب پیر مہر شاہ
(عشرہ کاملہ کا جواب الجواب) حصہ دوم صفحات ۴۰۔

(۷) صمصام الموحدین لقطع اعناق الزنادقہ والملحدین
الملقب بہ خانپوری تفنگ بر گولڑوی ملنگ جلد اول صفحات ۲۳۸

(۸) "اشتہار" پیر مہر شاہ گولڑوی کی علمیت کا خاتمہ اور اس کی اصلی شرافت کا

Marfat.com

نمونہ ۔ صفحات ۸ ۔

(یہی اشتہار دوبارہ اہل السنت والجماعت بنگلور (مدراس ہند) نے شائع کیا جس کے سرورق پر اس کا نام اس طرح چھپا۔)

"التحقیقات الحقۃ الخانفوریہ لدفع التمویہات المزخرفۃ الگولڑویۃ"

"التقریرات السنیۃ البہیۃ لصیانۃ البریۃ عن التلبیسات الگولڑویۃ العمیۃ"

اور مؤلف (مشتہر) کا نام نیچے اس طرح لکھا

از تالیف عالم ربانی، فاضل لاثانی ہادم اساس الحاد اعتقاد شیطانی، مؤسس بنیانِ توحیدِ رحمانی، حامی سنن رسول صمدانی، جناب مولانا مولوی قاضی حکیم عبدالاحد صاحب خانپوری مقیم راولپنڈی محلہ تالاب پختہ۔

(۹) اشتہار "پیر مہر شاہ کو علم کا سبق پڑھانا اور جہالت سے بچانا" ۱۷ جولائی ۱۹۱۳ء (مباہلہ و مباحثہ سے انکار کے بعد گولڑہ سے بار بار آپ کو "پہاڑی" "پہاڑی" کہا گیا۔ اس کا مدلل علمی جواب اور مقابلہ خانپور و گولڑہ۔ نیز فتوحات مکیہ کی ایک عبارت کا سبق پیر صاحب کو پڑھایا گیا جس کی تحدی کی گئی تھی۔

(۱۰) اشتہار "اے اہل بصیرت و انصاف، برائے خدا پیر مہر شاہ کی بدنیتی اور تعصب پر ایک نظر"

(پیر صاحب کے مباہلہ اور مناظرہ سے فرار اور مباہلہ کو قطعی فیصلہ نہ ماننے پر علمی بحث اور سچے اور جھوٹے پیر کی شناخت اور مریدوں کے عطیات کا پیر کے لیے حرام ہونے کے دلائل) ۲۸ ۴/۱۲

(۱۱) اشتہار۔ بجواب اشتہار مرسلہ اہل مسجد جامع راولپنڈی۔ مولوی محمد نعیم امام مسجد مذکور کے رد میں (در بارہ عید میلاد النبی، اس کے بدعت ہونے

Marfat.com

کا لاجواب مدلل ثبوت)
(نوٹ) گزشتہ صفحات میں اس اشتہار کی پوری نقل آچکی ہے۔

(۱۲) "اشتہار علمیت آثار بجواب اشتہار جہالت آثار"
(مخالفین نے انکار کیا کہ ابن عربی نے فرعون کے مسلمان ہوکر مرنے کا خیال ظاہر کیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی پیر صاحب کی تائید میں ایک قول ابن عربی کا کفر فرعون کا نقل کر دیا۔ گولڑہ میں بڑی خوشی منائی گئی۔ اس اشتہار میں ہر دو کا رد کرتے ہوئے ابنِ عربی کے اقوال اس بارہ میں لکھنے کے بعد کتب فقہ حنفی سے فرعون کے کفر پر مرنے کو مدلل کیا۔

(۱۳) "سوط اللہ العزیز الحکیم الباری علی متن حافظ عبد الکریم اللاہری"
الملقب بہ "صاعقۃ الدیان علی رؤس حزب الشیطان"
المعروف بہ "کڑک آسمانی بر جماعت شیطانی"
(اس کتاب میں مولوی دیدار علی اور محمد شریف کوٹلوی کے رسائل کا جواب بھی ہے جو حافظ عبد الکریم نے آپ کے پاس بغرضِ جواب بھجواتے تھے) صفحات ۱۶۸۔

(۱۴) "الصرصر العاتیہ علی عُبّاد الجبت والطاغیہ" الملقب بہ "الریح الدبور علی عابدی القباب والقبور"، صفحات ۱۶۔

(۱۵) ایک تازہ کرامت حافظ عبد الکریم للاری کی " صفحات ۸
(ان پیر صاحب کے ایک عہد برسر اجلاس کی عہد شکنی اور ان کے دو بیٹوں کی پختہ قبروں، قبوں والی پر تنقید)

(۱۶) "نسنان الموحدین فی رد مطاعن الملحدین"

Marfat.com

(آپ کی ایک کتاب مؤلفہ در ردِ عقائد و اقوال پیر جماعت علی شاہ علی پوری کا خلاصہ جو جموں کی انجمن خادم الاسلام نے شائع کیا)
صفحات ۳۴ - طبع لاہور۔

(۱۷) اشتہار، واجب الاظہار۔
دزیرہ ضلع فیروز پور میں قاضی صاحب کے چیلنج مناظرہ کے باوجود پیر جماعت علی شاہ کا فرار۔

(۱۸) آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "بشر" کہنے سے منع کرنے والوں کے رد میں ایک اشتہار مشمولہ صاعقۃ الدیان (۱۳) صفحات ۱۶۰ تا ۱۶۴۔ کتاب مذکور۔

(۱۹) الفؤس المصطفویہ علی رؤس الچھورویہ (قلمی) در جواب استفتاء (قاضی صاحب کی آخری تصنیف جو پیر چھوڑویہ کی تیس پاروں میں درود کی کتاب کے رد میں لکھی۔ جس کی تہذیب آپ کے چھوٹے بھائی قاضی ابو اسمٰعیل یوسف حسین نے کی۔ جو افسوس طبع نہ ہو سکی صفحات ۴۲)

(۲۰) پیر مہر علی شاہ صاحب کے رسالہ "عجالہ" کا جواب غیر مطبوعہ نایاب۔
صمصام الموحدین ص ۲۳۸

ردِ شیعیت

(۲۱) "انتصار الصدیق من الملحد الزندیق"۔
(ڈھیری شاہاں کے ایک رافضی کا جواب الجواب) صفحات ۱۶

(۲۲) اشتہار واجب الاظہار، (در ردِ شیعہ روافض)

(۲۳) ایک اشتہار، شیعہ کے اس سوال کے جواب میں کہ "کیا اصحاب ثلاثہ نمازِ جنازہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں شریک ہوئے؟" مشمولہ

Marfat.com

صاعقۃ الدیان (۱۳) صفحات ۲۴۔

(۲۴) ایک اشتہار "شیعہ کے اس سوال کے جواب میں" یزید پر لعنت بھیجنا کیوں ممنوع ہے؟"

مشمولہ صاعقۃ الدیان (۱۳) صفحات ۱۳۸ تا ۱۶۰ در کتاب مذکور۔

درردِ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم

(۲۵) النقض المتین علی الکلام المبین

(مولوی ثناء اللہ مرحوم امرتسری کے رسالہ الکلام المبین علی الاربعین کا رد صفحات ۸۰)

(۲۶) "القول الفاصل الفاروق بین الکاذب فی دعوی اہل الحدیث والصادق"

الملقب بہ دابۃ الارض صفحات ۲۶۴

(۲۷) "کتاب التوحید والسنۃ فی رد اھل الالحاد والبدعۃ" الملقب بہ

تنقیۃ اہل السنۃ والحدیث من المواد الثنائیۃ والخلط الخبیث صفحات ۴۸۰

(۲۸) الفیصلۃ الحجازیۃ السلطانیۃ بین اھل السنۃ وبین الجھمیۃ الثنائیۃ

(عربی مع ترجمہ اردو وہ گفتگو جو قاضی صاحب اور سلطان عبد العزیز بن سعود والئ حجاز کے درمیان حج کے موقع پر ہوئی اور سلطان موصوف نے آپ کے دلائل پر صاد کیا۔

(۲۹) "مولوی ثناء اللہ کے الحادات کا اشتہار اور ان کی خلاف بیانی اور دھوکہ کا اظہار" نمبر ۲ صـ۴ (نمبر ۱، دستیاب نہیں ہوا۔)

(۳۰) "معذرت بطرف احباب وبرأت از اہل بدعت وارتیاب"

(بشمول دیگر علماء امرتسری مولوی ثناء اللہ صاحب کے ۲۱ عقائد بطور نمونہ لکھ کر اس وقت کی اہل حدیث کانفرنس کے جلسہ میں شرکت سے معذوری

Marfat.com

کا اظہار بذریعہ اشتہار۔)

ردِّ تقلید

(۳۱) " استفتاء مسائل عشرہ" ۱۸۹۱ء کا لاسے دس مسائل کے متعلق ایک استفتاء آپ کے پاس آیا۔ ان دس سوالوں کے جوابات) صفحات ۲۰

(۳۲) رسالہ ردِّ تقلید غیر مطبوعہ (جس کے متعلق آپ کے خط مورخہ ۲۷ جون ۱۸۹۹ء بنام قاضی محمد صاحب برادر خود میں یہ الفاظ ہیں"۔ پیش رسالہ " ردِ تقلید" ہم بہ بسیار کوشش نوشتہ بودم ہنوز طبع نشدہ ۔ یہ رسالہ قلمی دستیاب نہیں ہوا۔

(نوٹ) کئی اور رسالے مرحوم نے لکھے اور اشتہار دیئے لیکن مل نہیں سکے مثلاً السیف المسلول صـ۳ میں آپ ایک اشتہار در ردِّ قادیانی کا حوالہ دیتے ہیں۔ لیکن وہ بھی دستیاب نہیں ہوا۔ اس طرح باقی بھی نہیں مل سکے۔

Marfat.com

قاضی محمدؒ بن قاضی محمد حسنؒ خانپوری ہزاروی

ولادت: صبح صادق چہار شنبہ ۳ مئی ۱۸۵۴ء مطابق ۴ شعبان ۱۲۷۰ھ بمقام خان پور۔

وفات: شنبہ ۳/۴ ۲ بجے ۹ نومبر ۱۹۲۹ء مطابق ۶ جمادی الاخرہ ۱۳۸۴ھ بمقام خان پور۔

آپ سات ماہ سے پیدا ہوئے تھے اور بہت نحیف اور نازک تھے۔ بوقتِ ولادت انہیں روئی میں لپیٹ کر رکھا گیا تھا۔ راجہ علی گوہر خاں مرحوم جو اس وقت خان پور میں راجگان میں سے معمر ترین بزرگ تھے یہ سن کر کہ ان کے استاد صاحب کے ہاں فرزندِ ثانی تولد ہوا ہے دیکھنے آتے۔ ہر چند کہا گیا کہ اسے روئی میں لپیٹ رکھا ہے اسے کیا دیکھو گے؟ لیکن انھوں نے اصرار کیا کہ میں ضرور اس مولود کو دیکھوں گا چنانچہ ان کو دکھایا گیا۔ راجہ صاحب نے طفل کو بڑے ادب سے سلام کیا۔ اور آپ کے والد صاحب کو کہا ماشاءاللہ یہ بہت بڑے قاضی ہوں گے اور بڑے عالم ہوں گے۔ قیافہ یہ بتا رہا ہے۔

آپ کی والدہ مرحومہ فرمایا کرتی تھیں کہ جب آپ شیرخوار تھے میں نماز کے بعد (نمازِ صبح) وظیفہ میں مشغول ہوتی۔ وہ نیند سے بیدار ہو کر میری طرف دیکھتے تو جب تک میں نماز کی ہیئت میں بیٹھی رہتی وہ دودھ کے لیے نہ روتے۔ لیکن جب میں وہ ہیئت بدلتی تو وہ رونے لگ جاتے۔ بچپن ہی سے صابر و شاکر و قانع تھے۔ جیسے کپڑے بنا دیئے، جو کچھ کھانے کو دے دیا کبھی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔

Marfat.com

اساتذہ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار قاضی محمد حسن صاحب سے بہمراہی برادر کلاں قاضی عبد الاحد صاحب حاصل کی۔ جو سبق ایک دفعہ پڑھتے اُسے دوبارہ دیکھنے کی ضرورت کبھی محسوس نہیں ہوئی۔ قوتِ حافظہ اس قدر تھی کہ مسئلہ پیش ہوا تو فوراً جس کتاب میں ہوتا نکال کر بتا دیتے۔

والد صاحب جب سب کچھ پڑھا چکے جو وہ پڑھا سکتے تھے تو ہر دو برادران کو تحصیل علم کے لیے باہر بھیجا جیسا کہ اس زمانہ میں دستور تھا۔ پنجاب کے مختلف شہروں میں مختلف اساتذہ سے پڑھا۔ جن کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ اس کے بعد حسب ہدایت والد صاحب حضرت عبد اللہ صاحب غزنوی کی خدمت میں بمقام خیر دی (امرتسر) پہنچے۔ عبد اللہ صاحب ان ہر دو بھائیوں کی ہر طرح دلداری کرتے کیوں کہ ان کے والد صاحب، حضرت عبد اللہ صاحبؒ کے ہاتھ پر بعیت ہو چکے تھے اور ان کے متعلق عبد اللہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ان کے دل جیسا صاف دل آج تک نہیں دیکھا۔ غرض ہر دو برادران حضرت عبد اللہ صاحب کے فیوض سے مستفیض ہوئے۔

آپ نے علم حدیث حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادیؒ۔ حضرت عبد اللہ صاحب غزنوی، مولانا سید عبد الجبار صاحب غزنویؒ اور شیخ الکل حضرت "میاں صاحب" سید نذیر حسین دہلوی سے حاصل کیا اور اجازۂ سندِ حدیث حضرت میاں صاحب موصوف سے ۱۲۹۲ھ میں حاصل کیا۔ معقول کی کتابیں مولانا مفتی عبد اللہ ٹونکیؒ سے پڑھیں۔

جب آپ میاں صاحب مرحوم سے حدیث پڑھ رہے تھے تو مولانا مولوی عبد العزیز صاحب رحیم آبادیؒ صاحب حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان ؟

Marfat.com

آپ کے ہم سبق تھے۔ چونکہ بمقابلہ دیگر طلبہ عبارت تیز اور صحیح پڑھتے تھے۔ اس لیے دیگر طلبہ نے اپنی اپنی باری صحیح بخاری کے درس کے وقت آپ کو ہی دے دی تھی۔ (منتہی طالب علم جلد فارغ ہونے کے خواہاں ہوا کرتے ہیں)

آپ کے ہم سبق میر صاحب

ان دنوں ایک یو۔ پی کے ہندوستانی "میر صاحب" جو فقہ وغیرہ پڑھنے کے بعد بغرض حصول اجازۂ حدیث دہلی آئے ہوئے تھے اور آپ کے ہم درس تھے۔ ان کو قاضی صاحب کا اس طرح ممتاز ہونا کچھ بھا نہ سکا۔ اور اس پر حسد کرنے لگے۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب نے ایک حدیث صحیح بخاری کی پڑھی تو میر صاحب نے آواز بلند کر کے کہا: "اضطراب ہے۔" آپ کا بیان ہے کہ میں نے میر صاحب کے اس آواز کا کوئی نوٹس نہ لیا اور میں نے دوسری حدیث پڑھ ڈالی۔ اس پر پھر میر صاحب کی طرف سے وہی اعتراض ہوا "اضطراب ہے!" میں نے کوئی توجہ نہ کی اور تیسری حدیث پڑھ گیا۔ میر صاحب پھر بولے "اضطراب ہے"۔ اس پر میں نے کتاب میں نشانی رکھ کر میر صاحب سے کہا "میر صاحب! میں آپ کی یہ آواز ہر بار سنتا رہا لیکن بدیں خیال کہ آپ خود ہی سمجھ جائیں گے میں آگے چلتا رہا لیکن آپ اصرار کرتے رہے۔ فرمایئے آپ کو اضطراب متن حدیث میں سوجھ رہا ہے یا اسناد میں۔ کیونکہ حدیث میں اضطراب، یا متن میں ہوتا ہے یا سند میں۔ آپ اپنا عندیہ ظاہر کریں تاکہ آپ کی تسلی ظاہر کی جائے۔"

میر صاحب: "ارے میاں! تم کیا جانو؟ لغوی اضطراب ہے"

قاضی صاحب: "کتاب کے ورق تک تو نہیں ہلے۔ لغوی اضطراب کہاں سے آگیا؟"

Marfat.com

میر صاحب: (بگڑ کر) ایک مشکوٰۃ، عبدالجبار سے پڑھ کر تم بھی باتیں بنانے لگے۔"

قاضی صاحب: (اس جواب پر آپ کو غصہ آگیا) "میں نے مشکوٰۃ تو مولانا عبدالجبار غزنوی سے نہیں پڑھی۔ لیکن مجھے آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ تم کون ہوتے ہو کہ میرے استاد کا اس طرح ذکر کرو۔ میں تمہاری ہفت پشت کو مولوی عبدالجبار صاحب پر قربان کرتا ہوں۔ اگر انسانیت کی باتیں کروگے تو جواب بھی ویسا ہی پاؤگے۔ اور اگر تم انسانیت چھوڑ بیٹھے تو مجھے ایسے لوگوں کو سیدھا کرنے کا ڈھنگ بھی یاد ہے۔ جوتوں سے ایسی نوازش کروں گا کہ ساری عمر یاد رکھوگے۔"

پھر میر صاحب نے کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالا اور بگڑ کر اٹھے اور چلے گئے۔ گویا انھوں نے دہلی سے چلے جانے کا قصد کر لیا۔ بدیں وجہ کہ ان کی بے عزتی ہوگئی۔

آپ فرماتے ہیں کہ میاں صاحب نے ہم سب کو بلایا اور کہا کہ تمہارے جیسے دس طالب علم چلے جائیں تو میں پرواہ نہیں کروں گا۔ لیکن اگر ایسا ایک طالب علم چلا گیا تو میں تم سب سے ناراض ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ وہ لوگ، جو حدیث سے متنفر ہیں کم از کم ایک مرتبہ حدیث ان کے کان میں پڑ جائے اور ان پر حجت قائم ہو جائے۔ اس کے بعد ان کی مرضی جو راہ اختیار کرتے ہیں کریں۔

اس پر باقی چند طالب علم میر صاحب کو بمنت راضی کر کے لے آئے اور وہ درس میں شریک رہے لیکن تاختم بخاری شریف میر صاحب پھر نہ بولے۔

Marfat.com

فرماتے کہ جب کبھی طالب علموں کا مکالمہ یا مذاکرہ شروع ہو جاتا تو میاں صاحب کی عادت تھی کہ چپ رہتے۔ جب ایک حد تک طلبا پہنچ جاتے تو فرماتے : "اچھا میاں جانے دو۔ آگے چلو"۔ بعض طالب علم گستاخی بھی کرتے۔ ایک دفعہ ایک حنفی طالب علم نے کہا : "میاں صاحب ! یہ جتنی گمراہی ہندوستان میں پھیلی ہے یہ سب تمہاری بدولت ہی پھیلی ہے"۔ میاں صاحب نے فرمایا : "اچھا میاں صاحب ! دعا کیجئے کہ اگر ہم غلطی پر ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے اور اگر آپ غلطی پر ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے"۔

بعد تحصیل علم جب ہمراہ برادرِ کلاں خود قاضی عبدالاحد صاحب مراجعت فرمائے وطنِ مالوف ہوئے تو آپ کے والد صاحب نے ہر دو کو طب پڑھنے کے لیے باہر بھیج دیا۔ چنانچہ ہر دو برادران نے جموں (کشمیر) کا رخ کیا اور وہاں جاکر مولوی نورالدین صاحب بھیروی سے طب پڑھی۔ اس وقت حکیم صاحب موصوف راجۂ کشمیر کے معالجِ خاص تھے۔

فرماتے تھے کہ اگرچہ اس وقت تک مرزا قادیانی کا ظہور مکمل طور پر نہیں ہُوا تھا اور نہ ہی حکیم صاحب کا کوئی تعلق ان سے تھا۔ لیکن بعض اوقات دینی مسائل میں ایسی بے تکی ہانک دیا کرتے تھے جس پر ہمیں کہنا پڑتا کہ ہم ایسی باتیں نہیں سن سکتے۔ اگر آپ ایسی باتیں کریں گے تو ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ یہ معلوم نہ تھا کہ آگے جاکر حکیم صاحب کو اپنا ہم خیال ایسا دستیاب ہو جائے گا جس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر ایک دن اس کے خلیفہ اول بنیں گے۔ خیر تکمیلِ طب کے بعد ہر دو برادران واپس خانپور آگئے۔ یہاں ایک بات حکیم صاحب کے متعلق درج کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ آپ کے برادرِ کلاں قاضی عبدالاحد صاحب کی گفت و شنید سے حکیم صاحب موصوف کی ذہنی

Marfat.com

نیک اختر کا نکاح ہمراہ مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی ہوا جس کے بطن سے محمد ابراہیم و محمد اسمٰعیل دو پسر حضرت غزنوی کے ہوئے۔

اُن دنوں ہزارہ میں جمعہ کا مسئلہ زوروں پر تھا۔ جمعہ پڑھنا ایک جرم عظیم سمجھا جاتا تھا۔ چونکہ خان پور میں جمعہ جاری ہو چکا تھا اس لیے آئے دن ملاؤں کی یورش ہوتی رہتی تھی بالخصوص اس وجہ سے کہ اجرائے جمعہ اس ضلع میں (غالباً) سب سے پہلے خان پور ہی میں ہوا تھا اور ہو سکتا ہے کہ سکندر پور مضافات ہری پور میں اس سے بھی پہلے ہُوا ہو کیونکہ مولوی محمد حسین ہزاروی شارح نخبتہ الفکر و محشّی الفیہ عراقی وہاں قاضی محمد میر عالم کے پاس مقیم تھے اور ان کا ایک رسالہ فرضیت جمعہ کی نسبت موسومہ "اشاعتہ اللمعہ فی فرضیتہ الجمعہ" بھی مطبوع ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب کی تاریخ وفات نہیں معلوم ہو سکی۔ ان کے فرزند مولوی محمد حسن پچھلے دنوں حال ہی میں بمقام مانسہرہ فوت ہوئے ہیں۔ رحمہ اللہ شرائطِ مناظرہ تحریری طور پر طے کرنا تو قاضی عبدالاحد صاحب کے ذمہ تھا۔ جب شرائط طے ہو جاتیں تو قاضی محمد صاحب میدانِ مناظرہ میں اترتے۔ آپ کی تقریر میں سلاست اللہ تعالیٰ نے ایسی پیدا کی تھی کہ سامعین کے دل پر اثر کر جاتی اور مخالف کو سوائے تسلیم یا سکوت کے کوئی چارہ نہ رہتا۔ سب سے بڑی قابلِ تعریف آپ کی یہ بات تھی کہ کلام نرمی سے مدلل کرتے اور بوقت بحث غصہ کا کبھی اظہار نہ کیا کرتے۔ اگر مناظر کو غصہ آجائے تو وہ مناظرہ کے قابل ہی نہیں رہتا۔ وہ عقل کھو بیٹھتا ہے۔

جمعہ کے مخالفین یکے بعد دیگرے حملہ آور ہوتے اور منہ کی کھا کر واپس ہوتے لیکن جیسا کہ دستور ہے کہ ایسے موقعوں پر بعض ایسی ضدی طبیعتیں بھی ہوتی ہیں۔ جو دیکھ، سن کر بھی اپنی ضد پر اڑی رہتی ہیں۔ ایک ملّا ہار کر جاتا تو

Marfat.com

مخالفین دوسرے کو جاکر بُلا لاتے ۔ جہاں کہیں کسی باتونی مُلا کی خبر سن پاتے جاکرے آتے۔ لیکن نتیجہ ہر حال میں یہی ہوتا کہ جمعہ کے فرض ہونے کی حقانیت اور اجاگر ہو جاتی ۔

خان پور میں ایک خاندان پیروں کا ہے جو اصل میں وزیر آباد (پنجاب) سے آئے ہوئے ہیں ۔ ان دنوں اس خاندان کے ایک بزرگ ترین ممبر پیر میر حیدر صاحب تھے ۔ جو اکثر مناظروں میں موجود ہوتے ۔ انھوں نے بالآخر اعلان کیا کہ بھئی ! میں نے ان مناظروں سے ایک بات اخذ کی ہے اور باوجود علم نہ رکھنے کے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں جو قابلِ غور ہے اور وہ یہ ہے کہ قاضی صاحب (قاضی محمد صاحب) جو بات کرتے ہیں وہ سیدھی اور صاف ہوتی ہے ۔ یہ تو قرآن شریف کی آیت یا حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صاف صاف سنا دیتے ہیں کہ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے ۔ لیکن فریقِ مخالف کے پاس جواب میں نہ تو قرآن کی کوئی آیت ہوتی ہے نہ حدیث ۔ وہ ایچ پیچ کرتے اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں ۔ اس لیے میں اعلان کرتا ہوں کہ میں تو قاضی صاحب کے پیچھے ہوں اور میں جمعہ کی فرضیت کا قائل ہو گیا ہُوں ۔ باقی لوگ جانیں اور ان کا کام ۔

چنانچہ خان پور میں جس مسجد میں سب سے پہلے جمعہ قائم ہُوا ۔ وہ مسجد پیرانوالی کے نام سے موسوم ہے کیونکہ پیر صاحب موصوف اور ان کے اقرباء اسی محلہ کے رہنے والے تھے ۔ خان پور میں تو میدان صاف ہو گیا ۔ لیکن باوجود اس کے جمعہ کے لیے جانے والوں پر آوازے کسے جاتے ۔ ضد کا کوئی علاج نہیں ۔ لیکن بعد میں ان مخالفین نے جو مُلاؤں کو بلا کر لایا کرتے تھے ۔ انھوں نے

Marfat.com

اپنی مسجدوں میں جمعہ جاری کیا اور اب ان کی اولاد بدستور جمعہ پڑھتی ہے قاضی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جمعہ خود ان ملا لوگوں پر غالب آگیا اور جو لوگ شدید مخالف تھے وہ خود اب جمعہ پڑھنے لگ گئے ہیں۔

ضلع ہزارہ کے دیگر مقامات پر مخالفت زوروں پر تھی۔

مناظرہ سرائے صالح

خان پور سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ سرائے صالح ہے۔ جہاں کے خوانین مشہور ہیں ان خوانین میں سے ایک خان غلام خاں صاحب تھے جو جمعہ کی فرضیت کے قائل تھے اور ان کی مسجد میں جو اس قصبہ کے غربی جانب واقع ہے۔ جمعہ پڑھا جاتا تھا ان کے بھائی خان الٰہی بخش خان اسی قصبہ کے شرقی جانب سکونت پذیر تھے اور ان کی علیحدہ مسجد ان کے مکان کے قریب تھی۔ حافظ محمد رمضان صاحب پشاوری (استاد راقم الحروف) جو ایک متبحر اہلحدیث عالم اور واعظ شیریں بیان تھے۔ کبھی کبھی غلام خاں صاحب کی دعوت پر سرائے صالح تشریف لایا کرتے تھے۔ لیکن ان کی مسجد کے مستقل امام و خطیب مولوی محمد جی صاحب تھے جو اردو میں گفتگو کیا کرتے تھے۔

چونکہ خان الٰہی بخش خاں صاحب کا تعلق مخالفین جمعہ کی جماعت سے تھا انھوں نے ایک دن اپنے بھائی غلام خان صاحب سے کہا کہ اس اختلافی مسئلہ نے ہمیں جدا کیا ہوا ہے۔ تم بھی اپنے علماء بلاؤ اور میں بھی بلاتا ہوں گفتگو ہو کر یہ مسئلہ طے ہو جائے۔ اگر جمعہ کی فرضیت ثابت ہو گئی تو ہم بھی پڑھنے لگ جائیں گے۔ ورنہ تم بھی چھوڑ دینا۔

چنانچہ بالآخر مناظرہ کی تاریخ مقرر ہو گئی اور ضلع بھر میں چرچا ہونے لگا۔ شدہ شدہ یہ خبر خان پور میں بھی پہنچ گئی کہ سرائے صالح میں جمعہ کے بارہ میں

Marfat.com

عظیم الشان مناظرہ ہوگا۔ یہ سن کر قاضی صاحب کے والد قاضی محمد حسن صاحب اپنے ہر دو فرزندان کو ساتھ لے کر سرائے صالح آئے کہ وہاں کا مناظرہ بھی دیکھ لیں۔ مخالفین کے تقریباً اسی عالم تمام ضلع ہزارہ سے وہاں اکٹھے ہوتے غلام خاں صاحب کا خیال تھا کہ انہیں باہر سے علماء بلانے کی ضرورت نہیں۔ ان کے اپنے مولوی (مولوی محمد جی صاحب) تن تنہا مخالفین سے نپٹ لیں گے۔ لیکن مخالفین کا اس قدر ہجوم دیکھ کر مولوی صاحب مذکور جو ذرا کمزور دل کے تھے بحث سے یہ کہہ کر کترانے لگے کہ اس قدر ہجوم میں فساد کا اندیشہ غالب ہے۔ اس لیے میں باہر آنا مناسب نہیں سمجھتا (اس بات کا تذکرہ بعد میں جب مولانا سید عبدالجبار غزنوی کے سامنے ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مولوی جی کا یہ وطیرہ فرار عن الزحف (میدان جہاد سے بھاگ نکلنے) کے مترادف ہے)

خیر۔ چونکہ وقت مقررہ سے تھوڑا ہی پہلے مولوی صاحب موصوف نے اس امر کا اظہار کیا تھا اور باوجود اس یقین دہانی کے کہ حفظ امن کا باضابطہ انتظام ہو چکا ہے اور کسی فساد کا اندیشہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مولوی صاحب اپنی ضد پر اڑے رہے تو خان غلام خان صاحب کو گھبراہٹ محسوس ہوئی کہ اب کیا ہو سکتا ہے۔ ہم نے تو مولوی صاحب کے بل بوتے پر ہی مناظرہ کی ٹھانی تھی۔ وہ اس نازک وقت میں جواب دے گئے ہیں۔ اس وقت کوئی انتظام کرنا ممکن نہیں، شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔ اور میں اپنے بھائی صاحب کو کیا منہ دکھاؤں گا۔

خاں صاحب کی یہ کیفیت دیکھ کر قاضی محمد صاحب جو وہاں موجود تھے (اور ابھی آپ کے ڈاڑھی بھی نہیں آئی تھی) بول اٹھے کہ اتنا گھبراتے کیوں

Marfat.com

ہو؟ بحث میں تو باتیں ہی کرنی ہوتی ہیں اگر مولوی صاحب کسی طرح باہر نہیں آتے تو میں ہی مخالفین سے دو دو باتیں کر لوں گا۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ یہ سن کر آپ کے والد صاحب نے کہا کہ تم کیوں جلدی کر کے بول اٹھے؟ "چھوٹا منہ اور بڑی بات" یہاں اور بڑے بڑے عالم موجود ہیں۔ اس پر ایک صاحب مجلس نے کہا: قاضی صاحب! آپ برخوردار پر ناراض نہ ہوں بہتر ہو کہ آج مناظر وہی بن جائیں۔ ان کا حوصلہ بڑھانا ضروری ہے۔ اسی پر دعائے خیر کریں۔ سب اہل مجلس نے اتفاق کر لیا۔

چنانچہ مجلس مناظرہ منعقد ہو گئی۔ شرائط تو قاضی عبدالواحد صاحب نے طے کیں اور مناظرہ کرنا قاضی محمد صاحب کے ذمے تھا بروایت مولوی محمد عرفان بن مولوی عبداللہ صاحب (ساکن سرائے صالح) مولوی منظر جمیل صاحب ساکن کھلابٹ منجانب مخالفین مناظر قرار پائے۔ عبداللہ خاں صاحب مرحوم برادر غلام خاں صاحب مرحوم نے حفظ امن کی ضمانت دی اور سرکاری انتظام بھی ہو گیا۔

جب مجلس مناظرہ منعقد ہوئی تو مولوی منظر جمیل صاحب (جو ایک معمر بزرگ تھے) نے دیکھا کہ ان کے مقابل ایک نوعمر نوجوان برائے مناظرہ میدان میں آبیٹھا ہے تو کہنے لگے "برخوردار تمہارے بڑے بھائی اور والد صاحب یہاں موجود ہیں۔ کیا تم ان سے بڑے ہو کہ ان کی موجودگی میں تم نے پیش قدمی کی۔ تم بڑے غیر مؤدب ہو۔" قاضی صاحب نے فرمایا "مولانا! بڑے تو بڑے ہی ہوا کرتے ہیں اور چھوٹے ان کے مقابلہ میں چھوٹے ہی ہوتے ہیں لیکن آپ نے سنا ہوگا الامر فوق الادب میں ان بڑوں کی اجازت اور حکم سے پیش ہو رہا ہوں۔" مولوی منظر صاحب نے کہا تم نے چھوٹے چھوٹے رسالے

Marfat.com

پڑھے ہوں گے۔ بڑی کتابیں تو نہ دیکھی ہوں گی؟ قاضی محمد صاحب نے جواباً کہا: آپ حرفِ مطلب پر آئیں۔ ابھی یہ امر صاف ہو جائے گا کہ کون بڑی کتابیں جانتا ہے اور کون صرف چھوٹے رسالے۔ اور یہ چھوٹے رسالے بھی تو بڑی کتابوں سے اخذ کئے جاتے ہیں" بسم اللہ کیجیے!"

مولوی منظر صاحب بولے (بروایت مولوی حکیم عبد الغفور بن مولوی محمد یعقوب مرحوم داتوی) برخوردار! اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں وانا منھم (یعنی میں بھی ان قلیل العلم لوگوں سے ہوں) اس لیے ہم لوگ قرآن شریف نہیں سمجھ سکتے۔

قاضی صاحب نے فرمایا آپ نے تو تقلید شخصی پر کلہاڑا چلا دیا۔ جب حضرت عبد اللہ بن عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ہیں اور ان کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ "یا اللہ اسے (عبد اللہ بن عباس کو) دین کی سمجھ عطا فرما" وہ بھی قرآن نہ سمجھ سکے تو پھر حضرت امام ابو حنیفہؒ کیسے سمجھ گئے؟ جن کے آپ مقلد بن گئے ہیں۔ اور مولانا! یہ تو فرمائیے یہ آیت قرآن میں کس جگہ ہے؟

مولوی منظر صاحب: جواب ندارد (مولوی صاحب قرآن مجید میں اس آیت کی نشاندہی نہ کر سکے)

قاضی محمد صاحب: مولانا! جب آپ قرآن شریف پر ایمان لائے ہیں تو کبھی کبھی اسے کھول کر پڑھ بھی لیا کریں۔ یہ آیت سورہ بنی اسرائیل میں ہے اور پوری آیت یہ ہے یسئلونک عن الروح۔ قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا آیت کا مطلب یہ ہے کہ

Marfat.com

روح اک امرِ ربی ہے تم اس کی حقیقت نہیں جان سکتے"۔

مولوی صاحب تو حیرانی کے عالم میں تھے کہ اتنے میں چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ جس مسئلہ کی تحقیق کے لیے ہم اکٹھے ہوتے ہیں اسے زیر بحث لایا جاتے اور یہ نوک جھونک ختم کی جاتے۔

غرض گفتگو شروع ہو گئی۔ سوال و جواب ہوتے رہے۔ بالآخر مولوی صاحب کھلابٹ نے فقہ کی ایک کتاب کی عبارت پڑھی اور اپنا مدعا ثابت کرنا چاہا۔ لیکن پوری عبارت نہ پڑھی کچھ حصّہ کھا گئے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ یہ کتاب تو دکھلائیں ہم بھی ایک نظر اسے دیکھ لیں۔ پھر جواب دیں گے۔ لیکن مولوی صاحب کتاب دکھانے سے انکاری ہو گئے۔ کہنے لگے "میں کتاب نہیں دیتا"۔ قاضی صاحب نے اپنی جماعت سے (اس کتاب کا نام لے کر) دریافت کیا کہ یہ کتاب تمھارے پاس ہے؟ جواب نفی میں ملا۔ ایک اور کتاب کا نام لے کر پوچھا تو جواب پھر نفی میں ہی ملا۔ اس کے بعد ایک اور کتاب کا نام لیا تو جواب ملا کہ یہ کتاب موجود ہے۔ قاضی صاحب نے کہا وہی لادو (قاضی صاحب کو یاد تھا کہ وہی پیش کردہ عبارت بتمامہا اس کتاب کے حاشیہ پر موجود ہے۔ کتاب لے کر قاضی صاحب اہلِ مجلس سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ بھائی صاحبان! آپ نے دیکھا کہ مولوی صاحب نے ایک کتاب سے کچھ عبارت پڑھی۔ میں نے کتاب مانگی تو انکار کر دیا۔ آپ کو اس انکار کی وجہ معلوم ہوئی ہے یا نہ؟ میں وجہ ابھی بتائے دیتا ہوں۔ تم لوگوں نے کئی قسم کے چور دیکھے ہوں گے۔ لیکن آج میں تمھیں عجیب قسم کا چور بتائے دیتا ہوں اور وہ ہے کتاب کی عبارت کا چور مولوی صاحب اپنی کتاب دکھانے سے انکاری ہیں۔ کیوں؟

Marfat.com

بے خودی بے سبب نہیں غالبؔ
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

"لیجئے! مولوی صاحب کی پیش کردہ عبارت اس کتاب میں (جو میرے ہاتھ میں ہے) حاشیہ پر حرف بحرف موجود ہے اب میں اسے پڑھوں گا۔ لیکن پوری عبارت پڑھوں گا۔ مولوی صاحب اپنی کتاب سے مقابلہ کرلیں کوئی ثالث مولوی صاحب کے پاس بٹھادیں تاکہ جب میں عبارت پڑھوں تو مولوی صاحب کی کتاب میں دیکھا جائے اگر کسی جگہ کمی بیشی ہو تو نشاندہی کردے۔ میں پوری عبارت پڑھ کر تمھیں اس کا مطلب سمجھاؤں گا۔ اور بتاؤں گا کہ اگر مولوی صاحب کی پیش کردہ کتاب کی پوری عبارت پڑھی جائے اور بیچ میں سے کوئی حصہ حذف نہ کیا جائے تو یہ کتاب تو ہمارے حق میں فیصلہ دے رہی ہے اور مولوی صاحب کے دعوے کو غلط ثابت کر رہی ہے۔ مولوی صاحب کو حق حاصل ہے کہ اگر میں غلطی کروں تو وہ مجھے ٹوک دیں یہ کہہ کر آپ نے وہ عبارت پوری پڑھ کر سنائی۔ عبارت کا پڑھنا تھا اور مطلب کا بیان کرنا کہ فریق مخالف پر سناٹا چھا گیا۔ اور کوئی آواز بالمقابل نہ اٹھی۔ تالی پیٹی گئی[1] اور میدان اہلحدیث کے ہاتھ رہا اور مجلس برخواست ہوئی۔

شہر میں مرد و زن میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ یہ ملاؤں کا لشکر جو دُور دُور سے آکر یہاں اتنے دنوں سے براجمان تھا جس نے شہر کے مرغے بھی ختم کر دیئے ہیں۔ خان پور کے ایک لڑکے سے ہار گئے۔

(عرصہ ہوا ہے راقم الحروف ایک دفعہ سرائے صالح گیا۔ خان غلام خان

---

[1] جیسا کہ ایسے موقع پر عوام ایسا کرتے ہیں (ع۔ح)

Marfat.com

مرحوم کے حجرہ میں چند سفید باریش بزرگ موجود تھے۔ جب ان سے میرا تعارف کرایا گیا (کہ میں قاضی محمد صاحب خانپوری کا بیٹا ہوں) تو بولے کہ اس مشہور مناظرہ میں ہم موجود تھے اور قاضی محمد صاحب نے جو عبارت بآواز بلند پڑھ کرسنائی تھی اس کی آواز اب بھی ہمارے کانوں میں آرہی ہے۔ مخالفین عبارت ہی سن کر مبہوت ہوگئے تھے۔ اور قاضی صاحب نے مخالف مولوی صاحب کی عبارت کی چوری کو عجیب پیرائے میں اجاگر کیا تھا۔ اس دن کی فتحِ عظیم کو ہم بھول نہیں سکتے)۔

دورانِ مناظرہ ایک موقع پر خان الٰہی بخش خان بھی کچھ بول اُٹھے اس پر خان غلام خاں صاحب نے کہا۔ بھائی صاحب! یہ علماء کی آپس میں بحث ہورہی ہے۔ آپ بیچ میں نہ بولیں۔ ورنہ پھر میں بھی بولوں گا اور نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ اس پر خاں عبداللہ خان (مرحوم) جنھوں نے حفظِ امن کی ضمانت دے رکھی تھی بیچ میں آگئے اور ہر دو برادران کو منت سماجت کرکے روکا۔

جب مناظرہ ختم ہوا تو عبداللہ خاں صاحب جنہیں دونوں بھائیوں کی گفتگو فیما بین پر نقضِ امن کا اندیشہ ہو چلا تھا فوراً تحصیل کے صدر مقام پر گئے اور حکام کو مطلع کیا کہ مناظرہ بخیر وخوبی ختم ہوگیا ہے۔ اب مجھے ضمانت سے سبکدوش کیا جائے۔ اس کے بعد کا میں ذمہ دار نہیں۔

مخالفین پر شرمندگی طاری تھی۔ انھوں نے اپنی قیام گاہ پر پہنچ کر کہا کہ بھئی! آج تو بہت بری ہوئی۔ تمام شہر میں چرچا ہو رہا ہے کہ یہ لوگ ایک خان پوری لڑکے سے ہار گئے۔ اس کا کچھ تدارک ضروری ہے۔ ایک منچلے نے یہ تجویز پیش کی کہ کسی حیلے سے اس خانپوری لڑکے کو بلایا جائے اور ایک کتاب اس کے سامنے رکھ کر پڑھنے کا مطالبہ کیا جائے۔ جب وہ

Marfat.com

پڑھنے لگے تو کتاب بند کر کے شور مچا دیا جائے کہ لو! یہ کتاب وہ نہیں پڑھ سکا! اس حکمت سے شاید کچھ آبرو رہ جائے۔ ورنہ ہم تو کسی کو منہ دکھلانے کے قابل نہیں رہے۔ سب نے اس تجویز کو سراہا۔

ایک صاحب ان کی یہ باتیں سنتے ہی مسجد غلام خاں مرحوم میں بڑے قاضی صاحب (قاضی محمد حسن صاحب) کے پاس پہنچے اور کہا کہ مخالفین نے یہ منصوبہ تیار کیا ہے اس لیے اگر کوئی شخص ان برخوردار کو بلانے آئے تو آپ انہیں اس کے ساتھ ہرگز روانہ نہ کریں۔ یہ منصوبہ انھوں نے اپنی شرمندگی کو دھونے کے لیے سوچا ہے۔

قاضی محمد حسن صاحب نے کہا: آپ کا شکریہ! لیکن اگر آپ نہ بھی مطلع کرتے تب بھی ہم ایسے کچے نہیں ہیں کہ ان کے جھانسے میں آ جاتے۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک چرب زبان قاصد آ ہی گیا اور بڑے قاضی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے یوں گویا ہوا۔

جناب قاضی صاحب! آج دل ٹھنڈا ہو گیا۔ بے حد مسرت حاصل ہوئی۔ حق کا غلبہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ آپ کے برخوردار نے جس خوبی سے مخالفین کے دانت کھٹے کیے وہ ہمیشہ یادگار رہے گی اور ہماری خوشی کا سامان ہمیشہ کے لیے مہیا کرتی رہے گی۔ آج تو ہمارے لیے یہ دن یوم عید سے کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ برخوردار کی عمر میں برکت دے۔ اور وہ ہمیشہ ان طاغوتوں کے مقابلہ میں کامیاب ہوتا رہے۔ اس کو صد آفریں! اور آپ کو صد مبارک کہ آپ کے نورِ چشم نے ایسا میدان مارا۔ مبارک ہو مبارک "مبارک"

"لیکن جناب میں ایک گزارش پیش کرنے آیا ہوں۔ عجب دماغ

Marfat.com

پایا ہے ان بے وقوفوں نے! اب وہ ایک بات پر اڑے ہوئے ہیں کہتے ہیں۔ لوگ اس خانپوری کی عبارت پر عش عش کر رہے ہیں اور ہر جگہ یہی تذکرہ ہے کہ آج تک ہم نے تو کسی مولوی کو اس طرح نفیس طور پر عبارت پڑھتے نہیں دیکھا۔ بس عبارت کا پڑھنا تھا کہ مخالفین پر ایسا سکوت طاری ہوا کہ منہ سے ایک حرف بھی نہ نکلا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک کتاب پیش کرتے ہیں۔ اُسے پڑھ کر بتائیں تو مانیں۔ وہ ایک مشہور کتاب تھی اس کا پڑھنا کوئی بڑی خوبی نہیں۔"

تو جناب! میری گذارش یہ ہے کہ اگر آپ ان برخوردار کو میرے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں تو بہت بہتر رہے گا۔ یہ ایک دفعہ اور ان کا منہ کالا کر آئیں۔ جس طرح مجلس مناظرہ میں کیا تھا اور ان کے لیے بات بنانے کی کوئی گنجائش نہ رہے۔"

جب یہ گفتگو ختم ہوئی اور ان صاحب نے اپنا دلی ہمدرد اور خیر خواہ اور ہم نوا ہونا اس انداز سے پیش کیا تو قاضی محمد حسن صاحب (والدِ مناظر) نے ان کو یہ جواب دیا:

"جناب! ہم سچا کھیل کھیلا کرتے ہیں۔ جھوٹے کھیل کے ہم قائل نہیں۔"

ع بروایں دام بر مرغِ دگر نہ

یہ مناظرے کوئی بچوں کا کھیل تھوڑے ہی ہیں۔ ہم تو حق کے طالب ہیں کہ حق آشکارا ہو۔ اگر کوئی شخص ایک مناظرے میں لاجواب ہو جائے تو ضروری نہیں کہ وہ ناحق پر ہی ہو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس مسئلہ میں وہ لاجواب ہوا ہے۔ اس کا جواب موجود ہو لیکن اسے مستحضر نہ ہوا ہو۔ اس لیے اگر فریق مخالف یہ سمجھتا ہے کہ اس کے پاس ایسا مسالہ موجود ہے جس سے وہ اپنا عندیہ

Marfat.com

ثابت کر سکتا ہے تو باضابطہ چیلنج دے کر اور حفظِ امن کا ذمہ دار ہو کر ہمیں بلائے تو ہم ایک دفعہ نہیں دس مرتبہ آنے کو تیار ہیں۔ جو تجویز آپ لے کر آئے ہیں۔ یہ دآب علماء نہیں۔ انہیں کہیں کہ انتظام باضابطہ کر کے صحیح طریقہ پر عمل کریں لہذا قاصد کو ناکام جانا پڑا۔ اس نے واپسی پر انہیں کہا کہ بھئی یہ تو بڑے ہشیار ہیں۔ ہمارے چکمے میں نہ آئے۔ یہ جواب پاکر فریقِ مخالف نے پھر کوئی حرکت نہ کی۔ اس مناظرہ کا خوانین پر یہ اثر ہوا کہ دو بھائی خاں عبداللہ خان اور خاں دوست محمد خان کے دل سے تعصب جاتا رہا اور وہ اہلحدیث سے محبت کرنے لگے اور بالآخر اسی عقیدہ کے ہو گئے

مجبی مولوی محمد عرفان بن مولوی عبداللہ صاحب ساکن سرائے صالح (تلمیذ قاضی محمد صاحبؒ) کی روایت ہے کہ مناظرہ مذکور کے علاوہ سرائے صالح میں قاضی صاحب نے دو اور مناظرے بھی کئے تھے ایک تو مولوی عبدالقادر صاحب ساکن سرائے صالح سے اور دوسرا مولوی محمد دین بدھو والے سے نتیجہ وہی ہوا جو پہلے مناظرہ مذکورہ میں ہوا تھا۔ اس کے علاوہ قاضی صاحب کا ایک مناظرہ ایبٹ آباد میں حسب درخواست قاضی محمد میر عالم صاحب رئیس سکندر پور (ای اے سی) مولوی عبداللہ صاحب ساکن جبوڑی (تحصیل مانسہرہ) سے بھی ہوا۔ مولوی عبداللہ بڑے منطقی مشہور تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم نے سمجھا کہ کسی منطقی سے بحث کریں گے۔ لیکن ہم نے تو ان کی کوئی منطق نہیں دیکھی ایک دو باتوں میں ہی لاجواب ہو گئے۔

ان مناظرات کے نتیجہ میں خان پور کا رعب ایسا پڑا کہ اب تک خان پور کا نام سن کر مولوی کانپتے ہیں

خان پور میں سلسلۂ درس و تدریسِ قرآن و حدیث جاری تھا۔ اکثر

Marfat.com

طالب علم علاقہ غیت کے جماعتِ مجاہدین سے بھی آتے ۔ مخالفین حکومت کے پاس شکایات پہنچاتے کہ یہ لوگ حکومتِ انگریزی کے مخالف ہیں۔ اور مجاہدین یہاں آکر ان سے تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔ تفتیش کا حکم ہوتا تو اکابر راجگان اس خبر کی تردید کر دیتے کہ مخالفین کا پروپیگنڈا عداوت پر مبنی ہے۔ اس لیے آپ سے براہِ راست اس بارہ میں کسی افسر نے کبھی پوچھ کچھ نہ کی۔

چونکہ ان دنوں اس علاقہ میں علمِ حدیث رائج نہ تھا اس لیے والد صاحب (قاضی محمد صاحب) کو حدیث پڑھنے کا کوئی موقع نہ ملا تھا ۔ واپسی پر والد صاحب نے آپ سے حدیث پڑھی اور آپ کی ہمشیرہ بھی حدیث میں اپنے والد صاحب کی ہم سبق رہی جو بعد میں مولانا عبد الواحد صاحب غزنوی کے نکاح میں آئی

علاوہ مجاہدین کے ضلع ہزارہ کے پہاڑی علاقہ کے بہت سے لوگ آپ سے مستفید ہوتے اور کشمیر کے بہت سے لوگوں نے بھی فائدہ اٹھایا ۔ گلیاٹ کے گرد و نواح کے مولوی عبد الوہاب صاحب اور مولوی عبد الرحمٰن صاحب اور مولوی عبد العزیز صاحب عثمانی (گڑھی حبیب اللہ) مترجم شرح نخبۃ الفکر آپ کے خاص الخاص شاگردان میں سے تھے ۔ کوئی فہرست شاگردوں کی نہیں رکھی گئی لیکن کثیر التعداد لوگوں نے آپ سے حدیث پڑھی

درمیان میں کچھ عرصہ کے لیے آپ کے بڑے بھائی قاضی عبد الاحد صاحب نے آپ کو راولپنڈی بلوا لیا جہاں وہ آپ کے ساتھ مطب میں شریک رہے۔ لیکن بعد میں واپس گھر آگئے کیونکہ اس کاروبار میں طبیعت نہ لگی ۔

قاضی صاحب پشاور میں

تخمیناً ۱۸۹۴ء - ۱۸۹۵ء میں مولانا عبد الجبار صاحب غزنوی کے حکم سے آپ نے پشاور صدر میں مسجد مولوی عبد المجید مرحوم کی خطابت کا عہدہ قبول کر لیا اور پشاور چلے گئے جہاں وہ ۱۹۰۸ء تک رہے۔

Marfat.com

مولوی ولی محمد جالندھری کی آمد پشاور میں

جب آپ صدر پشاور میں پہنچے تو دوسرے تیسرے روز شہر پشاور میں چلے گئے کہ شہر دیکھ آئیں۔ قصہ خوانی بازار میں محمد رمضان کتب فروش کی دکان پر جا بیٹھے۔ یہاں ایک پٹھان مولوی صاحب جو کتابت سے ناآشنا معلوم ہوتے تھے عربی رسم الخط میں بہت ہی آہستہ آہستہ اردو عبارت بمشکل لکھ رہے تھے۔ اور ایک سطر کی تکمیل میں بہت وقت صرف کر رہے تھے۔ آپ نے پوچھا مولانا! آپ کیا لکھ رہے ہیں؟ کہنے لگے کہ ایک اشتہار کا جواب لکھ رہا ہوں۔ پنجاب سے ایک مولوی آیا ہے جس نے ہمارے خلاف اشتہار نکالا ہے۔ اس کا جواب لکھ رہا ہوں۔ تاکہ یہاں مطبع میں دیا جائے۔ قاضی صاحب نے کہا ذرا وہ اشتہار مجھے دکھائیں دیکھ کر مولوی صاحب سے کاغذ اور قلم دوات طلب کی اور پانچ منٹ میں اس کا مدلل جواب خوشخط لکھ کر مولوی صاحب کو دے کر کہا "مولوی صاحب! آپ یہ جواب دیکھیں۔ اگر آپ کو پسند آئے تو یہی جواب شائع کر دیں" اس پر مولوی صاحب (جو مولوی عبدالکریم بن مولانا محمد صدیق صاحب پشاوری تھے) جواب دیکھتے ہی خوشی سے اچھل پڑے اور دریافت کیا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں اور یہاں کیسے آنا ہوا؟ آپ نے کہا میں خانپور سے مولانا سید عبدالجبار صاحب غزنوی کے حکم سے آیا ہوں اور اپنا تعارف کرایا۔ مولوی صاحب خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ یہ مولوی ولی محمد جالندھری کے اشتہار کا جواب تھا۔ چنانچہ مولوی صاحب وہ مسودہ منجانب حافظ محمد رمضان صاحب (سردار علمائے اہلحدیث پشاور جو نابینا تھے) مطبع

Marfat.com

میں دے کر واپس بمع قاضی صاحب حافظ صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری امداد غیب سے کی ہے۔ قاضی محمد صاحب خان پوری اتفاق سے آ گئے ہیں۔ جواب اشتہار قاضی صاحب نے ہی لکھ کر دیا ہے جو مطبع میں لکھ کر دے آئے ہیں۔ جماعت اہلحدیث پشاور کے لیے وہ دن عید کا تھا۔

اس کے بعد کئی اشتہار دونوں طرف سے شائع ہوئے۔ جماعت اہلحدیث کی طرف سے جواب قاضی صاحب لکھتے لیکن حسب تصدیق حافظ صاحب موصوف ان کی جانب سے شائع ہوتے کیونکہ مخالف انہیں ہی مخاطب کرتے تھے۔

یہ سلسلہ جاری تھا کہ ایک دن قاضی صاحب محمد شریف مالک مطبع شریفی کی دکان کتب میں (جو محمد رمضان مذکور کی دکان سے متصل تھی) بیٹھے ہوئے تھے اور مولوی عبد الکریم صاحب بھی ساتھ تھے۔ دیکھا کہ ایک کاتب ایک اشتہار کی کتابت کر رہا ہے۔ وہ اشتہار من جانب ولی محمد جالندھری تھا۔ وہاں سے کچھ نوٹ لے کر قاضی صاحب نے اسی وقت اس کا جواب تحریر کر کے مولوی عبد الکریم صاحب کے حوالے کیا اور کہا کہ زیادہ اجرت دے کر اسے دوسرے اشتہار سے قبل طبع کرانے کا انتظام کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب مخالفین کی طرف سے ایک قاصد مولوی ولی محمد کے اشتہار کے چند پرچے لے کر حسبِ دستورِ سابق حافظ صاحب کی مسجد میں پہنچا اور کہا کہ آپ کے اشتہار کا جواب لایا ہوں تو مطبوعہ اشتہار کے چند پرچے دے کر قاصد سے کہا گیا کہ لو! اس اشتہار کا جواب بھی لیتے جاؤ۔ واپسی پر اس نے مولوی ولی محمد سے کہا کہ انھوں نے آپ کے اشتہار کا مطبوعہ جواب مجھے دے کر کہا کہ

Marfat.com

جواب بھی ساتھ لیتے جاؤ اور وہ اشتہار پیش کر دیئے۔ اس پر مولوی ولی محمد سخت سٹ پٹایا اور کہنے لگا کہ تم بڑے نالائق ہو۔ یہ معاملہ میں نے کسی جگہ اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ مولوی صاحب کو چند دن اور حلوے مانڈے بلاتردد کھانے کی اُمید تھی۔ جس پر پانی پھر گیا۔

اتنے میں صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب مرحوم کو خبر ملی کہ ایک مفتن پنجاب سے آیا ہے اور اس نے شہر کی فضا کو بگاڑ دیا ہے۔ انھوں نے ڈپٹی کمشنر پشاور کو جا کر کہا کہ شہر میں بدامنی کی فضا پھیل رہی ہے اور آپ سو رہے ہیں ڈپٹی کمشنر پشاور نے کوتوالِ شہر کو برائے تفتیشِ صورتِ حال مامور کیا اور حکم دیا کہ فوری تحقیق کے بعد رپورٹ دیجائے

کوتوال صاحب نے حافظ صاحب اور مولوی ولی محمد ہر دو کو طلب کر کے دریافت کیا کہ شہر میں یہ کیا ہو رہا ہے؟ حافظ صاحب نے کہا کہ عرصۂ دراز سے ہم یہاں رہتے ہیں اور ہمارے تعلقات فیما بین اچھے رہے ہیں۔ کبھی تصادم نہیں ہوا۔ یہ شخص باہر سے آیا ہے اور ہمارے خلاف اشتہار بازی شروع کر دی ہے۔ لوگ ہم سے جواب کا مطالبہ کرتے ہیں اگر جواب نہیں دیتے تو لوگوں کو موقع مل جائے گا کہ وہ کہیں کہ تم ناحق پر ہو اس لیے جواب نہیں دیتے۔ ہمیں تو مجبوراً جواب دینا پڑتا ہے۔ بفحوائے مقولہ: "اَلْبَادِیُ اَظْلَمْ" یہ شخص اس بدمزگی کا ذمہ دار ہے۔ کوتوال کی رپورٹ پر ڈپٹی کمشنر صاحب نے حکم صادر کر دیا کہ ولی محمد جالندھری چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ضلع پشاور کی حدود سے باہر نکل جائے۔ ورنہ اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔ اس طرح یہ اشتہار بازی ختم ہوئی اور مولوی ولی محمد صاحب یہ شعر پڑھتے ہوئے پشاور سے رخصت ہوئے:

Marfat.com

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے"

جن سیٹھیوں نے مولوی صاحب مذکور کی آمد پر ان کی گاڑی تبرکاً خود کھینچی تھی ان میں سے کسی نے ان کی مشائعت تک نہ کی اللہ تعالیٰ نے اہلحدیث کو فتح عظیم عطا فرمائی اور عرصہ دراز تک کوئی آواز ان کے خلاف نہ اٹھی۔

پشاور کے عرصۂ قیام میں کثیر التعداد طلبہ نے آپ سے حدیث پڑھی۔ لیکن کوئی فہرست طلبہ کی مرتب نہ کی مولوی محمد الیاس مضافاتِ پشاور کے رہنے والے اور مولوی محمد عرفان ساکن سرائے صالح اور قاضی عبد الحی مرحوم خانپوری کے اسماء یاد ہیں۔

چونکہ آپ پشتو زبان نہیں جانتے تھے اور پشاور میں اکثر طلباء پشتون ہی ہوتے تھے۔ اس لیے جب کوئی طالب علم ایسا آتا تو آپ اسے کہتے کہ میں پشتو نہیں جانتا اگر فارسی میں تشریح سمجھ سکو تو میں پڑھانے کو تیار ہوں۔ وہ یہ سن کر خوش ہو جاتے کیونکہ اس علاقہ میں طالب علم سب سے پہلے فارسی کا نصاب پورا کرتے ہیں۔ آپ انہیں فارسی میں پڑھاتے۔ اس طرح کئی پٹھان طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا۔

ایک معمر پٹھان طالب علم کا قصّہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ ڈبگری بازار پشاور میں سے گزر رہے تھے جس میں ایک بالاخانہ پر ایک بزرگ مولوی صاحب المعروف اما زو ملا سکونت پذیر تھے۔ فرمایا چلیں اما زو ملاّ کی ملاقات کر لیں۔ وہ اس وقت ایک سفید ریش پٹھان طالب علم کو شرح نخبہ (اصولِ حدیث کی ایک کتاب)

Marfat.com

پڑھا رہے تھے۔ سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے ایک لفظ آپ کے کان میں پڑا۔ اوپر چڑھ کر جب مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس کتاب کا ایک مقام استاد و شاگرد دونوں کے لیے معمہ بنا ہوا ہے۔ ملا صاحب نے طالب علم سے کہا کہ یہ مقام قاضی صاحب سے حل کرا لو۔ بغیر سوال آپ نے کہا کہ فلاں مقام ہے نا؟ اس کا مطلب یہ ہے۔ طالب علم حیران ہو گیا کہ جس مقام پر ہم اتنی دیر سے پھنسے ہوئے تھے۔ آپ نے دور سے ایک لفظ سن کر فوراً حل کر دیا۔ اس نے اسی وقت ملا صاحب سے درخواست کی کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں باقی کتاب قاضی صاحب سے ہی پڑھ لوں۔ انہوں نے بخوشی اجازت دے دی۔ وہ شخص ہفتہ میں صرف دو بار پڑھنے آتا کیوں کہ اس کا گاؤں کافی دُور تھا۔ تھا بڑا کند ذہن۔ اس لیے آپ اس پر اکثر غصہ بھی کرتے تھے کیونکہ کبھی کوئی مقام بڑی محنت سے اسے سمجھایا جاتا اور وہ تسلیم بھی کرتا کہ وہ سمجھ گیا ہے۔ ایک دو سطر پڑھنے کے بعد وہ پھر وہی سوال کر دیتا۔ اس پر آپ کو غصہ آجاتا اور فرماتے کہ ابھی ایک سطر اوپر تم نے کہا کہ میں سمجھ گیا ہوں۔ اب پھر وہی سوال دہرا رہے ہو۔ لیکن باوجود غصہ کے وہ اپنی بات پر اڑا رہتا اور پوری طرح سمجھ کر دم لیتا۔ مجھے اس بزرگ کا لفظ "جی قربان" جو وہ ہر سوال کے شروع میں استعمال کرتا خوب یاد ہے۔ جب تک پوری طرح سمجھ نہ لیتا "جی قربان! اس ...... کا مطلب کیا ہے؟" دوہراتا ہی رہتا۔ غرض اس نے وہ کتاب پوری پڑھ لی اور دعائیں دیتا ہوا گیا۔

پشاور صدر کے اکابر مقتدیان

پشاور صدر میں آپ کے اکابر مقتدیوں میں سے چند کے نام یہ ہیں

Marfat.com

(۱) ڈاکٹر سید جمال الدین صاحب[۱] مالک نیو میڈیکل ہال ۔ (۲) سیٹھ آغا حید رصاحب[۲] المعروف آغا مُلا (۳) آغا عبدالحی صاحب (۴) آغا عبدالرؤف صاحب (مالکان فرم رحمت اینڈ سنز) (۵) شیخ[۳] بابو شیر محمد خان صاحب امرتسری (افسر محکمہ انہار)

---

[۱] ڈاکٹر سید جمال الدین صاحب ایک بڑے متقی اور صالح انسان تھے۔ اپنی اولاد کو دبدبہ اور رعب سے پابندِ شریعت رکھا ہوا تھا۔ اپنے تینوں پسران سید محمد، سید احمد، سید باقر کو مسجد میں ہمراہ لاتے۔ صبح کی نماز میں اول وقت مسجد میں پہنچ جاتے۔ آپ کی تین صاحبزادیاں سب حافظاتِ قرآن تھیں۔ آپ نے اس دیرینہ رسم کو جس کے رو سے لوگ کسی سیّدزادی کا نکاح غیر سید مسلمان سے ناجائز سمجھتے ہیں عملاً توڑ کر اپنی تینوں صاحبزادیاں بابو شیر محمد خان صاحب کے تینوں بیٹوں کو نکاح کر کے دے دیں۔ آخر عمر میں باوجود طاقت کے دواخانہ کے کام سے بالکلیہ دست کش ہو گئے اور مطالعۂ کتب دینی اور عبادت کے لیے فارغ ہو گئے۔ دواخانہ کا سارا کام اپنے بیٹے سیّد احمد (مرحوم) کے حوالہ کر دیا۔ جو بعد میں ایک قابل ڈاکٹر کی حیثیت سے علاقہ بھر میں مشہور ہوئے رحمہا اللہ آمین۔

[۲] یہ بزرگ شریک فرم رحمت اللہ اینڈ سنز تھے۔ دنیاوی کام سے بے نیاز ہو کر صرف مسجد ہی کے ہو کر رہ گئے تھے اکثر وقت مسجد میں ہی رہتے تھے۔ دو گھڑیاں پاس رکھی ہوتی تھیں۔ نماز کے اوقات کی فکر دامن گیر رہتی۔ وقت ہوتے ہی اذان کہہ دیتے۔ اس لیے باوجود سیٹھ ہونے کے آپ کا لقب ہی "آغا مُلا" مشہور ہو گیا۔ رحمہ اللہ، آمین۔

[۳] شیخ صاحب ایک مخیر اہل حدیث بزرگ تھے۔ امرتسر میں مسجد غزنویہ سے منسلک تھے۔ حد درجہ نیک اور دیانتدار افسر تھے مجسٹریٹی اختیار بھی حاصل تھے جنہیں خوفِ خداوندِ نظر رکھتے ہوئے استعمال کرتے تھے۔ تمام افسرانِ بالا آپ کی دیانت داری اور

Marfat.com

(۶) ٹھیکہ دار ولی داد صاحب وزیر آبادی مالک کارخانہ آہنی (۷) نور خان صاحب کنٹریکٹر (پنیر والے) جن کے بڑے بیٹے عبدالعزیز بڑی عمر پا کر تھوڑا عرصہ ہوا

حاشیہ صفحہ گزشتہ: فرض شناسی کے ثنا خواں تھے۔ اپنے افسر اعلیٰ کے ساتھ دورے میں جب نماز کا وقت ہوتا تو کہتے میری نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ انگریز افسر بھی ٹانگہ سے اتر کر کسی جگہ بیٹھ جاتا اور آپ خشوع و خضوع سے لمبی نماز ادا کرتے اور افسر انتظار کرتا رہتا۔ راستہ میں قرآن حفظ کرتے اور حمائل غزنویہ مترجم کے چند نسخے ساتھ لے جاتے جس گاؤں میں کسی امام مسجد کو اس کا اہل سمجھتے اسے ایک حمائل مفت دے کر تاکید کرتے کہ خود بھی پڑھیں اور ترجمہ مع حواشی لوگوں کو بھی سنائیں۔ غرض ساتھ ساتھ تبلیغ دین کا فرض بھی ادا کرتے۔ اپنی تنخواہ سے بقدرِ ضرورت قُوتِ لایموت رکھ کر بقایا بیواؤں، یتیموں اور دیگر مستحقین میں تقسیم کر دیتے۔ آپ پہاڑ پور نہر ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان میں نکلوا رہے تھے اور افسران آپ کے اس کام سے بہت خوش تھے کیونکہ وہ ایک مشکل منصوبہ تھا۔ یکایک بیمار ہوئے اور وہاں ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔ قبل از وفات آپ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں تمہارے لیے کوئی روپیہ نہیں چھوڑ چلا۔ لیکن فکر نہ کرنا کیونکہ میں نے تمہارے لیے ایسے بینک میں رقم جمع کرا رکھی ہے جو کبھی دیوالیہ نہیں ہو سکتا (مطلب یہ تھا کہ خدا کے ہاں بشکل خیرات و صدقات جمع شدہ ہے) اللہ تعالیٰ تمہیں محتاج نہیں کرے گا۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ و جعل الجنۃ مثواہ۔ آمین! نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی وفات کی خبر سن کر آپ کے افسر اعلیٰ نے جو شیخ صاحب کے حالات سے خوب واقف تھا ایک خطیر رقم فوراً ان کے گھر بھیج کر لکھا کہ فی الحال یہ رقم خرچ کرو اور کسی قسم کا فکر نہ کرنا۔ میں تمہارے لیے مستقل آمدنی کا انتظام کر رہا ہوں۔ بالآخر سنا گیا کہ گورنمنٹ کی طرف سے ان کے پسماندگان کو پانچ مربعے اراضی کے عطا کئے گئے اور وہ مرفہ الحال ہو گئے۔

Marfat.com

فوت ہوئے ہیں (۸) بابو عبدالغنی صاحب (۹) مولوی محمد حسین صاحب (جو مولانا سید عبداللہ صاحب غزنوی کی صحبت سے بھی مشرف ہوئے تھے)[1] ۱۰ میاں الٰہی بخش صاحب دہلوی ٹیلر ماسٹر (المعروف بڑے میاں) جو ایک معمر بزرگ تھے اور اذان بلند آواز سے دیا کرتے تھے (۱۱) قاضی نجم الدین صاحب، (۱۲) سلیم اللہ صاحب تمباکو فروش وغیرہ، یہ اصحاب مخلص اور متعد اہل حدیث تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس عطا کرے آمین۔ ان کی مجلس میں علمی مباحث گرم رہتے اور سب اصحاب مستفید ہوتے۔

واپسی خانپور

تخمیناً ۱۹۰۸ء کے اوائل میں بیگم راجہ جہانداد خاں مرحوم (جو آپ کے خاص الخاص شاگردان راجہ محمد سرور خاں و راجہ عبدالعزیز خاں کی ہمشیرہ تھیں۔) کی استدعا پر مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔ بیگم مذکورہ کی دلی خواہش تھی کہ راجہ صاحب مرحوم کے ہر سہ پسران حیدر زمان خاں، صفدر زمان خان، منوچہر خان بھی آپ سے کچھ استفادہ کریں چنانچہ ہر سہ نے آپ سے کچھ عرصہ تک تعلیم پائی۔

اور اس عرصہ میں دیگر طلباء نے دینی نے بھی آپ سے استفادہ کیا۔

قاضی محمد صاحب راولپنڈی میں

زاں بعد ۱۹۱۰-۱۹۱۶ء میں مسجد اہلحدیث راولپنڈی شہر کی خطابت کی جگہ

---

[1] جب عبداللہ صاحب غزنوی کا کابل سے بوجہ اتباع سنت اخراج ہوا تو آپ ان کے ہم سفر اور جان نثار تا پشاور رہے رحمہ اللہ۔ آمین

Marfat.com

خالی ہوگئی۔ غالباً مولوی حافظ عبدالہادی صاحب اصل خطیب مسجد مذکور کی وفات کی وجہ سے ایسا ہوا۔ اس لیے قاضی عبدالاحد صاحب آپ کے برادرِ کلاں نے آپ کو وہاں کی خطابت کے لیے راولپنڈی بلا لیا۔ وہاں بھی طالبانِ حدیثِ نبوی نے آپ سے فائدہ اٹھایا انہی دنوں حکیم عبدالرحمٰن مرحوم بن مولانا ہدایت اللہ صاحب مرحوم امام مسجد جامع اہلحدیث راولپنڈی صدر نے آپ سے صحیحین پڑھیں نیز طب کی آخری درجہ کی کتب بھی پڑھیں۔ اور مولوی عبدالرحیم کشمیری تو آپ کے پرانے شاگرد تھے جو مدت العمر اسی مسجد مذکور سے منسلک رہے۔ رحمہ اللہ

مسجد مذکور میں آپ کی کرامت کا ایک واقعہ

ایک دفعہ اسی مسجد میں آپ نمازِ ظہر کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے پگڑی (جو پشاوری لنگی تھی) اتار کر صف پر رکھ دی اور خود سبیل پر بیٹھ کر وضو کرنے لگے۔ اتنے میں کوئی تیجلا آنکلا یہ دیکھ کر کہ آپ کی پیٹھ لنگی کی طرف ہے وہ پگڑی اٹھا کر چلتا بنا۔ جب آپ وضو سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ پگڑی غائب ہے۔ آپ نے کہا جس شخص نے یہ کام کیا ہے بہت بُرا کیا ہے۔ کیونکہ میں نماز کے لیے وضو کر رہا تھا۔ اور وہ میری پگڑی لے گیا۔" دو دن بعد ایک شخص اسی وقت اس مسجد میں آیا اور وہی پگڑی سامنے کر کے پوچھا: جناب! کیا یہ پگڑی آپ کی ہے؟ آپ نے کہا ہے تو میری۔" اس نے کہا کہ جو شخص یہ پگڑی لے گیا تھا وہ جاتے ہی ایسے درد میں مبتلا ہوا کہ اسے دو روز کے ہر قسم کے علاج معالجہ سے کچھ افاقہ نہ ہوا۔ اور اس کی حالت حد درجہ نازک ہوگئی اور بچنے کی امید نہ رہی تو اس نے مجھے اس مسجد کا نشان

Marfat.com

بتا کر آپ کا حلیہ بھی بتایا اور کہا کہ یہ پگڑی جا کر انہیں واپس دے دو اور میری طرف سے درخواست کرو کہ برائے خدا مجھے بخش دیں میں کسی بزرگ اللہ کے بندے کی پگڑی چرا لایا ہوں؟ اگر وہ مجھے بخش دیں تب میرے بچنے کی امید ہوسکتی ہے۔ آپ نے فرمایا" مجھے پگڑی مل گئی ہے۔ میں نے اُسے بخش دیا۔" قاضی صاحب کچھ عرصہ کے بعد پھر خانپور چلے آئے اور تا دفات وہیں مقیم رہے۔

مولوی نظام الدین المعروف ملا ملتانی خانپور میں

انہیں دنوں بعض متعصبین کی دعوت پر مولوی نظام الدین صاحب خانپور میں وارد ہوئے۔ قاضی صاحب کے برادرِ اصغر قاضی ابو اسمٰعیل یوسف حسین صاحب سے سلطان حیدر زمان خان مرحوم کی ڈیوڑھی میں مولوی صاحب کی ملاقات ہوگئی معلوم ہوا کہ آپ اہلحدیث سے بحث کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ قاضی صاحب نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ کے پاس کسی مدرسہ کی سند ہے وہ بتائیں تاکہ آپ سے گفتگو کی جائے۔ ملا صاحب نے منشی فاضل کی سند پیش کر دی۔ قاضی صاحب نے کہا کہ اس سند کو تو ہم مجلس کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ اس سے تو صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم کچھ فارسی جانتے ہو۔ دینی لحاظ سے تو یہ سند بجوئے نیرزد۔ جب قاضی صاحب کو ملا ملتانی کی آمد کا علم ہوا تو باوجود ضعف خود سلطان صاحب موصوف کی ڈیوڑھی میں چلے گئے اور ملا ملتانی سے مل کر کہا کہ ہم ہر وقت حق کی قبولیت پر آمادہ ہیں۔ ملا صاحب نے بعض مسائل اختلافیہ کا ذکر کیا۔ آپ نے کہا کہ ہماری تحقیق ان مسائل میں یہ ہے۔ اگر آپ اس سے بہتر کوئی طریقہ بتا دیں تو اسے قبول کریں گے۔ ملا صاحب

Marfat.com

کو سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ دوسرے روز بلانے والوں کو کوستے ہوئے یہ کہہ کر واپس ہوئے کہ تم لوگوں نے مجھے دھوکہ دیا ہے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم لوگ مجھے ان بزرگوں کے مقابلہ کے لیے مدعو کر رہے ہو تو میں کبھی "حامی" نہ بھرتا۔

چونکہ خانپور میں علمی مباحث کالعدم تھیں اس لیے اکثر اوقات وقفے سے آپ حافظ محمد رمضان صاحب، مولوی عبدالکریم صاحب اور مولانا حافظ عبدالقادر صاحب کی ملاقات کے لیے پشاور چلے جاتے جہاں کچھ عرصہ علمی مشغلہ میسر آجاتا اور کبھی راولپنڈی بڑے بھائی صاحب کی مجلس کی خاطر چلے جاتے اور دل کا بوجھ اتار آتے۔

خان پور کے مضافات کا ایک طالب علم

ایک صاحب جن کی سکونت خانپور سے ۷-۸ میل کے فاصلہ پر تھی ہر روز صحیح بخاری آپ سے پڑھنے خانپور آتے۔ جب وہ دستک دیتے تو آپ کتاب لے کر مسجد چلے جاتے اور انہیں سبق پڑھا آتے۔ طالب علم جس قدر پڑھتا جائے آپ اسے روکتے نہ تھے۔ جب وہ طالب علم کہتا کہ اب بس کروں۔ تو آپ فرماتے۔ تمہاری مرضی۔

ایک روز آپ علیل تھے اسی طالب علم نے دستک دی۔ آپ پہچان گئے کہ یہ دستک فلاں اخوندزادہ کی ہے (کیونکہ آپ اپنے شاگردوں کو عام طور پر "اخوندزادہ" کہہ کر ہی پکارا کرتے تھے) عبدالرحمٰن پسر قاضی صاحب نے اس طالب علم کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ آج والد صاحب کو بخار ہے" آپ نے عبدالرحمٰن سے پوچھا کہ آواز آئی تھی وہ اخوندزادہ تو نہ تھا جو روزانہ

Marfat.com

سبق پڑھنے آتا ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا۔ وہی تھا لیکن میں نے اسے یہ کہہ کر کہا آپ کو بخار ہے واپس کر دیا ہے آپ نے اُسے ڈانٹ پلائی اور کہا کہ فوراً جاؤ اور اسے واپس بلا لاؤ۔ وہ بے چارہ اتنی دور سے آتا ہے۔ تم نے بغیر پوچھے اسے کیوں رخصت کیا؟ وہ دوڑا گیا اور اسے واپس بلا لایا۔ اتنے میں آپ فتح الباری کی ایک جلد اٹھائے ہوئے باہر نکلے۔ طالب علم نے مصافحہ کرتے ہی کہا: اوہو جناب آپ کو تو بخار معلوم ہوتا ہے۔ آج سبق کا ناغہ ہی بہتر ہوگا۔ آپ نے کہا نہیں مجھے حدیث پڑھانے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔ کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ تم کیوں اس وجہ سے سبق سے محروم رہو اور مسجد میں بیٹھ کر اُسے پورا سبق حسب معمول پڑھایا۔

انہیں دنوں مولوی عبدالمجید صاحبؒ ساکن ڈھینڈہ (ہزارہ) جو مولانا سید عبدالجبار صاحب غزنویؒ کے شاگرد تھے خان پور آئے۔ مسجد میں درس حدیث جاری تھا فرمانے لگے خدا جانے یہ چشمۂ فیض کب تک یہاں جاری رہے گا۔ افسوس کہ اس کے بعد تھوڑا عرصہ ہی وہ چشمہ جاری رہا پھر ؎

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

دورانِ تعلیم پنجاب کے ایک گاؤں میں قیام

حصولِ تعلیم کے ابتدائی دنوں میں آپ کا بمع برادرِ کلاں (قاضی عبدالاحد صاحب) پنجاب کے ایک گاؤں میں قیام ہوا۔ (افسوس کہ اس کا نام نہ پوچھا جاسکا۔ لیکن غالباً وہ ضلع جہلم وراولپنڈی کے درمیان کے خشک علاقہ میں واقع تھا) آپ کہتے تھے۔ اس گاؤں کی آبادی تھوڑی تھی اور طالب علموں کی تعداد زیادہ تھی۔ جب وظائف آتے جو صرف باجرہ اور جَو کی روٹی کے ہوتے تو

Marfat.com

ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بقدر ایک نوالہ بنائے جاتے اور طلبا میں تقسیم کئے جاتے صرف تین چار نوالے ہر ایک طالب علم کے حصہ میں آتے۔ وہ کھا کر ہم پانی پی لیتے۔ اور بہت خوش رہتے کیوں کہ سبق بہت اچھا ہوتا تھا۔ استاد صاحب قابل اور محنتی تھے۔

فرماتے کہ اس گاؤں کے عرصۂ قیام میں صرف تین دفعہ پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا۔ اس طرح کہ ایک معزز شخص کا وہاں آنا ہوا۔ اس کے سامنے طلبا میں نوالے تقسیم ہوئے۔ وہ حیران ہوا اور پوچھا بھائی طالب علمو! کیا یہ کیفیت آج ہی ہوئی ہے یا ہمیشہ یہی حال ہے؟ آپ فرماتے کہ ہم تو نہ بولے لیکن ایک بے صبر طالب علم بول ہی اٹھا۔ اور کہا جناب! یہاں ایسی ہی 'سدا بہار' رہتی ہے۔ یہ سن کر وہ شہر کے ایک زمیندار کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ ایک بکرا فی سبیل اللہ دے دو۔ مسجد میں آکر کہا۔ طالب علم صاحبان کل صبح کو آپ میرے مہمان ہیں۔ چنانچہ کچھ غلّہ اور وہ بکرا لے کر سب طلبا کو شہر سے باہر لے گئے۔ وہاں جاکر بکرا ذبح کرایا اور سب طلبا نے کھانا پیٹ بھر کر کھایا۔ دوسرے ہفتہ بھی کچھ انتظام کر کے اسی طرح باہر لے جاکر سب کو کھانا پیٹ بھر کر کھلا دیا۔ تیسرے ہفتہ بھی وہ صاحب سب طلبا کو بلا کر ہمراہ لے گئے اور ایک دوسری بستی کے باہر لے جاکر بٹھا دیا اور کہا کہ میں اس بستی میں جاتا ہوں۔ تم یہاں ٹھہرو۔ جب تمہیں کوئی بلانے آئے تو اس کے ساتھ چلے آنا۔

بستی میں ایک شادی رچی ہوئی تھی اور گویّے گا رہے تھے۔ وہ صاحب موسیقی میں مہارت رکھتے تھے انھوں نے از روئے علم موسیقی گویوں کی غلطیاں نکالیں۔ پھر تو سب انہیں استاد صاحب، استاد صاحب کہنے لگے اور بڑی

Marfat.com

خاطر مدارات ہونے لگی۔ جب کھانا تیار ہوا تو ان سے بھی کھانا تناول کرنے کو کہا گیا۔ کہا: "میں اکیلا تھوڑا ہی ہوں۔ میرے ساتھی بھی ہیں۔" پوچھا آپ کے ساتھی کہاں ہیں؟ وہ بھی ہمارے مہمان ہیں انہیں ضرور بلائیں" انھوں نے کہا کہ شہر کے باہر فلاں مقام پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کسی آدمی کو بھیج دیں کہ انہیں بلا لائے۔ چنانچہ اس تیسرے روز بھی سب نے کھانا پیٹ بھر کر کھایا۔ اس سے معلوم ہو گا کہ اُن دنوں تعلیم حاصل کرنا آسان نہ تھا۔ بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

قاضی محمد صاحب وزیر آباد میں

آپ نے وزیر آباد جا کر حافظ عبد المنان صاحبؒ محدث وزیر آبادی سے بھی حدیث پڑھی۔ ان دنوں ایک صاحب عبد الغفار نامی غزنوی وہاں آ گئے۔ چند دنوں بعد عبد الغفار مذکور نے ایک عجیب وتیرہ اختیار کیا کہ جب تک اور طالب علم حافظ صاحب سے سبق پڑھتے وہ سکون سے بیٹھا رہتا، لیکن جوں ہی آپ کے سبق کی باری آتی تو آ کر حافظ صاحب کو اپنی گود میں بٹھا لیتا اور "متّانا۔ متّانا" کہنا شروع کر دیتا اور آپ کا سبق رہ جاتا۔ دو تین روز متواتر جب یہی قصہ ہوتا رہا تو آپ نے حافظ صاحب سے کہا کہ آپ مجھے اجازت دے دیں کہ میں کسی اور جگہ چلا جاؤں کیونکہ جس وقت میرے سبق کی باری ہوتی ہے تو آپ اس پٹھان سے کھیلنے لگ جاتے ہیں۔ اور میرا سبق ضائع ہو جاتا ہے ہمیں گھر والوں نے پڑھنے کے لیے بھیجا ہے۔ وقت ضائع کرنے کے لیے نہیں بھیجا۔

حافظ صاحب، محمد! کیا یہ میرے کھیلنے کی عمر ہے؟ یہ وحشی لوگ

Marfat.com

ہیں۔ مجھے اس سے ڈر محسوس ہوتا ہے اس لیے میں نہیں بولتا"۔

قاضی صاحب: "اگر یہ بات ہے میں خود اس کا انتظام کر لوں گا"۔

حافظ صاحب: کیا تم اسے روک سکو گے؟

قاضی صاحب: آپ دیکھیں گے کہ میں اسے کیسے روکتا ہوں۔ اُسے روکنا میرے ذمہ ہے۔

دوسرے روز حسب معمول جب آپ کا سبق شروع ہونے کو تھا تو عبدالغفار اپنی جگہ سے اٹھ کر آنے لگا۔ آپ نے اُسے کہا خبردار! نزدیک نہ آنا ورنہ آج تمہاری خیر نہیں۔

عبدالغفار: تم پنجابی ہم پٹھان!

قاضی صاحب: میں پٹھان وٹھان نہیں جانتا۔ اگر آج تم حافظ صاحب کے قریب آئے تو بُری گت بناؤں گا۔

عبدالغفار: کیا پدی کیا پدی کا شوربا مجھے کون منع کر سکتا ہے؟ یہ کہہ کر آگے بڑھا۔ آپ نے اسے پکڑ کر زمین پر گرا دیا۔ اور اس پر چڑھ بیٹھے۔ اور لات مکہ سے ایسی گت بنائی کہ وہ بلبلا اٹھا۔ "حافظ صاحب! برائے خدا مجھے اس سے چھڑائیں" حافظ صاحب نے کہا "محمد! اب بس کرو"۔ آپ نے کہا۔ ذرا مجھے اس کی پٹھانیت نکال لینے دیں۔ اس نے میرا اتنے دن کا سبق ضائع کیا ہے۔ میں اس کی اور گت بناؤں گا۔ حافظ صاحب نے ٹوٹتے ہوئے آپ کی ٹھوڑی کو ہاتھ لگایا اور کہا اب اسے چھوڑ دو۔ تب اُسے چھوڑا۔ عبدالغفار صاحب اس واقعہ کے بعد وہاں کس منہ سے ٹھہرتے۔ انھوں نے وزیر آباد کو خیر آباد کہہ دیا۔

بعد میں کچھ عرصہ بعد قاضی صاحب اور عبدالغفار مذکور مسجد غزنویہ امرتسر

Marfat.com

میں یک جا ہوئے۔ آپ نے مولانا عبدالجبار صاحب سے کہا کہ میں نے ایک دن عبدالغفار کو وزیرآباد میں مارا تھا۔ اسے کہیں کہ مجھے معاف کر دے مولانا نے عبدالغفار سے کہا کہ قاضی صاحب معافی کا کہہ رہے ہیں۔ معاف کردو۔ اس نے کہا: توبہ! توبہ! اس نے مجھے اس روز ایسا مارا جیسے کوئی گدھے کو بھی نہیں مارتا۔ میں ہرگز معاف نہیں کرتا۔

اس کے بعد طویل عرصہ کے بعد عبدالغفار مذکور کا پشاور جانا ہوا جہاں اس وقت قاضی صاحب جا چکے تھے۔ جاکر قاضی صاحب کا ہی مہمان ہوا وہ نیلامی کے کوٹ بیچنے گیا تھا۔ اس قیام کے دوران (راقم الحروف کے سامنے) آپ نے کہا عبدالغفار! اب بہت مدت ہوگئی ہے۔ اب تو مجھے معاف کر دو۔ اس نے کہا: میں نے معاف کر دیا۔ تب آپ کی تسلی ہوئی کہ آخرت کے مواخذہ کا ڈر نہ رہا۔

آپ فرماتے تھے کہ ہم کسی جگہ دب کر نہیں رہے۔ جب کسی طالبعلم نے ذرا بدتمیزی کی تو ہم نے اسے ایسا سیدھا کیا کہ پھر کسی اور کو بھی شرارت کی جرأت کبھی نہ ہوئی

قاضی صاحب مالیرکوٹلہ میں

آپ نے مالیرکوٹلہ جاکر مولانا سید عبدالجبار غزنوی سے بھی حدیث پڑھی۔ رات میں وہاں جاتے ہوئے آپ نے محسوس کیا کہ آپ کے پیچھے پیچھے کوئی شخص آرہا ہے اور اس کے پرانے جوتوں کی ٹپ ٹپ کی آواز آرہی ہے تھوڑی دیر تو آپ نے پرواہ نہ کی۔ لیکن پھر یہ خیال کرتے ہوئے کہ کہیں وہ پیچھے سے گزار نہ کر دے، پیچھے مڑ کر اسے دبدبہ سے کہا "تم کون ہو اور

Marfat.com

اور کدھر جارہے ہو؟ اس نے سڑک کی ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا: "سیدو" (یعنی اس طرف) آپ نے کہا پھر آگے ہو جاؤ۔ غرض اُسے آگے رکھ لیا۔ تھوڑی دور جاکر وہ شخص سڑک سے ہٹ کر ایک جانب کو چل پڑا۔ تین چار قدم چلا ہوگا کہ پھر غائب ہو گیا۔

دورانِ قیام مالیر کوٹلہ وہاں کے ایک معزز شخص نے آپ سے کہا کہ میں اپنی لڑکی آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں اور دو کنوؤں کی اراضی بھی آپ کے نام کر دوں گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ یہاں ہی مقیم ہو جائیں۔ آپ نے کہا ہمیں والدین نے علم حاصل کرنے کے لیے بھیجا ہے شادی کرنے یا جائیداد حاصل کرنے کے لیے نہیں بھیجا۔ اس معاملہ میں آپ ہمارے خاندان کی طرف رجوع کریں۔

حوصلہ اور جرأت

آپ کبھی کسی سے نہیں ڈرے۔ مناظرات کے لیے جہاں ضرورت پڑتی بے دھڑک چلے جاتے۔ مولانا حافظ محمد رمضان مرحوم پشاوری کے ایک سابق شاگرد (شیر علی خاں) نے مخالف ہو کر چیلنج دیا کہ ان کا ایک مجتہد (شیعہ) پشاور میں آیا ہوا ہے۔ جماعت اہلحدیث مناظرہ کے لیے تیار ہو جائے۔ آپ کو خبر ملی تو فوراً صدر سے پشاور شہر میں حافظ صاحب مرحوم کی مسجد میں جا کر بیٹھ گئے۔ اور کہا کہ اپنے مجتہد کو بلا لاؤ۔ چونکہ آپ کی قابلیت کا شہرہ عام ہو گیا تھا۔ آپ کو دیکھ کر فریقِ مخالف کھسیانا سا ہو گیا۔ اور باوجود کافی انتظار کے مقابلہ کے لیے کوئی نہ آیا۔ چونکہ داعی مناظرہ ایک پولیس افسر پنشنر تھا۔ محلہ کے ایک معزز بزرگ شیخ محمد صاحب مرحوم نے قاضی صاحب

Marfat.com

سے کہا کہ اب تک کوئی نہیں آیا لیکن مجھے فساد کے خطرہ کی بھنک آرہی ہے۔ اس لیے آپ تشریف لے جائیں تو بہتر ہے۔ آپ نے کہا کہ انھوں نے چیلنج دیا تو ہم میدان میں آگئے۔ اگر آپ کو ڈر محسوس ہوتا ہے تو مکان میں داخل ہو کر دروازہ مضبوطی سے بند کر دیں۔ میں تو میدان چھوڑ کر کبھی نہ جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہیں بیٹھے رہے۔ لیکن دن گزر گیا اور کسی کو جرأت مقابلہ نہ ہوئی۔

ایک دفعہ موضع جوڑی (جو سنگ جانی" ریلوے سٹیشن کے متصل واقع ہے) کے چند معتبرین راولپنڈی قاضی عبدالاحد صاحب کی خدمت میں گئے اور کہا کہ ہمارے گاؤں میں ایک مولوی آیا ہوا ہے جو عجیب عجیب باتیں کرتا ہے اور ہم پر الزام دھرتا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں اور اُسے قائل کریں۔ آپ نے کہا میں بہت مصروف ہوں۔ میں رقعہ لکھ دیتا ہوں برادرم قاضی محمد کے پاس جاؤ اور انہیں بلا لاؤ۔ وہ انشاء اللہ ضرور رقعہ کی تعمیل کریں گے۔ وہ لوگ آپ کے پاس آئے۔ اور بغیر کسی کو اطلاع دیئے آپ ان کے ساتھ جوڑی چلے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد بعض مخلصین کو معلوم ہوا کہ قاضی صاحب تو ایک دوسرے گاؤں میں بحث کے لیے چلے گئے ہیں۔ چند آدمی لاٹھیوں سے مسلح ہو کر آپ کے پیچھے چلے گئے اور آپ کے وہاں پہنچنے کے چند منٹ بعد وہ بھی آپ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے حیران ہو کر پوچھا کہ تم کیوں آگئے ہو؟ انھوں نے کہا جناب! مناظرات میں بعض اوقات فساد بھی ہو جاتا ہے۔ آپ اکیلے ہی ایک غیر جگہ میں بغیر اطلاع چلے آئے ہیں۔ جب ہمیں معلوم ہوا تو ہم تیزی سے بدیں غرض آئے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہوں اگر ضرورت پڑے تو پوری طرح دفاع کریں۔ آپ نے کہا کہ اگر

Marfat.com

خود کوئی فساد پر آمادہ نہ ہو تو فساد نہیں ہو سکتا۔ وہ مولوی صاحب پیش ہوئے تو جن مسائل کے متعلق پہلے سن چکے تھے۔ آپ نے مولوی صاحب کو مخاطب کر کے ایک تقریر کی اور کہا کہ ہم تو حقائق کے طالب ہیں۔ اور ہماری تحقیق ان مسائل میں یہ ہے۔ اگر آپ کے پاس اس سے بہتر کوئی چیز ہو تو پیش کریں۔ اس کے ماننے میں ہمیں کوئی تأمل نہ ہو گا۔ مولوی صاحب پر اس تقریر سے ایسا رعب پڑا کہ وہ ایک حرف بھی نہ بول سکے اور ہر ایک مسئلہ کے جواب میں یہی کہتے رہے کہ آپ حق فرماتے ہیں۔ اہالیٔ دیہہ یہ دیکھ کر خوش ہوئے اور آپ اپنے محبین کے ساتھ بخیر و عافیت واپس ہوئے۔

آپ کی عبداللہ صاحبؒ غزنوی سے ایک درخواست

آپ فرماتے کہ عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ توجہ فرمایا کرتے جس سے دل کا ذکر جاری ہو جاتا۔ چنانچہ آپ کے والد مرحوم بھی پہلی مرتبہ عبداللہ صاحب کی خدمت میں اسی غرض سے حاضر ہوئے تھے۔ اور آپ کی توجہ سے آپ کے دل کا ذکر جاری ہو گیا تھا۔ اور عبداللہ صاحب نے فرمایا تھا کہ میں نے ایسا صاف دل آج تک کسی کا نہیں دیکھا۔ اس لیے ایک دن میں نے عبداللہ صاحب سے درخواست کی کہ آپ جو توجہ کیا کرتے ہیں اور قلب کا ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ ذرا مجھ پر بھی یہ عنایت کر دیں۔ تاکہ میرا بھی ذکرِ قلب جاری ہو جائے تو آپ نے فرمایا کہ میں پہلے یہ کام کیا کرتا تھا لیکن چونکہ یہ امر خلافِ سنت ہے اس لیے میں نے اسے ترک کر دیا۔ تمہارے لیے سب سے بڑھ کر یہ مفید ہے کہ نماز معنیٰ کا خیال رکھ کر پڑھا کرو۔ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر نہیں۔ چنانچہ آپ کی نماز بھی اسی کیفیت کی حامل ہوا

Marfat.com

کرتی تھی۔

استغناء اور توکل علی اللہ

آپ حد درجہ مستغنی المزاج اور قانع تھے۔ آپ نے کبھی کسی سے اپنی حاجت کا ذکر نہیں کیا۔ فرمایا کرتے کہ اگر میں راجہ جہاں داد خاں چیف آف گکھڑز کو آدھی رات کے وقت جگا کر کہوں کہ تم نے اسی وقت پشاور جانا ہے اور فلاں کام کرنا ہے تو وہ فوراً اس کی تعمیل کرے اور فخر محسوس کرے کہ میں نے اُسے ایک خدمت سپرد کی ہے۔ لیکن میں نے مدت العمر کبھی کسی سے کام کا نہیں کہا۔

پشاور کے لوگ آپ کی قناعت کے قائل تھے۔ حافظ محمد رمضانؒ صاحب کی وفات کے بعد ایک دفعہ جماعت اہلحدیث پشاور شہر نے میرٹھ کے ایک عالم کی خدمات حاصل کیں جنہیں وہ ایک سو روپیہ ماہوار ادا کرتے لیکن ایک مرتبہ کوئی ضرورت ظاہر کرکے تین صد روپیہ یک مُشت علاوہ تنخواہ کے، مطالبہ کر دیا جو بمشکل چندہ کرکے پورا کیا گیا۔ اس کے بعد ان کا مطالبہ ہوا کہ مجھے ہر سال یہ رقم یک مُشت ادا کیا کرو اور دوسرے سال بھی پھر مطالبہ پیش کر دیا۔ وہ حیران ہوئے۔ وہاں کے ایک سرکردہ اہلحدیث شیخ محمد عظیم صاحب نے مجھ سے یہ ذکر کرکے کہا کہ مولوی صاحب کے اس مطالبے کے بعد ہمیں قاضی محمد صاحب اور حافظ محمد رمضان صاحب کی قدر معلوم ہوئی اور ہم سوچنے لگے کہ وہ حضرات خدا جانے غوث یا قطب یا کیا تھے کہ ہم نے ان کی زبان سے کبھی بھی نہ سنا کہ ہمیں فلاں چیز کی ضرورت ہے۔ وہ کیسے قانع اور مستغنی المزاج تھے۔ ہمیں کبھی انھوں نے

Marfat.com

محسوس ہی نہیں کرایا کہ ان کی بھی کوئی ضروریات ہیں۔ اب ویسی ہستیاں نایاب ہیں۔

ایک دفعہ آپ کو فواق "ہچکی" کا مرض لاحق ہوا۔ سخت تکلیف تھی رات کا وقت تھا۔ فرمانے لگے کہ "میں اللہ تعالیٰ کا شکر کما حقہٗ ادا نہیں کر سکتا اس نے مجھے دنیا میں بادشاہوں کی طرح رکھا۔ گھر والے اگر کسی ضرورت کا اظہار کرتے تو تھوڑی دیر کے لیے فکر لاحق ہوتا۔ پھر وہ بات دل سے اتر جاتی۔ میری اولاد میری سختی ہی یاد کرے گی۔ دوران تعلیم میں ان پر سخت گیر رہا ہوں۔ طب میں لکھا ہے "الفواق علامۃ الفراق" (ہچکی فراق کی علامت ہے)۔ یہ میرے آخری لمحات معلوم ہوتے ہیں"۔

گھر والوں نے کہا کہ آپ طب جو اتنی مدت پڑھتے رہے ہیں آپ کو اس مرض کی کوئی دوا معلوم نہیں۔ فرمایا اب تو رات ہے۔ اگر صبح تک بچ گیا تو عرقِ گاؤزبان اور ست پودینہ منگوا کر استعمال کروں گا۔ اگر خدا نے فضل کیا تو مفید ثابت ہوگا۔ اسی وقت راجگان (آپ کے شاگرد) کے گھر اطلاع دی گئی۔ انھوں نے نوکر بھیج کر پنساری کو جگا کر یہ چیزیں منگوائیں اور بھیج دیں ان کے استعمال سے اللہ نے کرم کر دیا۔

جب خاکسار محکمہ تعلیم میں ملازم ہوا تو آپ نے سنا ہوا تھا کہ ہمارے گاؤں کے ایک صاحب جو محکمہ تعلیم میں ملازم تھے وہ زائد وقت میں پرائیوٹ تعلیم طلبا کو دیتے ہیں جس سے ان کو کافی آمدنی ہوتی تھی۔ اس لیے آپ نے مجھے خط لکھا کہ جس ملازمت کی تمھیں تنخواہ ملتی ہے وہ کام دیانت داری سے کرنا اور زائد وقت میں کسی کو پرائیویٹ طور پر تعلیم دینے کا قصد ہرگز نہ کرنا۔ کیوں کہ تنخواہ دینے والے پورا کام لیتے ہیں۔ اس سے

Marfat.com

زائد اپنی جان کو تکلیف میں نہ ڈالنا۔ "ان لنفسك علیك حقاً" اور "خیر الغنی غنی النفس" احادیث بھی لکھ کر مزید تاکید کی۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ اس کی طاقت سے زیادہ اسے تکلیف میں نہ ڈالو۔ اور بہترین غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔ اور لکھا کہ مزید لالچ میں نہ پڑنا۔

آپ کے والد صاحب صوفی منش تھے۔ کابل کے ایک صاحب ان کے پاس آئے اور جاتے ہوئے ایک وظیفہ بتا گئے۔ اور کہا کہ یہ پڑھ لیا کرو۔ تمھیں غیب سے دو روپیہ روز مل جایا کریں گے۔ ان دنوں دو روپے بڑی چیز تھی کیونکہ اشیاء بے حد ارزاں تھیں۔ آپ نے اس کابلی سے کہا کہ میرے بیٹوں کے لیے بھی اس وظیفہ کی اجازت دے دو۔ اس نے کہا نہیں صرف آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ بیٹوں کے لیے اجازت نہیں دے سکتا۔

راستے میں واپسی پر اس شخص کے دل میں خیال آیا تو اس نے لکھا کہ اچھا آپ کے بیٹوں کے لیے بھی میں اس کی اجازت دیتا ہوں۔

آپ کے والد صاحب نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ قاضی عبدالاحد تو ہوشیار ہیں وہ کسی طرح گزارہ کر لیں گے۔ لیکن میرا یہ بیٹا بہت ہی مستغنی المزاج ہے اور کسی بڑے سے بڑے آدمی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ مجھے اس کی معاش کا فکر دامن گیر ہے۔ بہتر ہوگا کہ اسے یہ وظیفہ سکھا دیا جائے۔ آپ نے انہیں علیحدگی میں بلا کر کہا کہ میں تمھیں ایک وظیفہ بتاتا ہوں۔ تھوڑی سی تکلیف ہوگی۔ اسے پڑھ لو۔ تمھیں دو روپیہ روز غیب سے مل جایا کریں گے۔ جس سے تمہارا گزارہ بخوبی ہو سکے گا۔ آپ نے جواباً کہا میں

Marfat.com

ایسا وظیفہ نہیں سیکھتا اور نہ ہی وظیفوں کے ذریعے روزی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میرا رزاق اللہ تعالیٰ ہے[1]۔ تب والد صاحب حیران ہوئے اور دل میں کہا کہ اس کا مقام تو مجھ سے بلند معلوم ہوتا ہے۔

آپ کا سفر میں رات کے وقت ایک شیر کو دیکھنا

ایک دفعہ آپ کے والد صاحب راولپنڈی تشریف لے گئے۔ کسی شخص نے آپ کو خبر دی کہ والد صاحب راولپنڈی میں بیمار ہیں۔ آپ نے ارادہ کیا کہ والد صاحب کو جا کر دیکھ آئیں۔ راولپنڈی خانپور سے ۲۲۔۲۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپ نے ارادہ کیا کہ رات کو راولپنڈی پیدل روانہ ہو کر صبح وہاں پہنچ جاؤں گا۔ تھوڑی دیر نیند کر کے اٹھے اور روانہ ہو گئے۔ خان پور کے متصل نالہ ہرو واقع ہے۔ جس کو عبور کر کے جانب جنوب جانا تھا۔ جب آپ نالہ کے کنارے پر پہنچے تو اس وقت دُم دار ستارہ طلوع ہوا۔ جو ان دنوں نمودار ہوا کرتا تھا۔ آپ نے خیال کیا کہ میں بہت پہلے نکل آیا ہوں۔ کیونکہ رات کا بڑا حصہ باقی تھا لیکن وہاں سے واپس آنا بھی مناسب نہ سمجھا۔ توکلاً علی اللہ، وضو کر کے چل پڑے اور کلام الہٰی یا دیگر ادعیہ کی تلاوت کرتے ہوئے جا رہے تھے رات چاندنی تھی۔ کچھ فاصلہ پر نظر پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ عین راستہ کے وسط میں ایک شیر سویا ہوا پڑا ہے۔ آپ نے پاؤں سے جوتے اتار دیئے اور ادعیہ ماثورہ پڑھتے ہوئے اس جگہ سے ہٹ کر چکر کاٹتے ہوئے پھر اسی راستہ پر پہنچ گئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا۔ لیکن فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے کوئی تین میل کے فاصلہ پر جا چکا ہوں گا کہ وہ شیر جاگا اور اس زور

---

[1] شرعاً ایسا وظیفہ جائز نہیں۔ خدشہ ہے کہ کوئی جن کہیں سے چوری کر کے لا کر دیتا ہو گا (ع۔ ش)

Marfat.com

سے گرجا کہ میرے پاس کی پہاڑی پر سے پتھر لڑھک کر نیچے آگرے۔ اس کی گرج سے جو تموج ہوا میں پیدا ہوا تھا یہ اس کا اثر تھا۔ آپ صبح کے وقت راولپنڈی میں والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ کو دیکھ کر انھوں نے فرمایا تم کیسے یہاں آگئے؟ کہا آپ کی علالت کا سنا تھا۔ عیادت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا کیا یہاں مسلمان نہیں بستے اگر میں مر جاتا تو وہ دفن کر دیتے۔ تم کیوں گھر خالی چھوڑ کر آگئے ہو۔ پھر کہا اسے کھانا کھلا دو۔ اسی وقت واپس چلا جائے۔ ناچار آپ کو واپس ہونا پڑا۔ اور اسی راستہ سے واپس آئے جس پر راولپنڈی گئے تھے۔

فیصلہ مقدمات

آپ کا وجود خان پور اور ارد گرد کے علاقہ کے مسلمانوں کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھا اکثر مسلمان آپ کی وجہ سے سرکاری عدالتوں کے بے جا اخراجات سے محفوظ تھے۔ اس لیے کہ سب کا یہ اعتقاد تھا کہ آپ بلا رورعایت بموجب شریعت صحیح فیصلہ کریں گے۔ اس لیے وہ اپنے مشاجرات وتنازعات آپ کے سامنے پیش کرتے اور بعد فیصلہ وہ شخص بھی جس کے خلاف فیصلہ دیا جاتا۔ باہر جا کر معترف ہوتا کہ فیصلہ بالکل صحیح ہوا ہے۔

بعد نمازِ جمعہ اکثر تین چار مقدمات ضرور آجاتے جن میں آپ کو فیصلہ کرنا پڑتا۔ آپ کی وفات کے بعد جب لوگوں کو سرکاری عدالتوں کے اخراجات برداشت کرنے پڑے۔ تب آپ کی قدر معلوم ہوئی۔

میں نے اس علاقہ کے ایک بڑے عالم کو دیکھا کہ وہ فتویٰ کی بھی فیس لیا کرتے تھے۔ میرے استفسار پر انھوں نے فرمایا کہ زبانی مسئلہ

Marfat.com

بتانے پر تو کچھ نہیں لیتے لیکن اگر کوئی فتویٰ لکھ کر دینے کا مطالبہ کرتے تو اس کی فیس تو ہم ضرور لیتے ہیں کیونکہ اس میں تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن آپ کا یہ حال تھا کہ بعض دفعہ جب فریقین کا مقدمہ کسی عدالت میں پیش ہوتا اور فریقین شریعت پر فیصلہ کرانے پر راضی ہو جاتے تو عدالت ان کی استدعا پر قاضی صاحب کو ثالث شرعی مقرر کر دیتی اور چونکہ قانوناً ثالث کے لیے عدالت فیس مقرر کرتی ہے جو فریقین کو بحصّہ مساوی ادا کرنا ہوتی ہے آپ کو بھی عدالت مقررہ فیس لوا کرنے کا حکم فریقین کو دیتی۔ لیکن جب فریقین وہ فیس آپ کو پیش کرتے تو آپ لینے سے انکاری ہو جاتے۔ وہ کہتے کہ عدالت نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم یہ فیس آپ کو ادا کریں۔ تو آپ فرماتے کہ یہ کام تو صرف شرعی مسئلہ بتانے کا ہے جو ہمارا فرض ہے اور ہم نے علم دین اسی لیے حاصل کیا ہے۔ میں اسے ہرگز قبول نہ کروں گا اور اس رقم کو ہاتھ تک نہ لگاؤں گا۔ اور اس رقم کو ہاتھ تک نہ لگاتے۔

درس و تدریس

آپ نے مدت العمر قرآن و حدیث کی تعلیم کو اپنا فرضِ منصبی سمجھے رکھا اور کسی طالب علم کو تعلیم دینے سے انکار نہیں کیا اور طالب علم جب تک خود سبق ختم کرنے کی خواہش نہ کرتا آپ خود کبھی نہ کہتے کہ بس کرو۔ جب وہ خود کہتا کہ آج اتنا ہی سبق کافی ہے تو آپ فرماتے اچھا! تمہاری مرضی۔

بے شمار طلاب نے آپ سے فیض پایا۔ لیکن آپ نے کوئی فہرست تلامذہ کی مرتب نہ کی اکثر طالب علم مدتوں آپ کے زیرِ تعلیم رہتے اور ہمیں ان کے نام تک بھی نہ آتے۔ کیونکہ آپ اکثر انہیں اخوند زادہ ہی کہتے جو ایک طرح

Marfat.com

عزت کا لقب ہے۔ اس لیے ہم بھی اور سب لوگ بھی اخوندزادہ صاحب ہی کہتے۔ صرف باہمی امتیاز کی خاطر جائے سکونت یا علاقہ کا نام ایزاد کیا جاتا۔

لہذا آپ نے تصنیف و تالیف کی طرف بہت کم توجہ دی۔ لیکن جب بعد تحصیل واپس وطن آئے تو ان دنوں بعض متعصبین مقلدین کی ایک تحریر بطور استفتاء و جواب استفتاء آپ کو دکھائی گئی۔ جس پر مواضعات ستھوں، گڑھیاں پھوئی، جامہ، بدھو، کولیاں، بہلیہ کے مشہور علماء کے دستخط ثبت تھے۔ اور اس میں جمعہ فی القریٰ، دعاء اجتماعی بعد الصلوٰۃ، ارواحِ مردگاں کے گھروں میں آنے، سماعِ موتیٰ، استمداد غیر اللہ، علم غیب، اقسامِ توحید، توسل، قبر پرستی، وظیفہ یا رسول اللہ، زبانی نیت، آمین بالجہر، سبّ نبی و بزرگانِ دین و اساتذہ، تقلید شخصی کی فرضیت اور امام ابو حنیفہؒ کی باقی ائمہ پر فضیلت جیسے مسائل پر خامہ فرسائی کی گئی تھی۔ اس لیے آپ نے اس کے جواب میں ایک کتاب تحریر کی، جس کا نام اس زمانہ کے دستور کے مطابق؛

صاعقۃ الرحمٰن علی حزب الشیطان

الملقب بہ

کشف التلبیس عن اخوانِ ابلیس

رکھا۔ اور بزبانِ فارسی تحریر کی گئی۔ کیونکہ وہ استفتاء و جواب فارسی میں تھا۔ یہ کتاب بڑے فلسکیپ سائز کے ۱۳۷ صفحات پر تحریر شدہ ہے اور ہر صفحہ میں ۱۹ سطریں ہیں اور اس پر شیخ الکل حضرت سید نذیر حسین دہلوی، سید شریف حسین ابو عبید اللہ احمد، محمد بن ظل الرحیم المنگلکوٹی البردوانی، محمد فضل الکریم البردوانی، ابو عبداللہ محمد عبد الرحمٰن مولانا محمد صدیق پشاوری، سید عبد الواحد غزنوی، و قاضی عبد الاحد خان پوری کی تقریظات اور دہلی اور دیگر مقامات کے علماء کی اشتمول

Marfat.com

مہر سید نذیر حسین صاحب) بیس مواہیر بھی ثبت ہیں۔ یہ کتاب افسوس ہے کہ طبع نہ ہو سکی (قلمی موجود ہے)

ایک مجلس میں طلاقِ ثلاثہ

اکثر حنفی ایک مجلس میں طلاقِ ثلاثہ دے دیتے تو وہ بغرضِ رجوع (بدون حلالہ مروجہ) آپ کے پاس آتے تو وہ رجوع کا فتویٰ دے دیا کرتے تھے۔ آخر عمر میں آپ نے ان لوگوں کو فتویٰ دینا ترک کر دیا بدیں خیال کہ یہ لوگ اور کوئی شرعی مسئلہ تو پوچھنے نہیں آتے اور ہمیں گالیاں دیتے رہتے ہیں۔ لیکن جب یہ مطلب ہوتا ہے تو ہمارے پاس دوڑتے آتے ہیں۔ اس لیے آئندہ انہیں یہ فتویٰ نہ دیا جائے گا۔

اس کے بعد اگر کوئی حنفی اس غرض کے لیے آتا تو آپ فرماتے کہ تمھارے مذہب میں طلاق بائن واقع ہو چکی ہے۔ اس لیے تم عورت کی خاطر اپنا مذہب ترک نہ کرو۔ مذہب بڑی قیمتی چیز ہے۔ اُسے نہ چھوڑو۔ اللہ تمھیں کوئی اور عورت دے دے گا۔

اسی زمانہ میں ایک بڑے راجہ صاحب کے ایک نوکر نے طلاق ثلاثہ دے دی۔ پھر پشیمان ہُوا۔ راجہ صاحب نے اُسے قاضی صاحب کے پاس بھیجا اور ساتھ ہی ایک سفارشی رقعہ لکھ کر اپنے کاردار کو بھی ساتھ روانہ کر دیا۔ اس نے آکر کہا کہ جناب! اسے راجہ صاحب نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور یہ رقعہ بھی دیا ہے۔ آپ نے وہ رقعہ بغیر پڑھے پھینک دیا اور کہا کہ میرا جو فیصلہ عوام کے لیے ہے۔ وہی راجگان کے لیے بھی ہے اور وہ دونوں بغیر حصولِ غرض واپس ہوئے۔

Marfat.com

آخری مرض اور وفات

آپ عرصۂ دراز سے مرض دمہ سے بیمار چلے آرہے تھے حکیموں سے نسخے ہم نوٹ کر کے لاتے اور کہتے، کہ فلاں حکیم صاحب اس نسخہ کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ اپنے لیے بھی اُسے تیار کرالیں۔ کہتے نسخہ پڑھ کر سناؤ۔ جب سنایا جاتا تو فرماتے نہیں! یہ نسخہ میرے لیے مناسب نہیں۔ صرف معجون فلاسفہ کبھی کبھی استعمال کر لیتے۔

آپ کے بڑے بھائی قاضی عبدالاحد جب اپنے آخری ایام میں بیمار ہُوئے تو علالت کی خبر تو آگئی تھی لیکن موثق نہ تھی اور آپ بوجۂ کمزوری سفر کی بھی سکت نہ رکھتے تھے۔ ایک دن بغیر کسی اطلاع کے یکایک راولپنڈی کا قصد کر کے روانہ ہو گئے۔ جب بھائی صاحب کے مکان پر پہنچے تو ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ڈھیری (سکندر پور) والے بھی جو آپ کے مخلص دوست اور محب تھے، بغیر اطلاع آپ کے ساتھ ہی وہاں پہنچے ہر دو نمازِ جنازہ میں شریک ہو گئے۔

بھائی صاحب کے انتقال کے بعد آپ بڑے مغموم رہتے۔ کیوں کہ یکجان و دو قالب تھے۔ اور تمام علاقہ میں ان کی یہ محبتِ باہمی ضرب المثل تھی۔ یہ غم بالآخر آپ کے لیے جان لیوا ثابت ہوا۔

آپ کو اسہال کی شکایت بھی شروع ہو گئی جس نے آخری دم تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ڈاکٹری اور طبی ادویہ نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ آپ اس وجہ سے صاحبِ فراش ہو گئے تھے اور بستر پر ہی نماز ادا کرتے تھے۔ بالآخر ایک دن ظہر کی نماز ادا کی۔ بعد ازاں کہا، یوسف حسین (آپ کے برادرِ اصغر) سے

Marfat.com

پوچھو کہ نمازِ عصر کا وقت ہوگیا ہے یا نہیں تا کہ میں نمازِ عصر ادا کرلوں۔ گھر والوں نے اُن سے کہا کہ قاضی صاحب آپ سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ عصر کی نماز کا وقت ہوگیا ہے یا نہ ؟ آپ نے کہا : ان کا کون سا وقت ہے ان کو نماز پڑھنے دیں۔ جواب ملنے پر آپ نے باضابطہ نمازِ عصر ادا کی اور تشہد میں بلند آواز سے ادعیہ پڑھیں اور آخر میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِخَالَتِیَّ کے الفاظ بھی سب نے سنے۔ والدۂ مرحومہ راقم الحروف نے کہا کہ آخری نماز میں بھی آپ اپنی خالتین کو نہیں بھولے۔ نماز ادا کرنے کے بعد ہر دم لیٹے ہوئے صرف دو تین مرتبہ سر پر سے ٹوپی اتار کر پاس ہی رکھ دی۔ دوبارہ جب رکھی گئی تو پھر اتار کر علیحدہ رکھ دی۔ حاضرین نے کہا ہمیں کہا سنا معاف فرما دیجئے نیز غیر حاضرین کے لیے بھی استدعائے معافی کی۔ آپ نے کہا : میں سب سے راضی ہوں اور سب کے لیے دعا فرمائی۔ تھوڑی دیر بعد اپنے رب سے جا ملے اور اپنی زندگی کی آخری نماز بھی بڑے اطمینان سے پڑھ کر فوت ہوئے۔ اور "مبطون" فوت ہوئے جو از روئے حدیث شہادت کی موت ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کی وفات بروز شنبہ ۲ بجے کے قریب بتاریخ ۶ رجمادی الآخرہ ۱۳۴۸ھ مطابق ۹ رنومبر ۱۹۲۹ء وقوع پذیر ہوئی۔ گویا آپ اپنے بڑے بھائی صاحب کے بعد صرف گیارہ دن زندہ رہے اور اپنے آبائی قبرستان میں اپنے والدین کے قریب دفن ہوئے۔

گاؤں میں دستور تھا کہ نمازِ جنازہ کی اطلاع بذریعہ نقارہ دی جاتی۔ لیکن آپ کے برادرِ اصغر قاضی ابو اسمٰعیل یوسف حسین صاحب نے یہ کہہ کر آپ اُسے پسند نہیں کرتے تھے۔ نقارہ کی اجازت نہ دی بلکہ روک دیا

Marfat.com

اس وجہ سے بعض آدمی نمازِ جنازہ میں شمولیت سے محروم رہے اور بڑے متاسف ہوئے۔ لیکن اکثریت بغیر انتظارِ آوازِ نقارہ شریکِ نمازِ جنازہ ہوئی چونکہ اس موضع میں ابًا عن جدٍ سلسلہ استادی و شاگردی چلا آ رہا ہے۔ اس لیے قبر کھودنے والے بھی آپ کے شاگرد ہی تھے اور ایک مستری ان میں سے آپ کا بہت ہی مخلص شاگرد تھا۔ جس کا نام کریم بخش تھا۔ جب لحد تیار ہو چکی تو قبلہ کی جانب اس میں ایک چوکور سوراخ نمودار ہو گیا۔ ہر چند اُسے بند کرنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ بند نہ ہو سکا۔ ایک شخص نے ہاتھ جو اس میں ڈالا تو سرد ہوا سے جو اندر کی طرف سے آ رہی تھی۔ اس کا ہاتھ ٹھٹھر گیا۔ اس پر اس مخلص شاگرد (کریم بخش) نے ساتھیوں سے کہا کہ اسے رہنے دو۔ یہ کوئی سرِّ الٰہی ہے جسے ہم نہیں سمجھ سکتے۔ سب نے سکوت اختیار کیا۔ تدفین ہو گئی۔ دوسرے روز یہ قصہ الٰہی بخش نے مجلس میں بیان کیا

مستری کریم بخش مذکور کی وفات

کچھ عرصہ بعد (راقم الحروف کا) چھوٹا بھائی محمد اسمٰعیل ایک دن برائے ادائیگی نمازِ جمعہ گیا اور کافی دیر کے بعد گھر واپس آیا۔ والدہ مرحومہ نے اس سے پوچھا کہ تم نے اتنی دیر کیوں لگائی۔ اس نے کہا کہ آج مستری کریم بخش کا انتقال ہو گیا ہے میں اس کی نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے لیے بعد نماز چلا گیا تھا۔ اس لیے دیر ہوئی ہے۔ والدہ مرحومہ نے کہا کہ آج رات میں نے تمہارے والد صاحب کو خواب میں دیکھا کہ ایک عالیشان مکان بنوا رہے ہیں اور کام بڑی پھرتی سے ہو رہا ہے۔ میں نے پُوچھا کہ یہ مکان آپ کس کے لیے بنوا رہے ہیں تو کہا کہ یہ مکان کریم بخش کے لیے بن رہا ہے۔ د

Marfat.com

اللہ اعلم۔ معلوم ہوتا ہے کہ (انشاء اللہ) آپ کے اس مخلص کا انجام بخیر ہوا۔ اللہ بڑا غفور رحیم ہے۔

آپ کی تاریخِ وفات "وُجُوہٌ یَوْمَئِذٍ نَّاعِمَۃٌ" ۱۳۴۸ھ سے نکلتی ہے۔ آپ کے برادرِ اصغر قاضی ابواسمٰعیل یوسف حسین مرحوم، نے نظم میں آپ کی تاریخِ وفات اس طرح پر لکھی:

ساری بستی میں غم ہُوا پیدا — کس امینِ ہدیٰ کا کوچ ہُوا
چل بسا غم گسارِ محتاجاں — مرجعِ طالبانِ دینِ خُدا
دُر فشاں وقتِ گفتگوئی سنر — شعلہ زن وقتِ قمعِ اہلِ ہویٰ
بازوئی حق برائے عبدالاحد — یکدل و یک زباں بہر مُبدیٰ
وہ خلفِ بضعۂ غلام حسن — وہ محمد ہے صدق کا ہمتا
مدح خواں اس کا ہر کس و ناکس — دُور تک اس کا فیضِ علم رسا
ہے وفات اس کی علم کا مرنا — اِتّقاء اب یہاں سے فوت ہوا
اوس کی اولاد میں خداوندا — جانشین کوئی دیندار بنا
اشکبار آنکھوں سے یہ دو مصرع — لکھے صابر نے وصل میں ہمتا
خُلد منزل ہوا گرامی قدر — خلد منزل ہے عالم یکتا!
۱۳۴۸ھ — ۱۳۴۸ھ

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

Marfat.com

Marfat.com

قاضی ابو اسمٰعیل یوسف حسینؒ

بن قاضی محمد حسنؒ قاضی القضاۃ خانپوری ہزاروی

(ولادت: بوقت طلوع آفتاب بروز جمعہ ۲۸ جمادی الثانیہ ۱۲۸۵ھ)

(وفات:- ۶ صفر المظفر ۱۳۵۲ھ مطابق یکم جون ۱۹۳۳ء)

مولد خانپور تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ (صوبہ سرحد) جو ہری پور سے جانب جنوب پندرہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور خاندان گکھڑ کا مرکز ہے۔ نالہ ہرو کے کنارہ پر واقع ہے اور ایک پُر فضا مقام ہے۔

آپ قاضی محمد حسن صاحب (عرف قاضی غلام حسن) قاضی القضاۃ کے تیسرے بیٹے تھے۔ آپ کے والد کے ایک دوست غلام حسین نامی نے آپ کی تاریخ ولادت کو شعروں میں اس طرح ادا کیا ہے

شد تولّد بروز آدینہ — بست وہشتم جمادی الاُخریٰ

پنج وہشتاد دیکہزار و دو صد — سالہا بذ ہجرت کُبریٰ

گل شگفتہ حُسین زباغ حَسَن — یوسفش نام کرد یا بُشریٰ

(سورہ یوسف کی آیت یَا بُشْرٰی هٰذَا غُلٰمٌ ط کی حسین تلمیح ہے)

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور برادران قاضی عبد الاحد و قاضی محمد صاحبان سے حاصل کی۔ آپ کے ایک قلمی نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۷ برس کی عمر میں علوم آلیہ سے گھر میں ہی فراغت حاصل کر چکے تھے۔ ذہانت خداداد تھی۔ زمانہ طالب علمی میں علماء نے عمر سے داد تحسین حاصل کی۔ ان کے

Marfat.com

بچپن کے زمانہ میں حافظ محمد رمضان صاحب مرحوم پشاوری ایک دفعہ خانپور تشریف لائے۔ انھوں نے آپ کا امتحان لیا اور فرمایا کہ یہ بچہ ایک وقت انشاء اللہ یگانۂ زمانہ ہوگا۔ چنانچہ بعدازاں جب آپ کی کتاب "اتمام الخشوع بوضع الیمین علی الشمال بعد الرکوع (عربی) حافظ صاحب کے پاس پہنچی اور راقم الحروف نے حافظ صاحب کو پڑھ کر سنائی تو فرمایا" اس میں شک نہیں کہ یوسف حسین مجتہد ہے۔ اور امتحان مذکورہ بالا کا ذکر بھی کیا۔ اور فرمایا کہ اس کے آثار بچپن میں ہی ظاہر ہو چکے تھے۔

عالم طفولیت میں ہی مادۂ تحقیق آپ میں نمایاں تھا۔ مولوی حاجی امام الدین صاحب تلمیذ قاضی محمد حسنؒ کا بیان ہے کہ مسجد پیرانوالی خانپور میں (جہاں قاضی محمد حسن مرحوم درس دیا کرتے تھے) مسجد کے کل عرض میں شمال سے جنوب تک کتابوں کی ایک قطار مسلسل پڑی ہوتی اور آپ کبھی ایک کتاب کے پاس بیٹھے ہوئے نظر آتے کبھی دوسری کے پاس اور کبھی تیسری کے پاس۔ اگر کسی حدیث کا حوالہ کسی کتاب میں پاتے تو جب تک اصل کتاب میں ڈھونڈ کر نہ دیکھ لیتے تسلی نہ ہوتی۔

اتمام الخشوع (عربی) میں آپ کے ترجمہ میں مرقوم ہے کہ آپ ۲۰ شعبان ۱۳۰۱ھ میں بروز سوموار وطن سے سرحد پار جہاں جمعیت مجاہدین (سید احمد صاحب اور شاہ اسمٰعیل شہید کے متبعین) مقیم تھی، چلے گئے اور وہاں مولوی عبدالکریم پٹنوی صادق پوری سے سنن نسائی اور کچھ حصہ دیگر کتب کا پڑھا۔ چونکہ گھر سے بلا اطلاع گئے تھے۔ اس لیے ہر دو برادران آپ کی تلاش میں نکلے۔ قاضی عبدالاحد صاحب تو کشمیر میں سرینگر تک گئے۔ لیکن کوئی پتہ نہ چلا اور اُن کے بھائی قاضی محمد صاحب غیر علاقہ کی طرف مجاہدین کے مرکز کی طرف گئے تاکہ اگر وہاں ہوں تو واپس لے آئیں۔ کیونکہ مخالفین حکام تک یہ خبریں

Marfat.com

پہنچاتے رہے تھے کہ ان کے پاس مجاہدین طالب علم تعلیم پاتے ہیں اور ان کا گہرا تعلق مجاہدین (مخالفین سلطنتِ انگلشیہ) سے ہے لیکن راجگان جو سب اس خاندان کے شاگرد تھے ان باتوں کی تردید حکام کے پاس کردیا کرتے تھے۔ قاضی محمد صاحب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آپ تو وہاں ہی مقیم ہیں اور انہیں سمجھایا کہ تمہارا واپس وطن جانا بہتر ہے۔ تاکہ تمہاری وجہ سے باقی خاندان حکومت کا مورد عتاب نہ ہو لیکن آپ نے ساتھ آنے سے انکار کردیا۔ لیکن بعد میں خود آنے کا وعدہ کیا اور کچھ عرصہ بعد خود آ ہی گئے۔

اس سفر کا ایک واقعہ آپ نے بیان فرمایا تھا کہ میں جب سرحد کے قریب اگرور میں ایک قصبہ میں پہنچا تو وہاں چند روز ایک مسجد میں قیام کیا (یہ غالباً موضع شمدھڑہ تھا) ایک بڑی ڈاڑھی والا طالب علم ایک فقہ کی کتاب پڑھ رہا تھا اس کو میں نے ٹوک دیا کہ تم نے عبارت غلط پڑھی ہے وہ حیران ہوا کہ ایک بے ریش لڑکا اُسے ٹوک رہا ہے۔ دو تین مرتبہ جب اس کی غلطی پر اسے متنبہ کیا گیا تو اس نے درخواست کی کہ مجھے اس کتاب کے ایک ورق کا مطالعہ کراؤ۔ چنانچہ میں نے اُسے ایک ورق پڑھا دیا۔ اُس نے پوچھا کہ یہ کتاب تم نے پڑھی ہے میں نے کہا کہ نہیں۔ وہ حیران ہوا۔ اس نے پھر ایک کتاب نحو کی نکالی۔ جب پڑھنے لگا تو میں نے پھر ٹوک دیا اور اس کی درخواست پر اسے اس کتاب کا بھی ایک سبق پڑھا دیا۔ اس نے پھر پوچھا کہ کیا تم نے یہ کتاب پڑھی ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ طالب علم حیران تھا کہ یہ لڑکا ہر ایک کتاب پڑھ سکتا ہے لیکن کہتا ہے کہ اس نے ان میں سے کوئی کتاب نہیں پڑھی۔ آپ فرماتے کہ میں کبھی عربی میں کبھی فارسی میں اور کبھی اردو میں گفتگو کرتا تاکہ ان لوگوں کو یہ معلوم نہ ہوسکے کہ میں کس ملک کا رہنے والا ہوں۔ قصبہ میں یہ چرچا ہوگیا کہ یہاں ایک عجیب لڑکا آیا ہے معلوم نہیں کس ملک کا باشندہ ہے عربی، فارسی، اردو تینوں زبانیں جانتا ہے اور بغیر پڑھے ہوئے ہونے کے ہر ایک کتاب پڑھ سکتا ہے چنانچہ ایک خان کے حجرہ میں لے گئے۔ چارپائی پر عزت سے بٹھایا۔ ایک مولوی

صاحب نے کئی کتب میرے سامنے لاکر رکھیں ہیں۔ نے ہر ایک میں سے پڑھ کر مطلب بنا دیا اور پوچھنے پر بتایا کہ یہ کتب میں نے پڑھی نہیں ہیں اس کے بعد میری بڑی تواضع اور خاطر مدارت ہونے لگی۔

رفعِ سبابہ

سرحد کے علاقہ میں بالخصوص پشتو بولنے والوں میں تشہد میں رفع سبابہ گناہِ عظیم سمجھا جاتا ہے (کیونکہ فقہ حنفی کی پہلی کتاب "خلاصہ کیدانی" میں اُسے محرمات میں سے قرار دیا گیا ہے ملا علی قاریؒ حنفی نے اس کے رد میں ایک رسالہ تزیین العبارۃ لتحسین الاشارۃ" اس کے سنت ہونے کے متعلق بھی تصنیف کیا ہوا ہے) یہاں تک کہ بعض جگہوں میں اس کی پاداش میں نمازیوں کی انگلیاں بھی توڑی جاتی رہی ہیں اور اب تک بعض علاقوں میں اس خیال کے لوگ موجود ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اسی قصبہ میں ایک دن جماعت میں ایک شخص میرے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ جب میں نے رفع سبابہ کیا تو نماز میں ہی اس شخص نے ہاتھ رکھ کر میری انگلی کو دبا دیا۔ جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو میں نے پھر انگلی کھڑی کر دی۔ اس نے پھر ہاتھ رکھ دیا۔ اسی طرح کئی مرتبہ ہُوا۔ جب امام نے سلام پھیرا تو وہ شخص اس امر کی شکایت کرنے ہی کو تھا کہ میں نے امام صاحب سے باآواز بلند کہا کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوئی۔ یہ نماز میں میرے ساتھ کھیلتا رہا ہے۔ امام صاحب نے اُسے ڈانٹا اور نماز کے اعادہ کا حکم دیا۔ اس نے ہر چند کچھ کہنا چاہا۔ لیکن امام صاحب یہی کہتے رہے کہ تم کھیلتے رہے ہو، نماز پھر پڑھو۔ اور اُسے معذرت پیش کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔ جب وہ دوبارہ نماز پڑھ چکا تو امام صاحب سے کہا کہ میری بات تو سنیں۔ یہ لڑکا تشہد میں رفع سبابہ کے جرم کا مرتکب ہوا ہے۔ اس لیے میں نے اس کی انگلی کو نیچے دبانے کی کوشش کی۔ مولوی صاحب نے کہا اس لڑکے کو کچھ نہ کہو معلوم نہیں یہ کس ملک کا باشندہ ہے اور کس مذہب کا ہے۔ البتہ

Marfat.com

یہ یقینی بات ہے کہ یہ مجتہد ہے ۔ اس لیے اسے آزادی ہے جس طرح چاہے نماز پڑھے ۔ کوئی شخص اس سے تعرض نہ کرے ۔ فرماتے تھے کہ میں نے تمام عمر میں عمل بالسنۃ کہیں بھی نہیں چھوڑا ۔

علاقہ غیر سے آپ اواخر ۱۳۰۲ھ یا ابتدائے ۱۳۰۳ھ میں واپس آئے اور پھر اپنے وطن میں دو سال ٹھہرے ۱۳۰۵ھ میں بماہ ذوالقعدہ یا ذوالحجہ جب کہ آپ مسجد پیر انوالی خانپور میں سوئے ہوئے تھے خواب میں دو جلیل القدر علماء کو دیکھا ۔ ایک کا نام انماطی اور دوسرے کا دمیاطی تھا ۔ خواب میں ان سے کچھ فیض بھی حاصل کیا ۔ بیداری پر کتاب "اتحاف النبلاء" مصنف علامہ نواب صدیق الحسن خان قنوجی کو کھول کر دیکھا تو اس میں ان ہر دو جلیل القدر علماء کا تذکرہ پایا ۔ آپ نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ میں انشاء اللہ دو بڑے جلیل القدر علماء سے فیض حاصل کروں گا ۔ ایک تو میاں صاحب ، سید نذیر حسین ہوں گے اور دوسرے واللہ اعلم کون ہوں گے ۔ اس پر آپ نے کوچ کا عزم کیا اور گھر سے دہلی تک پیدل گئے[1] ۔ اور محرم ۱۳۰۶ھ میں شہر دہلی میں وارد ہوئے ۔ اور وہاں میاں صاحب سے علم حدیث و تفسیر حاصل کیا اور ۱۳۰۷ھ میں آپ سے اجازہ حاصل کیا ۔ آپ کے ایک نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی عبد الغفور غزنوی (مرحوم) آپ کے ہم سبق تھے اور آپ کے ساتھ ہی میاں صاحب سے اجازہ حدیث حاصل کیا ۔ اسی سال میں آپ نے مولوی محمد صاحب شاہجہان پوری[2]

---

[1] اپنی یادداشت میں قاضی صاحب نے لکھا کہ خانپور دہلی سے ۵۰۰ میل کا فاصلہ ہے (ت ت)

[2] مصنف الارشاد الی سبیل الرشاد (مولف مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ) کا بہت بے نظیر اور مدلل جواب علی جواب ۔ ہے ۔ حصہ اول طبع ہوا ، جو متعدد بار طبع ہوا ۔ اور متداول ہے ۔ (ع ۔ ح)

Marfat.com

سے بھی سندِ حدیث حاصل کی اور پھر ۱۳۰۸ھ میں علامہ فقیہ حسین بن محسن انصاری حدیدی یمانی سے اجازہ حاصل کیا جس کی تفصیل آگے آتی ہے اور انہی سے ۱۳۰۹ھ میں اجازۃ الحدیث المسند المسلسل بالاولیۃ حاصل کیا۔ پس اللہ جل شانہٗ کے فضل وکرم سے آپ کا خواب سچا ہُوا، علاوہ ازیں آپ نے ۱۳۱۸ھ میں علامہ ابراہیم بن سلیمان مغربی مہاجر مکہ مشرفہ سے اور علامہ بدرالدین شامی سے بھی اجازہ حاصل کیا۔ اوّل الذکر سے دہلی میں اور موخر الذکر سے قیامِ بغداد کے وقت جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ (یہ سب اجازے خاکسار راقم الحروف کے پاس موجود ہیں۔)

سفرِ دہلی کے دوران کا ایک واقعہ

آپ فرماتے کہ خانپور سے دہلی جاتے ہوئے ایک بڑا نشانِ الٰہی ظہور پذیر ہوا۔ جب میں دہلی سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا کہ بوقتِ سحر میرے پیٹ میں سخت درد اٹھا جس کی وجہ سے میں ہلنے جلنے کے قابل نہ رہا۔ اس وقت مجھے آیتِ کریمہ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ یاد آئی۔ میں نے اس شدتِ مرض میں زمین پر لیٹے لیٹے تیمم کیا اور دو رکعت نماز اشارہ سے ادا کی۔ فراغت پر قدرے افاقہ محسوس ہوا۔ میں نے مزید دو رکعت نماز پڑھی۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ نوافل کی ادائیگی سے درد بالکل جاتا رہا (انعام الخشوع عربی ص۳)

مولوی محمد حسین بٹالوی مرحوم کا وُرودِ دہلی

جن دنوں آپ میاں صاحب مرحوم کے زیرِ تعلیم تھے مولانا مولوی محمد حسینؒ بٹالوی مدرسۂ میاں صاحب میں دہلی تشریف لائے۔ نماز میں مقتدیوں کے ایک

؎ قاضی یوسف حسینؒ نے اپنی ایک یادداشت میں لکھا ہے کہ یہ جگہ "قطب مینار" تھی جو دہلی کی مشہور سیر گاہ ہے۔ جو ۱۲ میل دہلی سے دُور ہے۔

Marfat.com

دوسرے سے پاؤں ملانے کا ذکر آیا۔ تو مولوی صاحب نے کہا کہ انسان بشکل مثلث ہے۔ اس لیے مقتدیوں کے پاؤں آپس میں نہیں مل سکتے۔ قاضی صاحب نے کہا: "اچھا! آپ مولوی محمد حسین بٹالوی ہیں؟ یہ آپ نے کیا کہہ دیا؟ اٹھیے توسہی" اور چند اور حاضرین کو ساتھ لے کر عملاً سب کے پاؤں ملا دیئے۔ اور کہا: لیجئے جناب! یہ ناممکن نہیں! اور مجھے آپ جیسے عالم سے یہ بات سن کر سخت تعجب ہُوا ہے"۔ بٹالوی صاحب نہ بولے۔ جب بٹالوی صاحب چلے گئے تو قاضی صاحب نے میاں صاحبؒ سے کہا کہ بٹالوی صاحب کے ساتھ جو قضیہ ہوا اس میں مَیں نے کوئی غلطی تو نہیں کی؟ اور جو کچھ ہُوا نامناسب تو نہ تھا؟ میاں صاحب نے فرمایا نہیں تو۔ تم نے اُسے (مولانا بٹالوی کو) خوب لیا۔"

شیخ حسین بن محسن انصاری نے ۱۳۰۸ھ میں آپ کو مفصل اجازہ لکھ کر دینے کے بعد چند مسائل بھی آپ کی درخواست کے مطابق اپنے قلم سے لکھ کر دیئے اور اس تحریر کے شروع میں لکھا" فقد سألنی المولوی الاجل سلالۃ الاماثل ابو اسمٰعیل یوسف حسین سلمہٗ رب العالمین عن خمس مسائل و طلب منی الجواب علیھا فاجبتہٗ الیٰ مطلوبہٖ تحقیقاً نظنہ و مرغوبہٖ و ان کنتُ لستُ اھلاً لذلک ولا ممن یخوض فی تلک المسالک و لکن رجاء الاندراج فی صالح دعواتہٖ وعظیم توجھاتہٖ۔ المسئلۃ اولیٰ الخ" ان مسائل کی صرف فہرست ذیل میں لکھی جاتی ہے ورنہ کل جوابات بیس اوراق میں آئے ہیں۔

فہرست مسائل

(۱) المسئلۃ الاولیٰ فی الزکوۃ (ھل تجب الزکوٰۃ فی غیر الاصناف الاربعۃ من الحبوب الخ) تخمیناً دو ورق۔

Marfat.com

(۲) المسئلۃ الثانیۃ فیھا (ھل تجب فی الحلی الزکوٰۃ الخ) بر جلب چھ ورق میں ہے۔

(۳) المسئلۃ الثالثۃ فی تحلی الرجال (ھل یجوز للرجل التحلی بالفضۃ سوی الخاتم ؟) جواب ۳ صفحہ سے زائد میں ہے۔

(۴) المسئلۃ الرابعۃ فی الرّھن (اذا رھن رجلٌ ارضاً عند رجلٍ بدینٍ لہٗ علیہ واذان الراھن للمرتھن بالانتفاع والاکل بمقتضی الاجازۃ والاذن ؟) اس سوال کا جواب ۹ صفحہ میں آیا ہے۔

(۵) المسئلۃ الخامسۃ فی تحقیق الضّاد (اھیَ مشابھۃٌ بصورۃ الدال المفخمۃ او تقرأ مشابھۃ الظاء المعجمۃ ما الصحیح ؟) اس کا جواب چھ صفحہ میں آیا ہے۔

نوٹ: ابو نصر عبد العلی بن سعد اللہ الانصاری الگنوری کو بھی شیخ موصوف نے باستدعائے استاذہ القاضی ابی اسمٰعیل اجازہ لکھ کر دیا (جو راقم کے پاس ہے۔ کیونکہ قاضی صاحب کی کتب میں سے ایک میں آگیا ہے)

دہلی کا سفر مذکور قاضی صاحب نے پا پیادہ طے کیا۔ راستہ میں کبھی بھنے ہوئے چنوں اور کبھی بیروں یا جنگل کے پتوں پر گزارہ کرنا پڑا۔ لیکن ہمت نہ ہاری۔

علم ادب میں کچھ استفادہ مولانا مولوی ڈپٹی نذیر احمد مرحوم سے بھی کیا۔ آپ ڈپٹی صاحب کی بہت تعریف کیا کرتے فرماتے کہ " طلبا آپ سے مشکل سے مشکل شعر دریافت کرتے تو آپ اس میں ایک مشکل و مغلق مقام (گھنڈی) کی نشاندہی کر دیتے جس سے تمام شعر کا مطلب حل ہو جاتا۔ ان دنوں طالب علم انہیں باتیں ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے۔ (خاکسار کہتا ہے کہ ڈپٹی صاحب کے ترجمہ اور حاشیہ والی حمائل سے علم ادب میں آپ کا کمال ظاہر ہوتا ہے مثلاً

Marfat.com

سورۂ یوسف میں کُنَّا نَسْتَبِقُ کا ترجمہ آپ نے "ہم کبڈی کھیلتے تھے" جو کسی اور ترجمہ میں نہیں ملے گا۔ اور کتنا صحیح ترجمہ ہے۔ تعزیراتِ ہند اور ضابطہ فوجداری کا ترجمہ اردو میں ڈپٹی صاحب نے ہی کیا تھا۔ جو آپ کی قابلیت کا شاہکار ہے۔

ایک شیعہ مجتہد سے مناظرہ

دورانِ تعلیم مدرسہ میاں صاحب مرحوم میں ایک دفعہ ایک شیعہ مجتہد سے آپ کا مناظرہ ہوگیا۔ مجتہد صاحب نے ایک حدیث پڑھ دی۔ قاضی صاحب نے حوالہ طلب کیا تو اس نے مسندِ احمد کا نام لیا۔ مسندِ احمد وہاں موجود نہ تھی اسی وقت قاضی صاحب مدرسہ میاں صاحب سے جا کر مسندِ احمد اٹھا لائے اور مجتہد صاحب سے کہا لیجئے یہ مسندِ احمد ہے اس میں سے وہ حدیث دکھا دیجئے۔ کچھ ورق گردانی کی لیکن حدیث نہ ملنی تھی نہ ملی۔ اس پر تالی بج گئی۔ اور مجلس برخاست ہوگئی۔ فرماتے کہ اس کے بعد شیعہ اصحاب مسجد میاں صاحب میں آکر انگلیوں سے میری طرف اشارہ کر کے ساتھیوں کو بتاتے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے قبلہ و کعبہ کو شرمندہ کر دیا۔ ان کی غرض آپ کو کچھ ضرر پہنچانا تھی۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ اللہ آپ کا حافظ رہا۔

ذریعہ معاش

آپ چونکہ خوش نویس تھے، عربی، فارسی بلکہ انگریزی بھی خوب لکھتے۔ اس لیے دہلی میں آپ کا ذریعہ معاش کتابت تھا۔ جو کچھ کماتے دوستوں کو کھلا دیتے۔ کرزن پریس دہلی میں عرصہ دراز تک کتابتِ اردو کا مشغلہ رہا۔ قرآن شریف اور کتبِ حدیث کی کتابت اور تصحیح کرتے رہے۔ صحیح بخاری کا ایک نسخہ

Marfat.com

مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی بھی آپ کے قلم سے لکھا ہوا طبع ہوا۔ خان پور میں راجگان کے گھر میں ایک معرّیٰ قرآن شریف دیکھا تو کہا کہ یہ میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اعلام الموقعین (عربی) مطبوعہ انصاری پریس دہلی جیسی خوشخط کتاب بھی آپ ہی کے قلم اعجاز رقم کا نمونۂ تحریر ہے۔ جیسا کہ امام خاں نوشہروی مرحوم کے نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔

قاضی صاحب کا ورودِ نگنور (یو۔پی)

کچھ عرصہ کے بعد نگنور (یوپی) میں تشریف لے گئے (بموجب ایک نوٹ از امام خاں نوشہروی مرحوم) "قاضی شمشاد علی نگنوری کی روایت ہے کہ اوائل موسم گرما میں نمازِ ظہر کے بعد ایک اجنبی شخص مسجد میں داخل ہوا۔ لباس بالکل سادہ، سر پر چادر لپیٹے ہوئے ہاتھ میں ببول کی سٹک۔ ارشاد علی صاحب نے جَو کی روٹی اور میتھی کا ساگ حاضر کیا۔ اس طرح تین روز یہ سلسلہ جاری رہا۔ مولوی عبدالتواب صاحب غزنوی امام نماز تھے۔ نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتے نووارد مسافر نے دریافت کیا کہ نمازِ (فریضہ) کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کا ثبوت کہاں ہے؟ مولوی عبدالتواب صاحب نے فرمایا کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کتاب منگائی گئی مگر حدیث نہ ملی۔ مولوی عبدالتواب صاحب نے دوسرے وقت پر موقوف فرمایا مگر نووارد نے کہا کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث نہیں ہے۔ یہ کتاب مطبع مجتبائی دہلی میں چھپی ہے۔ میں اس نسخہ کا کاتب ہوں۔ جب اس نسخہ کے آخر میں نام دیکھا تو ہر ایک نے احترام کیا۔ اور مولوی عبدالتواب صاحب اٹھ کر گلے مل گئے۔ یہ صاحب یوسف حسین خانپوری ہزاروی تھے۔"

(خاکسار کہتا ہے کہ صحیح بخاری جب لائی گئی تو قاضی صاحب نے کہا: اس

Marfat.com

کتاب سے آپ کو یہ مسئلہ نہ ملے گا۔ یہ تو ساری میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ مولانا غزنوی اُٹھ کر گلے مل گئے اور یہ بات وہیں ختم ہو گئی۔

اسی مسئلہ پر آپ کی مولوی حمید اللہ صاحب سرادفا میرٹھی سے بھی گفتگو ہوئی جبکہ ممدوح گنّور تشریف لائے۔ آپ فرماتے کہ بوقت مناظرہ مولوی حمید اللہ صاحب کے سامنے اس طرح ادب سے بیٹھا جس طرح شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے لیکن پیروی صرف دلیل کی ہو سکتی ہے بالآخر مولوی حمید اللہ صاحب نے ارباب گنّور سے کہا کہ ان سے بحث نہ کرو۔ ان سے کچھ سیکھو۔

آپ نے گنّور میں تخمیناً ۲۰ سال قیام کیا اور ایک جمّ غفیر نے آپ سے استفادہ کیا۔ جب آپ وطن مالوف واپس تشریف لائے تو گنّور کے ایک صاحب حبیب بن ابی حبیب انصاری آپ سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے خانپور آ گئے۔ اور کافی عرصہ تک وہاں رہے۔

مسجد سہسوان کا مقدمہ

سہسوان میں مسجد اہل حدیث واقعہ قاضی محلہ پر احناف کا قبضہ ہو گیا تھا۔ آپ نے ایک جمعہ کی نماز میں بہت سے اہلحدیث مسجد میں جمع کر کے آمین بالجہر کرا دی۔ حنفی امام صاحب اس آمین کی گونج سے ایسے گھبرائے۔ کہ قرأت کرنا بھول گئے۔ اس کے بعد مقدمہ شروع ہو گیا۔ مخالفین نے آپ کو حکام کی نظر میں ایک مفسد سرحدی کے رنگ میں پیش کیا۔ اس نے بوساطت پولیس خانپور آپ کے حالات اور چال چلن کی دریافت کی گئی۔ جب استفسارات تھانہ خانپور میں پہنچے اور پولیس نے راجگان خان پور سے آپ کے متعلق دریافت کیا تو سب نے بالاتفاق بیان دیا کہ قاضی صاحب ایک بڑے بزرگ خاندان

Marfat.com

سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کے والدِ بزرگوار اور برادران خاندان گگھڑ و دیگر اہالیان خانپور کے مسلم پیشوا رہے ہیں۔ اور آپ کا خاندان علم وفضل، زہد و اتقاء میں ضرب المثل ہے قاضی صاحب ایک بہت ہی معزز خاندان کے ایک فرد ہیں۔ جب یہ رپورٹ سہسوان میں پہنچی تو حکام کی رائے یکدم تبدیل ہوگئی۔ کمرۂ عدالت میں آپ کو بڑی عزت سے بٹھایا جاتا۔ اور اگر کوئی سوالات کیے جاتے تب بھی آپ کی عزت کو ملحوظ رکھا جاتا۔ مقدمہ کا فیصلہ بالآخر اہلحدیث کے حق میں ہُوا اور وہ مسجد جامع اہلحدیث جماعت کی مسجد قرار پائی اور جماعتِ اہلحدیث کا قبضہ بلا شرکتِ غیرے مسجد پر ہوگیا۔ اس ضروری کام کے لیے آپ کو سہوان میں ایک سال رہنا پڑا۔ مقدمہ میں کامیابی کے بعد آپ پھر گنور واپس تشریف لے گئے۔

آپ کا سفرِ حجاز و عراق

آپ عراق بھی تشریف لے گئے۔ فرماتے کہ جہاز میں کچھ شیعہ ہم سفر تھے۔ آپ کی نقدی اور چند کتابیں جہاز میں چرائی گئیں۔ جب بغداد پہنچے تو پاس ایک حبّہ تک نہ تھا۔ لیکن عمر بھر سفر ہو یا حضر دستِ سوال کبھی دراز نہیں کیا۔ فرماتے کہ بعض اوقات تین تین دن تک متواتر کھانے کو کچھ نہ ملا۔ لیکن سوال کبھی کسی سے نہیں کیا۔ بغداد میں اس عظیم الشان مسجد میں وارد ہوئے۔ جس کے متصل قبر شیخ عبدالقادر جیلانی واقع ہے اور مسافر عام طور پر اسی مسجد میں جا کر ٹھہرتے ہیں۔ بھوکے تھے لیکن کسی سے بھوک کی شکایت کرنا عادت میں نہ تھا مسجد میں ایک برآمدہ میں بیٹھ گئے۔ اور کتابوں کا بستہ کھول کر قلم دوات لے کر وقت گزارنے کے لیے ایک کاغذ پر کچھ لکھنے لگ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد

Marfat.com

ایک شخص کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ کو کچھ لکھتا دیکھ کر کہا کہ میرے پاس ایک وظیفہ لکھا ہوا ہے۔ اس کے کاغذات ضعیف ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے نیا کر کے لکھ دو تو میں تمھیں دو آنے (سکۂ عربی) دوں گا۔ آپ نے دل میں سوچا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے میرے کھانے کا انتظام فرمایا ہے۔ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ میں کسی انسان سے سوال نہیں کرتا۔ اسے کہا بہت اچھا! لائیے میں نقل کر دوں گا۔ چنانچہ جب اُسے اچھی طرح لکھ کر دیا گیا تو خوشخطی دیکھ کر بے حد مسرور ہوا۔ خط کو بار بار دیکھتا اور حیران ہوا کہ اس قدر عمدہ تحریر ہونا میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ رقم مقررہ سے دگنی ادا کی اور کہا اگر آپ کھانا کھائیں تو آپ کے لیے گھر سے لے آؤں۔ کہا: لے آیئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بڑا طاس پلاؤ کا لے آیا۔ فرمایا! اتنا کھانا کس کے لیے؟ میزبان نے کہا: آپ کے لیے! آپ نے کہا: میرے لیے تو ایک طشتری کافی تھی۔ تم اس قدر لے آئے۔ مجھے تم نے کیا سمجھا ہے۔ اس نے کہا: باک نہیں۔ آپ جس قدر طبیعت ہو کھائیں۔ باقی گھر والے کھالیں گے۔ تھے بہت کم خوراک۔ تھوڑے سے چاول کھانے اور اُسے کہا کہ اٹھالے جایئے۔ اس نے تعجب کیا کہ مہمان نے بہت کم کھانا کھایا۔ فرمایا میں نے پیٹ بھر کر کھا لیا۔ اشتہا۔ اسی قدر تھی۔

اسی مسجد میں بعد نماز فریضہ نمازی معاً قبر کی طرف دوڑ پڑتے۔ مگر قاسمی صاحب اس طرح نہ کرتے۔ ایک شخص آپ کو خاص طور پر تاکتا رہا کہ یہ شخص نماز کے بعد قبر کا رُخ نہیں کرتا۔ ایک دن ان کے پاس آ بیٹھا اور سوال کیا کہ آپ ابن عربی کو کیسا آدمی سمجھتے ہیں۔ کہا: میری اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اس لیے اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اس نے بار بار مطالبہ کیا کہ نہیں جناب! کچھ تو کہنا ہی پڑے گا۔ اور پھر اصرار کیا۔ طبیعت میں خاندانی جلال تو تھا ہی جب

Marfat.com

وہ کسی طرح نہ ٹلا تو آپ نے کہا: مجھے اس قدر علم ہے کہ بعض علمائے نے اس کی تکفیر بھی کی ہے۔ لیکن میں ذاتی طور پر بوجہ عدمِ ملاقات اسے نہیں جانتا۔ اس مفسد نے کہا۔ بس یہی تو میں تم سے کہلوانا چاہتا تھا، دوڑا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ترک حاکم (ان دنوں بغداد ترکوں کے زیرِ نگین تھا) کا ایک چپڑاسی ہمراہ لایا۔ جس نے آپ کو کہا کہ حاکمِ شہر آپ کو طلب کرتے ہیں۔ جب وہاں پہنچے تو حاکم نے اس شخص سے کہا کہ تم چلے جاؤ۔ ہم انتظام کر دیں گے۔ اس شخص کے چلے جانے کے بعد حاکم نے آپ کو بڑی عزت سے بٹھایا اور کہا کہ جو کچھ آپ نے کہا، درست فرمایا۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن ایسی باتیں جہال کے سامنے کرنا مناسب نہیں۔

آپ نے کہا کہ میں نے ہر چند اس شخص سے ایسی بات نہ کہنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ بدستور مُصر رہا کہ میں ضرور کچھ کہوں۔ اس لیے مجبوراً مجھے یہ بات کہنی پڑی۔ حاکم نے کہا: آپ فکر نہ کریں آپ امن کی جگہ پر پہنچ گئے ہیں۔ (امام خان نوشہروی مرحوم کے نوٹ سے واضح ہوتا ہے کہ اس سے پیشتر اس حاکم کا لڑکا آپ سے حدیث پڑھتا تھا۔ یعنی آپ کا شاگرد تھا۔ اس وجہ سے حاکم بڑی عزت سے پیش آیا۔ لیکن راقم الحروف کے خیال میں یہ صحیح نہیں کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ واقع ابتدائی ورود کے وقت کا ہے۔ درس و تدریس تو اس واقعہ کے بعد شروع ہوئی تھی۔ جیسا کہ اس کے بعد ظاہر ہوگا۔)

آپ حاکم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں سلفی العقیدہ لوگوں کا ایک وفد حاکم کے پاس جا پہنچا (اہلحدیث کو وہاں سلفی العقیدہ کہا جاتا ہے) اور کہا کہ ہمیں معلوم ہوا کہ ہے کہ ایک نووارد ہمارا ہم خیال اس شہر میں پہنچا ہے اور اسے آپ نے بلوا کر تکلیف دی ہے ہم اس بات کے خلاف صدائے احتجاج بلند

Marfat.com

کرنے آئے ہیں ۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ اس نووارد کو ہمارے ساتھ جانے دیا جائے حاکم نے کہا : آپ کے وہ نووارد یہ بیٹھے ہیں ان سے دریافت کریجئے کہ ان کو کیا تکلیف دی گئی ہے قاضی صاحب نے ان لوگوں سے کہا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں دی گئی ۔ بلکہ مجھے بڑی عزت سے رکھا گیا ہے اور میری ہر طرح سے دل جوئی کی گئی ہے میں حاکم صاحب کا بے حد ممنون ہوں ۔ وفد نے مطالبہ کیا کہ انہیں ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے ۔ حاکم نے کہا : ان سے دریافت کریں اگر جانا چاہیں تو بے شک جائیں اور اگر میرے پاس ٹھہریں تو ان کی خدمت کرنے کو حاضر ہوں ۔

قاضی صاحب نے حاکم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اجازت چاہی کہ جب یہ لوگ محض للہ مجھے لینے آئے ہیں تو ان کے ہمراہ نہ جانا خلافِ مروّت ہے ۔ حاکم نے خوشی سے اجازت دے دی اور آپ وفد کے ساتھ تشریف لے گئے جملہ مخلصین کے مشورہ سے آپ کا نام مدرسہ کے طلبہ کی فہرست میں لکھا دیا گیا ۔ ایک دن مدرس صاحب حدیث پڑھا رہے تھے ۔ ایک لفظ کا معنی جو انھوں نے بیان کیا تو قاضی صاحب نے اُسے غلط بتاتے ہوئے صحیح معنی کی نشاندہی کی ۔ مدرس صاحب کو تسلیم کرنا پڑا ۔ یہ خبر شہر میں مشہور ہو گئی کہ ایک نووارد نے شیخ الحدیث کی غلطی نکالی ہے ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ مدرسِ حدیث (یعنی شیخ الحدیث) مقرر ہو گئے ۔ اور ۶ ۔ ۷ سال تک حدیث کا درس دیتے رہے ۔ عربی میں اس قدر فصیح اللسان تھے کہ اگر کبھی ان لوگوں کے سامنے آپ اس بات کا اظہار کرتے کہ میں ھند (ہندوستان) کا باشندہ ہوں تو وہ کہتے کہ ہم یہ بات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ۔ آپ پیدائشی عرب ہیں ۔ بغداد کے علماء میں آپ بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ۔

Marfat.com

بہت سے علماء کے ساتھ آپ کے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ اسی اثناء میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی کتاب "کتاب العقل والنقل" کی طباعت کا خیال وہاں ہونے لگا۔ تو قاضی صاحب نے علمائے بغداد سے کہا کہ ان کے برادرِ کلاں قاضی عبدالاحد صاحب مقیم راولپنڈی کے پاس کتاب کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ چنانچہ انھوں نے قاضی عبدالاحد صاحب (مرحوم) کے ساتھ خط و کتابت کر کے وہ قلمی نسخہ منگوایا اور اس نسخہ کے ساتھ بھی مقابلہ کر کے وہ کتاب طبع کرائی جو شیخ موصوف کی مشہور تصنیف "منہاج السنہ" کے حاشیہ پر زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی بعد طباعت اصل نسخہ بمعہ ایک نسخہ مطبوعہ (بطورِ شکریہ و ہدیہ) قاضی صاحب موصوف کو علمائے بغداد نے بھجوایا۔

قاضی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بغداد میں فروعات کے اختلاف پر کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ اگر کوئی شخص بفرضِ محال قبلہ کے علاوہ کسی دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے تو ناظرین یہ کہہ کر سکوت اختیار کر لیں کہ شاید یہ بھی کوئی مذہب ہو اور کوئی تعرض نہ کریں۔

آمین بالجہر کا ایک لطیفہ

آپ فرماتے کہ بغداد میں تمام مذاہب اہل سنت کے لوگ ایک ہی جگہ نماز ادا کرتے۔ نماز باجماعت میں ایک ہی صف میں شافعی و حنفی اور حنبلی و مالکی یکجا نظر آتے۔ کوئی رفع یدین کرتا کوئی نہ کرتا۔ کوئی ہاتھ اوپر باندھتا کوئی نیچے اور کوئی ارسال کرتا۔ (یعنی کھلے ہاتھوں بغیر ہاتھ باندھنے کے نماز ادا کرتا) لیکن کوئی بھی اپنے بھائی سے تعرض نہ کرتا۔ کہتے کہ ایک مرتبہ میں جماعت میں شریک تھا۔ وہاں چھ سات آدمی شافعی یک جا تھے اور ان کے متصل چند آدمی حنفی

Marfat.com

تھے ۔ میرے ساتھ ایک اعرابی صف میں شریک تھا۔ جس کے دوسرے جانب ان شافعیوں کی قطار تھی۔ وہ لوگ آمین بالجہر کرتے ۔ لیکن ان کی آواز لوگوں کو اس طرح سنائی دیتی کہ وہ "ایں" ذرا لمبا کرکے کہتے ہیں۔ پہلی رکعت میں تو وہ اعرابی چپ رہا لیکن دوسری رکعت میں جب اس کے ساتھیوں نے آمین اس طرح کہی کہ "ایں" کی آواز آئی تو اس اعرابی نے بھی ان کے ساتھ مل کر "ایں" کی لمبی آواز نکالی۔ جب نماز پڑھ چکے تو میں نے مسجد کے دروزازہ پر علماء کو وہاں ٹھیرایا اور کہا کہ ذرا یہاں ٹھہریئے میں آپ کو ایک عجیب بات بتاتا ہوں۔ جب وہ اعرابی باہر نکلا تو میں نے اُسے بلایا اور ان علماء کے سامنے اس سے استفسار کیا کہ جب امام نے سورہ فاتحہ ختم کی تو تم نے کیا کہا تھا۔ اس نے کہا: میں نے کہا تھا۔ "ایں" لمبا کرتے ہُوئے، میں نے کہا: یہ تم نے کیوں کہا؟ اس نے کہا: میرے ساتھ جو لوگ تھے وہ اس طرح کہہ رہے تھے۔ اس لیے میں نے بھی کہہ دیا اس پر وہ علماء خوب ہنسے۔ اس اعرابی کو یہ سمجھ ہی نہ آیا تھا کہ یہ لوگ "آمین" پکار کر کہہ رہے ہیں۔ بلکہ صرف اتنا خیال آیا کہ یہ لوگ کوئی اچھی بات ہی کر رہے ہیں جس سے میں پہلی رکعت میں محروم رہا ہندوستان میں ان فروعات پر جھگڑے اور فسادات انگریزی حکومت اور اس کے حاشیہ برداروں کی مہربانی کا نتیجہ تھے۔

بغداد میں نمازِ تراویح

آپ فرماتے ہیں کہ اِن دنوں بغداد میں ماہِ رمضان صرف تین مسجدوں میں قرآن شریف نمازِ تراویح میں ختم کیا جاتا۔ باقی مساجد میں عام طور پر امامان مسا

Marfat.com

سورہ اخلاص چار رکعتوں میں ختم کرتے یعنی پہلی رکعت میں صرف قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ دوسری میں اللّٰهُ الصَّمَدُ تیسری میں لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ اور چوتھی میں وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔

آپ ایک مسجد میں قرآن سننے جایا کرتے تھے جو آپ کی جائے قیام سے تین میل کے فاصلہ پر تھی۔کبھی دیر ہو جاتی تو پہنچنے پر آپ دیکھتے کہ سب لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ کے پہنچنے پر نماز شروع ہوئی۔

آپ فرماتے کہ وہاں ہمارے بہترین دوست علمائے احناف ثابت ہوئے جو توحید میں ایسے ہی پکے تھے جیسے ہندوستان کے اہلحدیث۔البتہ وہاں کے شافعیہ قبر پرست اور مشرک پائے گئے جیسے ہندوستان میں حنفی کہلانے والے لوگوں کی اکثریت ہے۔جو امام ابو حنیفہؒ کے عقیدۂ توحید کے مخالف اور ان کا نام بدنام کرنے والے ہیں۔اس لیے ان سے اختلاف رہتا اور مناظرے بھی ہوتے۔

سفرِ سمالی لینڈ اور حجِ بیت اللہ

آپ دورانِ قیامِ بغداد حجِ بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے۔لیکن کبھی "حاجی" یا "مولانا الحاج" جیسے القاب کو پسند نہیں کیا۔بلکہ آپ کے ملنے والوں میں سے اکثر کو اس کا علم تک نہ تھا۔آپ کے قلمی نوٹ ایک جگہ سے دستیاب ہوئے ہیں جن میں گنگور سے روانگی۔رسیدگیِ بغداد اور پھر بہ نیتِ حج بغداد سے روانگی اور مکہ مکرمہ جانے سے پہلے بربرہ یعنی سمالی لینڈ جانے کا ذکر ہے۔

جہاں آپ نے مہدی سوڈانی (شہید مرحوم) سے ملاقات کی اور اس کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔آپ مہدی موصوف کی بہت تعریف کیا کرتے تھے کہ وہ بہت

Marfat.com

نیک آدمی اور پکا مسلمان تھا۔ ہم اس کی مجلس سے محفوظ ہوئے۔ وہ سچا مجاہد فی سبیل اللہ تھا۔ یہ وہی مہدی سوڈانی تھے۔ جن سے لارڈ کچنر نے (جو ایک عرصہ تک ہندوستان کے کمانڈر ان چیف بھی رہے) جنگ کی تھی اور جب وہ شہید ہوئے تو اس نے انکی میت کی بہت بے حرمتی کی یعنی اس کو جلوا دیا تھا یہی لارڈ کچنر جنگ عظیم میں جرمن آبدوزوں کے حملہ سے سمندر میں غرق ہوا اور اس کی نعش بھی نہ ملی۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے عالم برزخ میں ایک بزرگ کا مکالمہ ہمراہ لارڈ کچنر اس طرح لکھا ہے۔

گفت اے کچنر اگر داری خبر انتقامِ خاکِ درویشے نگر

آسماں خاکِ ترا گورے نہ داد مرقدے جز دریم شورے نداد

یعنی اس بزرگ نے عالم برزخ میں کچنر کو مخاطب کر کے کہا: اے کچنر! ایک درویش (مہدی سوڈانی) کی مٹی (نعش) کی بے حرمتی کا بدلہ دیکھو کہ آسمان نے تمہاری مٹی (نعش) کو زمین میں ایک قبر تک نہ دی اور تمہیں آخری سونے کی جگہ سوائے شور دریا (نمکین سمندر) کے اور کوئی جگہ نہ دی۔

اس سفر کے متعلق آپ کے نوٹ مفصل ہیں۔ لیکن ان کا نقل کرنا باعث تطویل مضمون ہوگا۔ مختصر یہ ہے کہ آپ اواخر ۱۹۰۳ء میں بغداد سے مکلے پہلے بربرہ گئے۔ وہاں سے حرمین گئے اور حج سے فراغت کے بعد بھی مکہ مکرمہ میں دیر تک مقیم رہے۔ کیونکہ وہاں کتب خانہ عثمانی سے منہاج السنۃ کی نقل ۳۰ دسمبر ۱۹۰۳ء کو شروع کی جو ۲۳ مارچ ۱۹۰۴ء مطابق ۵ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ میں تکمیل کو پہنچی اس کے بعد واپس بغداد آکر کافی عرصہ رہے۔ اور انہی دنوں علمائے بغداد کا اپنے برادر اکبر قاضی عبدالاحد سے تعارف کرایا۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور وہاں سے اپنے دونوں بھائیوں قاضی عبدالاحد صاحب اور

Marfat.com

قاضی محمد صاحب کو لکھا کہ آپ لوگ بھی ہجرت کر کے بغداد آجائیں۔ یہاں علماء کی قدر بہت ہے۔ اس کفرستان کو چھوڑیں۔

ایک باکمال ترک عالمِ حدیث

قیام بغداد کے زمانہ میں آپ نے ایک باکمال تُرک عالم سے بھی اجازۂ حدیث حاصل کیا۔ وہ عالم ملکِ شام میں رہائش پذیر تھے اور انہیں صحاح ستہ اَزبر تھا۔ ایک مرتبہ بعض اتراک نے ائمۂ حدیث کے حفظِ حدیث پر شک کا اظہار کیا اور کہا کہ اس قدر احادیث محدثین کو کیسے یاد ہو سکتی تھیں۔ یہ بات ماننے کے قابل نہیں۔ تو انھوں نے فرمایا کہ ایک مجلس منعقد کرو اور مجھے جس قدر احادیث یاد ہیں مجھ سے سنو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جب تک میں وہ ساری حدیثیں جو مجھے حفظ ہیں نہ سناؤں تم اس مجلس کو جاری رکھو گے اور تم میں سے کوئی بھی نہ بھاگے گا۔ چنانچہ سب نے یہ شرط بدیں خیال مان لی کہ بہت ہوا تو سو دو سو حدیثیں سنا پڑیں گی۔ اور معاہدہ پختہ ہو گیا۔

مجلس منعقد ہوئی۔ سامعین میں سے جو خواندہ تھے ان کے سامنے صحیح بخاری کے نسخے رکھ دیئے گئے۔ اور آپ نے یاد سے صحیح بخاری سنانا شروع کیا۔ جو آپ نے شروع سے لے کر آخر تک سنا دی۔ درمیان میں بھی وہ لوگ کہتے رہے کہ بس ہم مان گئے۔ ہم اپنا اعتراض واپس لیتے ہیں۔ لیکن اس بزرگ نے کہا کہ تم عہد کر چکے ہو۔ اس لیے تمہیں اب وہ سب حدیثیں سننا پڑیں گی۔ جو مجھے یاد ہیں۔ صحیح بخاری کے بعد صحیح مسلم کا سنانا شروع کیا اور تا اختتام سب سنا دی۔ سامعین نے بزور اعتراف کیا اور مجلس کو ختم کرنے کی درخواست کی لیکن آپ نے کہا اپنے عہد پر قائم رہو۔ اب لاؤ ابوداؤد،

Marfat.com

پھر ترمذی، پھر ابن ماجہ، سنن نسائی ۔ الغرض تمام صحاح ستہ زبانی سنا دیا۔ ترک فخر کرتے تھے کہ ہماری قوم میں ایک ایسا بزرگ پیدا ہوا ہے جو کل صحاح ستہ کا حافظ ہے۔

آپ نے جب ان بزرگ کی تعریف سنی تو ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ آپ نے سنا کہ وہ صاحب آج کل بغداد میں فلاں مقام پر آئے ہوئے ہیں آپ وہاں پہنچے لیکن آپ کے وہاں پہنچنے سے پیشتر وہ اس جگہ سے کوچ کر گئے تھے۔ آپ نے ایک صاحب کو جو اسی جگہ جانے والے تھے۔ جہاں وہ شیخ گئے تھے ایک خط لکھ کر دیا کہ شیخ موصوف کو پہنچا دینا۔ خط میں لکھا کہ میں اس غرض کے لیے آپ کی آمد کا سن کر آیا تھا کہ میں آپ سے اجازۂ حدیث حاصل کروں گا۔ لیکن جب یہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ یہاں سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ اس لیے یہ عریضہ دستی بھیج رہا ہوں شیخ نے خط دیکھ کر قاصد سے پوچھا کہ خط اس شخص نے خود لکھا ہے۔ اس نے کہا کہ میرے سامنے انھوں نے یہ خط تحریر کیا اور میرے حوالہ کیا۔ بس اس پر انھوں نے اجازہ تحریر کر کے آپ کو بھجوا دیا۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ ان کا اسم گرامی بدرالدین[1] تھا کیونکہ کاغذات میں ان کا تحریر کردہ اجازہ ان کے دستخط اور مہر سے مزین موجود ہے۔

فرماتے کہ عالم موصوف حدیث کا درس باضابطہ دیتے اور کبھی اپنی مجلس میں کسی غیر کا ذکر اس طرح کرنے کی اجازت نہ دیتے جس میں غیبت کا شائبہ ہو پھر بھی اگر کوئی شخص ایسا ذکر چھیڑتا تو فوراً اسے روک دیتے اور کہتے اس بات کو جانے دو۔

بغداد سے واپسی

تخمیناً سات یا آٹھ سال بغداد میں مقیم رہنے کے بعد آپ نے واپس

---

[1] شیخ بدرالدین بن الشیخ یوسف بن عبدالرحمن المراکشی المالکی الدمشقی۔ یہ بزرگ دمشق کے جید اکابر عالم اور صحاح ستہ کی احادیث کے حافظ تھے۔ دمشق میں علامہ رشید رضا مصریؒ بھی ان کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ (محمد عطاء اللہ حنیف)

Marfat.com

آکر پھر گنور میں قیام فرمایا۔ جہاں سے غالباً ۱۷-۱۹۱۶ء میں اپنے وطنِ مالوف کو مراجعت فرمائی اور درس و تدریس اور وعظ و تذکیر میں مصروف رہے۔ قاضی محمد صاحب نے امامتِ نماز اور خطبہ بھی آپ کے سپرد کر دیا۔

جمعہ مسجد پیرانوالی میں (جس میں آپ کے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ بزرگوار اور برادران سے پائی تھی) پڑھایا کرتے تھے اور خطباتِ جمعہ میں قرآن شریف از اوّل تا آخر بتمامہ مع تفسیر بے نظیر بیان فرمایا۔ درمیان میں کچھ عرصہ کے لیے اپنے برادرِ اکبر قاضی عبد الاحد صاحب (مرحوم) کے حکم سے جامع مسجد اہلحدیث راولپنڈی شہر میں بھی فرائض خطابت و تدریس ادا کئے۔ بالآخر علالت کی وجہ سے پھر خان پور تشریف لے آئے۔

دُھوپ گھڑی

آپ کو علم نجوم میں بھی کافی دسترس تھی۔ زمانہ قیام گنور میں آپ نے جامع مسجد اہلحدیث کے صحن میں ایک دھوپ گھڑی بنائی۔ جس کی تکمیل میں پورے چھ ماہ صرف ہوئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ گھڑی اتنی صحیح تھی کہ لوگ اس پر وقت دیکھ کر ریل پر جایا کرتے تھے۔

آپ کا ارادہ تھا کہ مسجد محلہ قاضیاں خانپور میں بھی ویسی ہی دھوپ گھڑی بنا دیں۔ لیکن افسوس اس ارادہ کو پورا نہ کر سکے۔

رُبع المجیّب اور رُبع المقنطر

آپ نے ربع المجیب خود چھپوا کر لکڑی پر چپاں کر کے رکھا ہوا تھا۔ جس پر ہر روز بوقت طلوع آفتاب وقت دیکھ کر درست کر لیا کرتے تھے۔

Marfat.com

آپ اپنی جیب گھڑی پر اسلامی وقت رکھتے۔ جس پر عین بارہ بجے شام ہُوا کرتی۔ کیوں کہ اسلامی طریق حساب میں شب ماقبل دوسرے روز کے ساتھ شمار ہوتی ہے۔ بخلاف انگریزی حساب کے کہ دن رات کے بارہ بجے ختم ہوتا ہے۔ از روئے اسلامی حساب دن شام کے وقت ختم ہو جاتا ہے۔ اور پھر دوسرا دن شروع ہو جاتا ہے۔ ہر دن کے ماقبل کی رات اُس دن کا حصّہ ہوتی ہے۔

ربع المجیب پر تو سایہ دیکھ کر ایک خاص طریق پر حساب لگانا پڑتا ہے۔ جو ذرا پیچیدہ عمل ہے۔ لیکن ربع المقنطر پر دیکھتے ہی وقت فوراً معلوم ہو جاتا ہے جو ہر ایک عرض بلد کا بنا ہوتا ہے بخلاف ربع المجیب کے جو ہر عرض بلد پر کام دیتا ہے۔ آپ نے خان پور کے لیے بھی ربع المقنطر بنا رکھا تھا۔ اور ایبٹ آباد کے لیے ایک ربع المقنطر بنا کر خاکسار (راقم الحروف) کو عطا فرمایا تھا۔

میں گورنمنٹ ہائی سکول ایبٹ آباد میں ایک دن اس پر وقت دیکھ رہا تھا۔ پاس سے مولوی حسام الدین صاحب (مرحوم) ہیڈ ماسٹر جو گزرے تو ٹھہر گئے۔ دریافت کیا یہ کیا چیز ہے میں نے کہا دُھوپ گھڑی ہے، وقت دیکھ رہا ہوں۔ پوچھا: اب کیا وقت ہے؟ میں نے دیکھ کر کہا بارہ بج کر ۲۵ منٹ انھوں نے گھڑی جیب سے نکالی۔ دیکھا تو وقت بارہ بج کر پچیس منٹ ہی تھا حیران ہُوئے اور کہا کہ عجیب چیز ہے۔

پابندیِ اوقات

آپ کا دن رات کے لیے ایک خاص انضباطِ اوقات تھا۔ کیا مجال کہ اس میں تبدیلی واقع ہو جائے۔ اوقاتِ نماز کے علاوہ آپ کی سیر، سبق پڑھانے، ملاقات کرنے، ورد و وظیفہ کرنے گھر میں بیٹھنے کے اوقات مقرر تھے۔ کبھی

Marfat.com

گھڑی دیکھنے پر کچھ فرق نظر آتا تو گھبرا کر فرماتے: ارے! دو منٹ نکل گئے۔ میں نے نو اتنے بجے فلاں کام کے لیے جانا تھا۔

اذان کہلوانے اور فرض نمازوں کے اوقات مقرر تھے۔ کیا مجال کہ سر مو فرق آجائے۔ ایک دفعہ قاضی عبد الاحد صاحب (آپ کے برادرِ بزرگ) خانپور تشریف لائے۔ کسی خانگی معاملہ میں کچھ بات آپ ان سے منوانا چاہتے تھے۔ اور کہا کہ یہ بات میں آپ سے ضرور منواؤں گا۔ وہ آپ کی طبیعت سے واقف تھے۔ فرمایا: اچھی بات! شرط یہ ہے کہ تم بھی میری ایک بات مانو، تب میں تمھاری بات مان لوں گا۔ کہا فرمایئے! ماننے کی ہوگی تو ضرور مان لُوں گا۔ کہا اچھا! کل صبح جب تک میں مسجد میں نہ پہنچوں، جماعت نہ کھڑی ہو۔ فرمایا: یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا۔ وقت کا انتظار ہو سکتا ہے آدمی کا انتظار نماز میں نہیں ہو سکتا۔ قاضی عبد الاحد صاحب نے کہا جب تم میری بات نہیں مانتے تو میں تمھاری بات کیسے مان لوں۔ کہا: آپ کا اختیار ہے لیکن نماز کے متعلق یہ امر قابلِ تسلیم نہیں۔ بڑے قاضی صاحب نے یہ بات مزاحاً کہی تھی۔ لیکن آپ نے سنجیدگی سے انکار کیا۔ رحمہما اللہ۔

جن دنوں آپ راولپنڈی میں خطیب تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے بڑے بھائی قاضی عبد الاحد صبح کو جب پہنچے تو نماز کا کافی حصہ ہو چکا تھا۔ آپ نے کہا یوسف حسین! دیکھو میں کتنی دُور سے آتا ہوں اگر ذرا انتظار کر لیتے تو کیا حرج تھا؟ آپ نے کہا وقت ہو جائے تو پھر کسی کا انتظار نہیں ہو سکتا۔ آپ ذرا سویرے آنے کی کوشش کیا کریں۔ یہ یاد رہے کہ قاضی عبد الاحد صاحب آپ کے استاد بھی تھے۔

Marfat.com

علمِ مقادیر وغیرہ

آپ کو تحقیق کا خاص مادہ ودیعت کیا گیا تھا۔ آپ جس چیز کو لیتے۔ اس کی کُنہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔ اوزان (بالخصوص شرعی اوزان) کے متعلق آپ کو ایک خاص قسم کا شغف تھا۔ چنانچہ آپ کی تصنیف "زبدۃ المقادیر" اس امر کی شہادت ہے۔

مولوی عبدالعزیز میمن فاضل ادیب (جو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں چیئرمین عربک بھی رہ چکے ہیں) جس زمانہ میں ایڈورڈز کالج پشاور میں پروفیسر عربی تھے۔ مولوی میر عالم (مرحوم) کا کوئی ان سے عربی ادب کی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ میمن صاحب کسی بڑے سے بڑے عالم کی علمیت کے قائل نہ تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے متعلق بھی فرمایا: ہاں غلطی نہیں کرتا۔ اس پر مولوی میر عالم صاحب نے قاضی صاحب کا نام لیا اور کہا آپ کی اُن کے متعلق کیا رائے ہے؟ کہنے لگے: بھئی ان کو تو میں مانتا ہوں۔ ان کو میں نے دہلی میں کامل مبرّد پڑھاتے دیکھا ہے ان کی قابلیت کا شاہکار زبدۃ المقادیر اور جب آپ سے عبدالعزیز میمن کے متعلق پوچھا تو فرمایا اچھا ذہین طالبعلم تھا جب دہلی میں زیر تعلیم تھا۔ قیاس یہی ہے کہ عبدالعزیز صاحب آپ کے شاگرد تھے۔

راقم الحروف نے مرحوم کو مُدّ میں رتیاں ڈالتے اور بڑی احتیاط سے گنتے اور پھر مُد میں ڈالتے اور ان کو شمار کرتے دیکھا ہے۔ آپ نے ٹین اور مٹی کے مُد بنوائے ہوئے تھے۔ اور اسی مُد سے صدقہ فطر ادا کرتے۔ ہمارے گھر میں اب تک وہ مُد مستعمل ہے۔ آپ نے یہ مُد سید محمد اسمٰعیل ٹونکی سے حاصل کیا جو مُدِ نبوی سے تیرھواں مُد تھا۔ چنانچہ آپ اپنی تصنیف "دعوۃ الحق" (عربی) میں لکھتے ہیں:۔

Marfat.com

"اعطانا ھذا المد السید ابو بشر محمد اسمٰعیل التونکی وھو الثالث عشر من مُدِّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ما زعموا۔"

آپ نے "دعوۃ الحق" کے ص۸ پر مُد کی شکل پورے طور پر بنادی جسے دیکھ کر ہر ایک شخص مُدِ نبوی بنوا سکتا ہے۔ آپ نے مدِ نبوی کا وزن رتیوں میں (۴۵۷ء۵) یا (۴۰۵ء۰) یا (۴۰۰ء۳ ۱/۸) لکھا ہے اور آخری وزن کو اقرب الی الصحۃ قرار دیا ہے۔

نوٹ: چونکہ "دعوۃ الحق" پر آپ کا نام نہیں لکھا گیا۔ اس لیے یہاں یہ ظاہر کرنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ متنِ کتاب مذکور سے ظاہر ہے کہ "دعوۃ الحق" آپ ہی کی تصنیف ہے۔ چنانچہ ص۹ پر آپ لکھتے ہیں:۔ تنبیہ:۔ قد وقع الخطاء فی المقادیر الھندیۃ التی اثبتُّ فی آخر "زبدۃ المقادیر" فی اوزان الدرھم والمثقال وما قبلھما وما بعدھما۔ والصحیح ما اثبت ھٰھنا واللہ اعلم"۔ چونکہ "زبدۃ المقادیر" یقیناً آپ کی تصنیف ہے۔ جس کی نسبت یہاں لکھتے ہیں کہ "میں نے آخر زبدۃ المقادیر" میں جو لکھا ہے"۔ تو ظاہر ہوا کہ یہ ہر دو کتب ایک ہی مصنف (قاضی ابو اسمٰعیل یوسف حسین) کی کی ہیں۔

آپ کو علومِ رمل وجفر میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا مگر بربنائے تفریح وتحقیق نہ کہ بربنائے اعتماد ویقین۔ اسی طرح علمِ ہیئت میں وسعتِ نظر تھی علم جغرافیہ میں بھی مدرکہ کمال تھا۔

دہلی میں آپ ایک دفعہ احباب کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے ایک آدمی کا نام لکھ کر آپ کو دیا اور کہا کہ ان صاحب کا حلیہ ذرا بیان فرمائیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کا حلیہ سر سے پاؤں تک مفصل بیان

Marfat.com

کیا اور آخر میں کہا : اور اس کی ڈاڑھی ! جیسے کوّے کی چونچ میں ہڈی"۔ اس پر تمام مجلس کھلکھلا کر ہنس پڑی ۔ فرماتے : میں نے جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ صاحب وہیں تشریف فرما تھے ۔ احباب دیر تک ہنستے رہے ۔

خانپور میں ایک عزیز نے آکر آپ سے کہا : چچا صاحب ! خدا نے ایک لڑکا دیا ہے جو فلاں وقت پیدا ہوا ہے ۔ آپ زائچہ بنایا کرتے ہیں۔ ذرا اس کا زائچہ بھی بنا دیں کہا : اچھی بات ۔ کسی وقت بن جائے گا۔ جب وہ صاحب چلے گئے تو گھر میں کہا کہ اس کا لڑکا بچنے والا معلوم نہیں ہوتا ۔ میں کیوں بے فائدہ تکلیف کروں ۔ یہ جواب محض اس کی تسلّی کے لیے دیا تھا ۔ دوسرے روز وہ بچہ مر گیا ۔

آپ اور جنّ

جن بھی آپ کے تابع تھے کیونکہ آپ عامل بھی تھے ۔ کسی کو جنّی پکڑ ہو جاتی تو آپ کی طرف رجوع کرتے ۔

(۱) ایک دفعہ موضع سرادھنا کا ایک معمر شخص رجو قاضی محمد صاحب کے ملنے والوں میں سے تھا) آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میری لڑکی کو جنّی پکڑ ہے ۔ وہ اس مصیبت میں مبتلا ہے ۔ اس غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ وہاں تک تشریف لے چلیں ۔ اور کچھ کریں ۔ گھوڑا سواری کے لیے بھی لایا ۔ جس وقت روانہ ہونے لگے تو اس سے کہا کہ میرا جانا بے فائدہ ہے ۔ وہ جن تو اُسے چھوڑ کر جا چکا ہے ۔ اس نے پھر اصرار کیا کہ آپ ضرور تکلیف کریں ۔ اپنے برادرِ مرحوم کے تعلق کی وجہ سے اس کی دلداری ضروری سمجھی ۔ لیکن جب اس گاؤں میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ آپ جس وقت خانپور سے روانہ ہوئے ہوں گے

Marfat.com

اسی وقت وہ جن مریضہ کو چھوڑ کر جا چکا تھا۔

(۲) اسی طرح راجہ جہانداد خاں مرحوم کی دختر نیک اختر کے گھر میں (جو آپ کی رضاعی ہمشیرہ تھیں) ان کی ایک ملازمہ کو جنّی پکڑ ہو گئی۔ ایک ملازمہ آپ کو بلانے آئی۔ اس مکان میں پتھروں کی سیڑھی پر چڑھ کر جانا پڑتا تھا۔ جب اس سیڑھی پر چڑھنے لگے تو اس ملازم سے کہا کہ وہ جنّ تو چلا گیا۔ جب اندر پہنچے تو گھر والوں نے کہا کہ جب آپ سیڑھی پر چڑھ رہے ہوں گے جن مریضہ کو چھوڑ کر چلا گیا۔ آپ نے کہا مجھے اس طرح خبر دیا کرو کہ جن کو پتہ نہ چلے کہ تم مجھے بُلا رہے ہو۔ تب میں کچھ کروں۔ دوسری مرتبہ جب وہ ملازمہ پھر مبتلا ہوئی تو گھر والوں نے چپکے سے چوتھے کمرہ میں جا کر ایک ملازمہ کو سرگوشی کرتے ہوئے کہا کہ قاضی قاضی صاحب کو بلا لاؤ۔ اور اس طرف سے لانا تاکہ سامنے سے انہیں جن دیکھ نہ سکے چنانچہ جب آپ ایک دم اس کمرہ میں پہنچے جس میں مریضہ تھی تو جنّ گھبرا کر بولا اوہو! ان کو کیوں بلا لائے؟ آپ نے کہا: مجھے جانتے ہو؟ اسے چھوڑ دو۔ اگر تم پھر آئے تو تمھاری خیر نہیں۔ جنّ بولا بہت اچھا جناب! میں جاتا ہوں، پھر کبھی نہ آؤں گا۔ آپ نے گھر والوں کو کہا کہ اس مریضہ کے سر کے نیچے ہاتھ رکھ دو۔ خیر! جن تو چلا گیا۔ لیکن آپ نے کہا کہ یہ عجیب قوم ہے جاتے جاتے اگر اس مریضہ کا سر زور سے چارپائی کے سیرواپر دے مارتا اور اس کا کام ہی تمام کر جاتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ اس لیے میں نے کہا تھا کہ اس کے سر کے نیچے ہاتھ رکھ دو پھر اس ملازمہ کو یہ شکایت کبھی نہ ہوئی۔

(۳) موضع سنجف پور (جو خانپور سے ۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے) آپ کے والد مرحوم کے ایک مخلص مرید کی زوجہ اس مصیبت میں گرفتار ہو گئی کہ جنّ اُسے اٹھا کر لے جاتے اور پہاڑوں کی خطرناک اونچی اونچی چوٹیوں پر کھڑا دں

Marfat.com

کے پاس بٹھا دیتے جہاں وہ سخت خوفزدہ ہوتی یا اسی طرح کسی اونچے درخت
کی چوٹی پر لے جاکر بٹھا دیتے سخت پریشانی کا سامنا تھا۔ آپ سے اس
کیفیت کا ذکر کیا گیا تو آپ نے اسے ایک ورد بتایا اور کہا کہ اس کے
پڑھنے کے بعد جن تمہیں کسی اونچی جگہ پر لے جائیں گے۔ اور وہاں کسی پھل (مثلاً
سیب یا انار) کے دو دانے پیش کریں گے اور کہیں گے کہ ان میں سے کونسا
دانہ تمہیں پسند ہے وہ لے لو۔ تم بالکل نہ گھبرانا اور کہنا کہ میں چھوٹا دانہ لوں گی۔
وہ کہیں گے کہ یہ بڑا اچھا ہے یہ لے لو۔ تم بغیر کسی خوف کے کہنا کہ نہیں میں
چھوٹا دانہ ہی لوں گی۔ اس پر وہ تمہیں وہاں سے گرا دیں گے لیکن تمہیں کوئی
تکلیف نہ پہنچے گی۔ پھر خیر ہو جائے گی۔ چنانچہ جن اُسے ایک شہتوت کے
درخت کی چوٹی پر لے گئے۔ (جو ان کے مکان کے صحن میں تھا) اور دو پھل
پیش کر کے بڑا دانہ لینے کی ہدایت لیکن اس نے چھوٹا دانہ ہی لینے پر اصرار
کیا تو اُسے وہاں سے جھٹکتے ہوئے اور کہتے ہوئے کہ پھر یہ لو! گرا دیا۔ وہ
بغیر کسی تکلیف کے صحن میں پہنچ گئی۔ اور اُسے ہمیشہ کے لیے اس مصیبت سے
نجات مل گئی۔ راقم الحروف نے وہ درخت ان کے صحن میں خود دیکھا تھا۔
(جس کتاب میں وہ ورد منقول تھا بغداد جاتے ہوئے جہاز میں بمع دیگر اشیاء
چوری ہوگئی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے)

(۴) **آپ کا ایک مخلص شاگرد**:۔ خانپور میں قیام کے آخری دنوں میں آپ
کے شاگردوں میں سے ایک صاحب بہت ہی مخلص اور خدمتی تھے۔ وہ اکثر
آپ کے پاس مکان میں رہتے۔ جس میں قاضی صاحب اکیلے رہتے تھے۔
اور خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ آپ ان سے بہت خوش ہوئے
قبل از وفات آپ نے اُن سے کہا کہ میں اب چند روز کا مہمان معلوم ہوتا ہوں۔

Marfat.com

اس لیے ایک جن تمھارے سپرد کرتا ہوں جو بوقت ضرورت تمھارے کام آئے گا۔ اور اگر تمھیں کوئی مشکل کام درپیش ہو تو تم اس سے استفادہ کر سکو گے چنانچہ ایک جن ان کے حوالہ کر دیا گیا اور ان کا نام بھی انہیں بتا دیا۔ وہ جن مولوی صاحب کے گاؤں کے قریب ہی ایک غیر آباد جگہ میں سکونت پذیر تھا۔ اس جن نے مولوی صاحب کو ایک جگہ کی نشاندہی کی اور کہا کہ جب کوئی کام درپیش ہو تو یہاں آکر مجھے نام سے پکارنا تو میں حاضر ہو جاؤں گا۔

قاضی صاحب کی وفات کے بعد مولوی صاحب موسم گرما میں اپنے مکان کے کمرے بند کر کے صحن میں بمعہ اہل و عیال ایک رات سوئے۔ صبح اٹھ کر جب کمرے کھولے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مکان میں پشت کی طرف سے نقب لگی ہوئی ہے اور تمام اثاثہ غائب ہے۔ چور بالکل صفایا کر گئے ہیں سخت حیران و پریشان ہوئے۔ مولوی صاحب کو یاد آیا کہ استاد صاحب ایک جن جو میرے حوالہ کر گئے تھے۔ اسے جا کر دیکھوں۔ شاید کام بن جائے۔ چنانچہ انھوں نے کسی سے اس واقعہ کا ذکر نہ کیا اور نہ ہی تھانہ کا رخ کیا سیدھے اس ویرانہ کی طرف دوڑ پڑے اور اس جن کا نام لے کر آوازیں دینا شروع کر دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جن حاضر ہوا۔ اور پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ مولوی صاحب نے کہا رات کو ہم باہر صحن میں سوئے ہوئے تھے۔ مکان میں پیچھے سے نقب لگی ہے اور چور گھر کا کل اثاثہ لے گئے ہیں۔ اس نے کہا فکر نہ کریں۔ آپ واپس گھر چلے جائیں۔ مولوی صاحب واپس آگئے اور دیکھا کہ ایک گھنٹہ کے اندر اُن کے سامان کی گٹھڑیاں بندھی بندھائی مکان کے کمرہ میں موجود ہیں۔ کھول کر دیکھا تو کوئی چیز مالِ مسروقہ سے مفقود نہ پائی۔

کچھ عرصہ بعد جب اس جن سے مولوی صاحب ملے تو اس نے کہا کہ

Marfat.com

میں بیمار ہوں، بچنے کی اُمید نہیں۔ یہ میرا بیٹا ہے اور اس کا یہ نام ہے۔ اگر میں مر جاؤں تو آپ بوقتِ ضرورت اسی جگہ آکر اس کا نام لے کر پکاریں تو وہ آپ کا کام کر دیا کرے گا۔ چنانچہ ایک مرتبہ بیٹا بھی مولوی صاحب کے کام آیا۔ لیکن اس کے بعد مولوی صاحب نے اسی مقام پر جاکر اُسے پکارا۔ بڑی آوازیں دیں۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ شاید وہ بھی فوت ہو گیا ہو۔ پھر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا) یہ واقعات مجھے غلام یحییٰ مرحوم خانپوری نے سنائے تھے)

قاضی صاحب کا ملکہ اجتہاد

حافظ محمد رمضان صاحب مرحوم (استاذِ مکرم راقم الحروف) ایک مرتبہ سرائے صالح تشریف لائے۔ آپ کے والد مرحوم (قاضی محمد حسن صاحب) حافظ صاحب کو خانپور لائے اور وہاں ان کا وعظ بھی کرایا۔ بڑے شیریں بیان واعظ تھے اور حضرت عبد اللہ صاحب غزنوی کے فرزند عبد اللہ بن عبد اللہ پشاوری کے شاگرد تھے۔ ان دنوں قاضی صاحب نحو پڑھ رہے تھے۔ آپ کے والد صاحب کی استدعا پر حافظ صاحب نے آپ کا امتحان لیا اور فرمایا یہ بچہ انشاء اللہ ایک وقت یکتائے زمانہ ہوگا۔ چنانچہ جب آپ کا رسالہ اتمام الخشوع بوضع الیمین علی الشمال بعد الرکوع" (عربی) طبع ہونے کے بعد حافظ صاحب کے پاس پشاور میں پہنچا اور راقم الحروف نے (جو ان دنوں آپ کے زیرِ تعلیم تھا) آپ کے حکم سے پڑھ کر سنایا تو فرمایا، اس میں شک نہیں کہ یوسف حسین مجتہد ہے اور اس موقع پر امتحان متذکرہ بالا کا بھی ذکر فرمایا۔

ایک مرتبہ آپ کا پشاور جانا ہوا۔ وہاں محلہ سرآسیا میں ایک مسئلہ میں

Marfat.com

آپ کی گفتگو (استاذی) حافظ عبدالقادر صاحب سے ہو گئی۔ جو کافی دیر تک جاری رہی۔ والدِ خاکسار (قاضی محمد صاحب بھی موجود تھے لیکن انھوں نے ان کی بحث میں دخل نہ دیا۔ بحث اس مسئلہ پر تھی کہ گھڑی سونا چاندی کی رکھنا جائز ہے یا نہ۔ حافظ عبدالقادر صاحب ناجائز قرار دیتے تھے اور قاضی صاحب اس کے جواز پر مصر تھے۔ فرمایا: چاندی کی تو بات ہی نہ کریں۔ علیکم بالفضۃ فالعبوا بها۔ سونے کی گھڑی رکھنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ یہ زیور تھوڑا ہی ہے یہ تو وقت دیکھنے کا آلہ ہے۔ جتنی دھات مضبوط ہو گی اتنا ہی گھڑی صحیح وقت بتلائے گی۔ اور سونا سب سے مضبوط دھات ہے۔

وہاں سے اٹھ کر ہر سہ حضرات حافظ محمد رمضان مرحوم کی ملاقات کی خاطر آپ کی مسجد میں پہنچے۔ والدہ مرحوم نے حافظ صاحب سے کہا کہ عبدالقادر اور یوسف حسین ایک مسئلہ پر جھگڑ رہے ہیں۔ آپ ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں حافظ صاحب نے فرمایا: میں پوچھتا ہی نہیں کہ مسئلہ کیا ہے۔ بغیر پوچھے میرا فیصلہ یہ ہے کہ جو کچھ یوسف حسین کہتا ہے وہ صحیح ہے۔ اور جو کچھ عبدالقادر کہتا ہے وہ غلط ہے۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ یوسف حسین مجتہد ہے (یہ یاد رہے کہ حافظ عبدالقادر صاحب حافظ محمد رمضان صاحب کے شاگرد تھے۔)

آپ کی اسی تصنیف "اتمام الخشوع" کے متعلق بعض احباب نے مولانا محمد بشیر سہسوانی مرحوم سے کہا کہ اس کتاب کا جواب لکھنا ضروری ہے تو آپ نے فرمایا: اس کا جواب لکھنا کوئی حلوا تھوڑا ہی ہے۔ گویا آپ نے اس کے مدلل ہونے کا ایک طرح اعتراف کیا۔

آپ کے ملکۂ اجتہاد کی مزید تائید آپ کے "مختارات" سے ہو گی۔ جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

Marfat.com

آپ کی آزادیٔ طبع

آپ کی طبیعت میں آزاد رہنے کا ملکہ جبلی تھا۔ اس لیے کسی خاص کام کی پابندی جس میں کسی کے ماتحت رہنا پڑے آپ کو منظور نہ تھی۔ دہلی میں آپ کو کالج کی پروفیسری پیش کی گئی۔ لیکن آپ نے اس پیشکش کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ میں اپنی آزادی میں خلل نہیں ڈالنا چاہتا۔

دورانِ قیامِ خانپور ایک خاص قاصد دہلی سے مدرسہ رحمانیہ میں فرائضِ تدریس انجام دینے کی دعوت لے کر آیا۔ لیکن آپ نے معذرت کر دی۔

راجہ منوچہر خان (مرحوم) متوفی ۱۳۷۰ھ ولد راجہ جہانداد خان مرحوم

خانپور میں قیام کے آخری ایام میں علاوہ دیگر اصحاب کے راجہ منوچہر خان نے آپ سے ترجمہ قرآن پڑھا جو اس کے بعد توحید اور اتباعِ سنت میں نہ صرف پختہ ہو گیا بلکہ مبلغ بھی بن گیا۔ تھا بڑا ذہین کیوں کہ ایک بڑے خاندان کا ذوق تھا

ایک مرتبہ صاحبزادہ عبد القیوم صاحب وزیرِ اعلیٰ صوبہ سرحد کی مجلس میں کوئی خاص مسئلہ چھڑا تو راجہ منوچہر نے ایسی تقریر کی کہ صاحبزادہ صاحب جو خود بھی ایک بڑے علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بہت حیران ہوئے اور کہا: منوچہر! یہ باتیں تم نے کہاں سے سیکھیں؟ راجہ منوچہر خاں نے کہا: یہ باتیں میں نے اپنے استاد صاحب سے خان پور میں سیکھی ہیں۔ جن کی نظیر ہندوستان میں مشکل سے ملے گی۔ صاحبزادہ صاحب قائل ہو گئے۔

آپ کے آخری ایامِ علالت میں اس شاگردِ رشید نے آپ کی خدمت اس احسن طریق سے کی جیسے ایک بہت ہی فرمان بردار اور تابعدار بیٹا اپنے والد کی کرے گا۔ اور آپ کی وفات کے بعد جب تک زندہ رہا عید الاضحیٰ کے

Marfat.com

موقع پر ہر سال آپ کی طرف سے قربانی دیتا رہا۔ جزاہ اللہ و رحم علیہ آمین۔

آپ کی شاعری

بچپن میں آپ کے والد مرحوم نے ایک مرتبہ ایک شعر لکھا۔ آپ ان کی پیٹھ پیچھے کھڑے تھے۔ والد صاحب سے کہا کہ اس مصرع میں یہ لفظ اس جگہ اور دوسرا اس جگہ ہو تو بہتر ہو گا۔ یعنی تقدیم و تاخیر کا کہا۔ انھوں نے غور کیا تو اُسے بہتر اور صحیح پایا۔ اور فرمایا کہ یہ میرا بیٹا شاعر ہو گا۔

چنانچہ آپ عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے دورانِ قیام بغداد میں عربی نظمیں لکھیں۔ اہل بغداد نے یہ رائے دی کہ آج کل اِس دیار میں آپ کے مقابلے کا شاعر عربی زبان میں نہیں۔ عربی علم و ادب میں آپ کو تبحر حاصل تھا۔

دہلی میں آپ مشاعروں میں حصہ لیتے رہے۔ علامہ اکبر الٰہ آبادی کے ساتھ مشاعروں میں شریک رہے۔ ان دنوں آپ کی نظمیں ادبی رسائل و اخبار میں شائع ہوتی رہیں۔

برادرم عبدالرحمٰن نے آپ کو گنتور میں لکھا کہ آپ اپنے اشعار کے کچھ نمونے ارسال فرمائیں۔ اس کے جواب میں آپ نے اپنے خط مورخہ ۸ رمارچ ۱۹۱۵ء میں لکھا " اما بعد۔ پس واضح ہو کہ میرے اشعار بے شمار تھے۔ ایک جلد شعروں کی تو جل گئی۔ اس کو جلے ہوئے مدت ہوئی اور بہت سے اشعار کتابوں کے آخر میں چھپے اور بہت سے مشاعروں کے رسالوں میں چھپے۔ کچھ "شحنۂ ہند" کے پرچوں میں چھپے تھے۔ یہ تھوڑے سے ایک شخص کے پاس چھپے ہوئے ملے ہیں۔ ان میں سے نقل کروا کر بھیجے جاتے ہیں۔ شعروں

Marfat.com

میں جھوٹ اور لغو بہت ہوتا ہے۔ میں نے مدت سے اس مشغلہ کو کم کر دیا ہے۔ کیونکہ گناہِ بے لذت ہے نتیجہ کچھ نہیں ہے۔ الیٰ آخرہٖ

آپ کے اشعار کے کچھ نمونے ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

(۱) حافظ حمید اللہ صاحبؒ میرٹھی کے مترجم و محشّٰی قرآن مجید کی تاریخِ طباعت کے چند اشعار یہ ہیں

مردمانِ بسیار تفسیرِ قرآں بنگاشتند — ہم تراجم با حواشی دیدہ شد بے انتہا

رطب و یابس رانبود از یکد گر چیزے تمیز — حق و باطل بود باہم ہمچو زاغ و طوطیا

بندۂ راسخ اوا نبراس راہِ اتقیا — صیف خوان مصطفٰے شمع طریق اولیاء

ناصح تحقیقیاں دُور از راہ تقلیدیاں — شیخ راہ سنیاں نورِ شبستانِ ھُدا

آں حمید اللہ فرطِ زمرۂ اہلِ حدیث — وقفِ اطوارِ سلف در راہِ سنت جبہہ سا

آں چناں بنوشت تفسیرے کہ کشاف و کبیر — پیشِ آں کشکول در دستند و مقصد بینوا

(۲) "المکتوب اللطیف" در بارۂ اجازۂ عامہ از جانب میاں صاحب سیّد نذیر حسین دہلویؒ کی تاریخ الطبع میں ایک لمبی نظم سے چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

خرابۂ دلِ تقلیدیاں نشد معمور — کہ نیت ہدی نبی را بر اں خرابہ عبور

زنیشِ اقیہ ترسند زمرہ ہائے نصوص — کہ ہیچکس نگراید بخانۂ زنبور

مثالِ زمرۂ آرا بہ پیشِ حزب نصوص — چنانکہ پیشِ تجلّی نور طودۂ طُور!!

خلاف حکمِ پیمبر بخاطر اقوال — کسے کند کہ ندار دیقین بعث و نشور

زمانہٖ بگذشت اندریں خیال غلط — کہ در چہار مذاہب نشدست دیں محصور

Marfat.com

یکایک آمدہ ابر مطیر دینِ ہدیٰ — چنانچہ احمدِ امی دردنِ شہر مزور
زدود ز آئینہ ہائے نصوص زنگ قیاس — جدا نمود بمعیار حق کمال و فتور

زغرب تا بمشارق وراست صیت بلند — دلِ منور او کردہ شرک را مقہور

ہر آنچہ در حقِ اہلِ عباست در قرآن — ہمانست در حقِ ایں شیخِ عالمین مسطور

امام اہلِ قرآن وحدیث وفقہ وکلام — خطا جو شرق ز مغرب ز نکرتِ او دُور
بہ نحو وصرف ومعانی زمخشری را شیخ — خلیل نزدِ بحارِ لغاتِ او عصفور
چو عتبہ بوس دراوست بوعلی سینا، — بہ سرۂ علماش چرا کنم مذکور
اگر بدے نووی زندہ در زمانۂ او — ز حُبِّ شیخ بدے زخم سینہ اش ناسور

(الی آخرہ)

(۳) نواب صاحب بھوپال کی کتاب "فصل الخطاب" کی تاریخ طبع میں لکھا:

آفتابِ مجد نورِ پنجتن — حضرت نواب صدیق الحسن
حاویِ فضلِ خلافت ذوالعلا — عادل وراشد جو صدیقِ زمن
کیا عجب تحریر کی فصل الخطاب — آشکارا جس سے ہو فصل الکتاب
فصلِ آیات وسُوَر میں وہ لکھا — جو باسنادِ قوی ثابت ہُوا
اہلِ سنت کے لیے حرزِ متین — دفعِ آفت میں بہ از حصنِ حصین

(۴) گنّور کے متعلق ایک مزاحیہ رباعی:

استادِ مطیعِ شاگرد انش — شاگرد فضیحہ جوئے استاد انش
گنّور دریں کمال بے مثل آمد — صابر مگر البوئے آباد انش

Marfat.com

(۵) اپنے دونوں بڑے بھائیوں کے متعلق لکھا:

ابنِ تیمیہ و ابنِ قیمِ دوراں — برادران من اندو حیات شاں باقی

منِ حقیر کہ یوسف حسین نامندش — تو گوئی کہ ہمیں بس زکہتراں باقی

(۶) اپنے بڑے بھائی قاضی عبدالاحد صاحب کی مدح میں بہ صنعتِ توشیح لکھا۔

للمولوی عبدالاحد العلیم الحکیم صاحب

ش شاہِ شاہاں صاحب بذل جزیل — ی یا غفور المذنبین نامت جمیل

خ خیر خواہم مر برادر رازتو — ی یسرکن بروے عیاں نعم الوکیل

ع عالم تعلامۂ و حبر جلیل! — ب بارع تکلامۂ و فاضل نبیل

د دارسِ بنیادِ دینِ احمدی — ا از زبانِ دُر فشانش شد ظلیل علیل

ل لاجرم پیشانیش رخشندہ بین — ا اب شہر خانپور رشس در جبیں

ح حاضرانِ مجلسِ درسش نجوم! — د در تجلّی سبع سیّارہ زویں

ص صابرا از خرمن برکات اُو — ا اوبین نوبت مبارک خوشہ چین

ح حاکم ازلی کہ روز رستخیز! — ب بر من مسکین کند فضلِ متین

(اس نظم کے مصرعوں کے اوائل حروف بالترتیب پڑھنے سے "شیخ عبدالاحد صاحب" نکلے گا۔)

(۷) اور اپنے دوسرے بڑے بھائی قاضی محمد صاحب کی نسبت اسی صنعت میں عربی میں کہا:

للشیخ الزاہد فی الاحد القاضی محمد صاحب

ق قد اجاب الناس کلھم علی — ا ان الھدیٰ ھدیٰ النبی المجتبےٰ

ض ضابطاً اخبار من خذ معت لہٗ — ی یا واعِ اعناق الوریٰ ممن آبی

ا اَشمَسَ البنیان من سنن النبی — ل لم یال جھداً راغباً فی المصطفےٰ

Marfat.com

قُ قارعُ اذانَ صُمِّ الظلمین　　مَن ضاربُ اعناق افهامِ العِدیٰ

ا ارتقولون الحدید اردتہٗ　　ۃ تکذبون علی صمصامِ الھُدیٰ

ل امرزعمتم انہٗ فظ فقہ　　ل لِلّسان ولا تمل نحو الھَویٰ

ب بالملامِ علیہ واحذر بکا　　ر ربُّنَا الخلاقُ عالمِ ما نویٰ

قَ قل فیا صابر لست بکاذب　　طٖ طعمِ الھدی ذق راضیاً

(قاضی القضاۃِ السبرقط)

(۸) ایک نظم بہ صنعتِ توشیح در مدح ابو ادریس احمد حسن شوکت صاحب لکھی۔ جس میں پہلے مصرع کے ابتدائی اور آخری اور دوسرے مصرع کے ابتدائی حروف بالترتیب پڑھے جائیں تو "شیخنا ابوادریس احمد حسن صاحب مجدد الوقت شوکت مصلح السنۃ مشوقیہ مُدّظِلُّہٗ" نکلتا ہے۔ یہ نظم رسالہ "پروانہ" دہلی کی جلد ۳ ۴ بابت جنوری ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی۔

(۹) مولینا سید عبدالجبار غزنوی مرحوم کے مرثیہ کے چودہ اشعار میں سے پانچ ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

عُبَیدٌ جیارن الجشو وارق فی ظُلَل　　من الغمام وقد جارتک طیباتٌ

نعم الامام الکریم بن الکریم مضی　　واستقبلتہ من الرحمٰن جَنّاتٌ

وکیف لا وامام المرسلین لہٗ　　جدٌّ لہٗ منہ ھَشّاتٌ وبَشّاتٌ

وقد غدت ارض امرت سر کقبرۃ　　لاحیّ فیھا وللاحزان تارات

یا ویحَ یوسف حین المستریح مضی　　وانت لم تسترح منک البریات

(۱۰) زبدۃ المقادیر کے آخر میں آپ کی چار طویل عربی نظمیں درج ہیں جن میں

Marfat.com

سے پہلی فی الذب عن الفاضل المدقق المولوی محمد بشیر السہسوانی"
۲۲ اشعار پر مشتمل ہے جن میں سے چند در مدح مولانا موصوف یہ ہیں۔

اخو الہمۃ العلیا اصیل مکرم ولی عہود المکرمات مع الفجر
شدید علی اہل الضلالۃ غائظ وبین اصاحیب الہدایۃ ذو بِرّ
صبور علی البأساء والضر التوی ولیس علی رزء المذلۃ ذا صبر

محمد بشیر السہسوانی ذو العلا ایا حبذا حبر ھدی البر والبحر
وفی بلدۃ الدھلی ھو العلم والتقی وفی ذی عسر وفوق اخو دہر

بمطلع لاح الکمال الذی فتی بموت امام العصر مجتہد الدھر
مجدد دین الحق محیی مواتہ نذیر حسین الدھلوی ابی الفجر
وھذا البشیر السہسوانی شیخنا لخیر صحاب الشیخ فینا نمادری
امن دون علم النقل یغلب خصمہ اخا الرأی کلا انہا لمن الہجر

فیا السہسوانی البشیر تقبل القلیل من التقریظ مو علی عذری

فواللہ انت البحر فی العلم عندنا وما علمنا الا کقطر من البحر

(۱۱) اسی کتاب کے اخیر میں ایک جامع نظم کے چند اشعار جن میں اپنے وطن کا فراق اور دونوں بھائیوں، والد اور دیگر بزرگان کی تعریف ہے۔ چند اشعار اس نظم کے یہ ہیں۔

البعد تنی من موطنی وقبیلی ان ھذا الاعظم النائبات

Marfat.com

هوت الريح فی مکان سحیق | بی فاین المحیص عن سوانی
ابعدتنی عن کل ما هواه | عن عهود الحمی وعن امهاتی
وعن الاخوة الکرام وعن خا | لاتی الطاهرات والاخوات
وعن الجنة الزهیة اعنی | خانقور العلیة العتبات
فسویدائی المنیر تجلی | بحجا صاحبی جنا الحسنات
وهو عبد الاحد اخوه محمد | وکلا الحافظین راس الثقات
واخی کل واحد من هما بیا | طالب الحق مستجمع المکرمات
ومحمد حسن ابونا لعمری | کالسراج المنیر د ''' ات
فورب السماء والارض انا | کلنا منه حصل الثمرات
ثم هذا الهام لما توفی | قام بخلده ناشر المکرمات
ما اری هذریا کمثلهما فی | ما هما یثبتان بالبینات
برهنا کل معضل النقل بالعقل | الجلی بافصح الکلمات

ثم فی هذا المصیبة الفیت | الحسیب النسیب ذا الباقیات
سید القوم ای نذیر حسین | شیخ الاسلام سابق الخیرات
طبق الارض بالهدایة شرقا | والی الغرب جاوز الخالدات
ما وجدنا کمثله من نذیر | ولا بشیر من بعد ذی المعجزات
فی بلاد الهند استقام واحیا | سنة الحق موضح البینات
شیخ فی جمیع خیر وبر | ینصح الخلق ینشر المکرمات
ثم لما توفی الحبر هذا | استخلف القوم منبع البرکات
ذا السنا شمس الحق عدلا کریما | بابی الطیب المکنی یواتی

Marfat.com

ولنا فی التقی امام جلیل	وھو عبد الجبار خیر الھداۃ
ولنا اخوۃ کرام عدول	غزنویون ھاشمیون ثقات
الیھم تلقھم رکوعا سجوداً	ذاکری حول ھاذم اللذات
کلھم اولیاء اللہ حقاً	مصلحوا السر عاملوا الصالحات
وابوھم عبد اللہ المصفی	دائم الذکر وارث الجنات
مرکز العلم منبع الحلم حقا	لقی اللہ حائز البرکات

فلک الحمد والثناء قدیما | وحدیثا یا خالق الکائنات

(۱۲) اپنی والدہ کی وفات کی خبر گنور میں (یا دہلی میں) "تاریخ وفات جناب والدہ رضی اللہ عنہا" لکھی جو حسب ذیل ہے۔

شورش حشر سے کیا کم مرا افغاں ہوگا	تیرا اے چرخ جو دربار کو جالاں ہوگا
میں غریب الوطن اس پر یہ مروت تیری	دیکھ لینا ہدف نالۂ سوزاں ہوگا
عالم قدس کی رونق کی تجھے خواہش تھی	یہ نہ سمجھا کہ مجھے یاں الم جاں ہوگا
حضرت والدۂ ماجدہ کیا فوت ہوئیں	عالم آباد سبھی شہر خموشاں ہوگا
اے قضا مجھ کو بھی لیجاوے جوانکے گھر تک	مجھ پہ تا روز قیامت تیرا احساں ہوگا
خان پور اب ہوا جاتا ہے ہنر سے خالی	ہوگا کیا جو یہی گنبد گرداں ہوگا
بڑے بھائی تو بنے ساکن راولپنڈی	منجھلے نکلے تو کوئی اس کا نہ پرساں ہوگا
دونوں خالہ رہیں یارب تیرے انعام سے خوش	جس پہ ہو تیری عنایت وہی شاداں ہوگا
دونوں بھائی بھی تیرے فضل سے مسرور رہیں	ان کا جینا مرے ہر درد کا درماں ہوگا
حضرت والدہ کا سن وفات اے صابر	"چلیں اب خلد کو با دمیت ایماں" ہوگا

(۱۳۱۵ھ)

Marfat.com

(۱۴) مشاعروں میں جو نظمیں آپ نے پڑھیں ان میں سے ایک شائع شدہ "پروانہ" دہلی بابت مئی ۱۸۹۹ء کے چند اشعار یہ ہیں ۔

جوہرِ شمشیرِ قاتل ہنس کے یوں گویا ہُوا ۔۔۔ گر نہ زخمِ دل ترا اچھا ہوا ، اچھا ہوا
ورطۂ بحرِ جنوں میں کہ رہا ہے مجھ سے قیس ۔۔۔ ایک زخمِ دل ہی سچا آشنا پیدا ہُوا
جذبۂ عشقِ حقیقی نے دبا دل سے مٹا ۔۔۔ داغ جو عشقِ مجازی سے تھا کچھ اُبھرا ہُوا
یہ ہمارا ظرف ہے جو دیکھ کر نورِ صفات ۔۔۔ کہتے ہیں سبحانہٗ ہم عبد ، وہ مولا ہُوا
کیا بھرے منصور سا ناداں بھلا عرفاں کا دم ۔۔۔ تھا اگر بھاری تو پھر کیوں دار پر ہلکا ہُوا
ہو کہ انوارِ عبادت سے بھلا کیوں خیرہ چشم ۔۔۔ اپنے جامے سے نکل کر موردِ فتویٰ ہُوا

کوئی میراں کا پجاری کوئی کلوا پیر کا ۔۔۔ جان و دل سے شیخ سدو کا کوئی چیلا ہُوا
پھر بھلا توحید کیوں گریاں نہ ہو لیل و نہار ۔۔۔ جان کر خود پیر جب مخلوق کا بندا ہُوا

الغرض قرآن و سنت دونوں ہیں کُحلِ ہدیٰ ۔۔۔ جس نے یہ سرمہ نہ پایا عاقبت اندھا ہُوا
حضرتِ احمدؐ پہ قرباں ان کی سنت پر فدا ۔۔۔ جو ہوا ناجی وہی کامل ہوا ، اعلیٰ ہُوا
جو گریزاں ہو حدیثِ مصطفےٰؐ سے جان لو ۔۔۔ دعویٰ عشقِ رسالت میں وہی جھوٹا ہُوا
محو ہے صابرؔ ہمیشہ نشۂ وَجْدَیْن میں ۔۔۔ صحوِ ادراکِ ملامت سے وہ بے پروا ہُوا

قاضی ابواسمٰعیل یوسف حسین صاحب کے مختارات

(امام خاں نوشہروی مرحوم کے نوٹوں سے ماخوذ)

(۱) عیدین کے خطبہ میں فصل کے قائل نہ تھے ۔ (ایک ہی خطبہ پڑھتے تھے ۔)

(۲) سفر میں قیدِ ایام کے قائل نہ تھے ۔

Marfat.com

(۳) نمازِ جنازہ میں قراءۃ عموماً جہر سے پڑھتے تھے۔

(۴) مسجد سے فارغ نماز جوتیوں سمیت پڑھتے (عموماً)

(۵) کچھوے اور قنفذ (سیہہ) دونوں کی حلت کے قائل تھے۔ اسی طرح جاہُو (خارپشت) کی حلت کے بھی قائل تھے۔

(۶) بغیہ (زانیہ عورت، رنڈی) کی توبہ پر بھی اس کے مال کی حرمت پر مُصر تھے اس مسئلہ پر حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری سے تحریری مناظرہ ہوا۔ (اس مسئلہ پر آپ نے ایک رسالہ بھی شائع کیا جس کا نام "ایدُ الحوب با کل مابقی من الکسب الحرام بعد التوب" ہے۔

(۷) عورۃ الفخذ کے قائل نہ تھے بلکہ اسے بدعت کہتے۔

(۸) وضو کرتے وقت تبدیلی مقام پر تجدیدِ وضو کے قائل تھے۔

(۹) التزامِ قنوت فی الوتر کے قائل نہ تھے۔

(۱۰) تکبیراتِ عیدین "اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا" پڑھتے۔

(۱۱) بھینس کی قربانی کے قائل نہ تھے۔ کیونکہ عرب میں پائی نہیں جاتی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کی قربانی نہیں ہوئی۔

(۱۲) اراضی مرہونہ سے استفادہ کے جواز کے قائل تھے۔ بشرطیکہ مرتہن خود اپنے ہاتھ سے کاشت کرے۔

(۱۳) بعد رکوع ہاتھ باندھنے۔ اس پر ایک مستقل رسالہ (اردو۔ عربی میں) بنام اتمام الخشوع بوضع الیمین علی الشمال بعد الرکوع" بھی لکھا۔

(۱۴) بعد رکوع سمع اللہ لمن حمدہ ربنا و لک الحمد (واؤ کے ساتھ) بالجہر پڑھنے کی تلقین کرتے اور قولوا ربنا ولک الحمد" سے استدلال کرتے

Marfat.com

جس طرح امام بخاریؒ نے "قولوا آمین" سے آمین بالجہر کا استدلال کیا ہے۔ (چنانچہ ان کے شاگردوں کا اب تک اس پر عمل ہے)

(۱۵) اقتدائے امام میں مثلاً نمازِ فجر کی دوسری رکعت میں ملے۔ تو امام کی تسلیم کے بعد اپنی ایک رکعت پوری کرکے بعد سجدۂ ثانی التحیات پڑھے بغیر سلام کہہ کر ختم کر دے۔ آپ کا مستدل جملۂ حدیث "ما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا" تھا اور اس میں آپ غالباً جملہ سلف و خلف سے منفرد تھے۔

(۱۶) بعد صلوٰۃ ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگنا بدعت سمجھتے (علامہ شاطبیؒ اندلسی کی مخالفت سب سے پہلے اس مسئلے سے شروع ہوئی۔ جس کے قائل قاضی صاحب تھے۔ اور علامہ موصوف کی کتاب "الاعتصام" کی تصنیف کا باعث بنی) علامہ موصوف ابراہیم بن موسیٰ متوفی ۷۳۱ھ۔

(۱۷) سفر میں کسی حد کے قائل نہ تھے۔ جب بھی اپنی بستی سے باہر تشریف لے جاتے قصر کر لیتے۔ اپنی تصنیف "دعوۃ الحق" میں اس مسئلہ پر آیت ذیل سے استدلال کیا ہے وجعلنا بینھم وبین القری التی بارکنا فیھا قری ظاھرۃ وقدرنا فیھا السیر سیروا فیھا لیالی وایاما اٰمنین فقالوا ربنا باعد بین اسفارنا (سبا۔ ۱۸/۱۹)

راقم الحروف کہتا ہے کہ آپ ان آیات سے استدلال کرتے ہوئے مسافت سفر برائے قصر دس میل قرار دیتے۔ کیونکہ آیت میں قری ظاھرۃ ہے یعنی ایسی بستیاں جو ایک دوسری سے نظر آسکیں۔ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ ایسی دو بستیاں جو ایک دوسری سے نظر آئیں زیادہ سے زیادہ دس میل کا فاصلہ ان کے درمیان پایا گیا ہے اور کلام الٰہی میں اسے "سفر" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ربنا باعد بین اسفارنا سے عیاں ہے۔ باقی بستی سے اس کی حدود سے باہر نکل جانے پر قصر کا (سیدنا حضرت) عمرؓ کے قول "اذا سافرت میلاً قصرت الصلوٰۃ" سے کرتے)۔

Marfat.com

آپ کی علالت اور وفات

ہر آں کہ زاد بنا چار بایدش نوشید
زجامِ دہر مئے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ

بالآخر وہ وقت آن پہنچا جس سے چھٹکارا نہیں کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ آپ مرض معدہ میں مبتلا ہو گئے۔ پہلے تو گھر میں ہی رہے اور علاج معالجہ کرتے رہے پھر خیال آیا کہ راولپنڈی میں فلاں حکیم صاحب اچھے آدمی ہیں۔ ان سے جا کر علاج کروائیں۔ حکیم صاحب نے معائنہ کے بعد آپ کے لیے "اکسیر معدہ" تجویز کی اور کاغذ پر لکھ بھی دیا۔ لیکن بمصداق ؎

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود

اسے کاٹ کر "کشتہ فولاد" تحریر کر دیا۔ اس کے کھانے سے آپ کی طبیعت بگڑ گئی۔ ایک بنگالی ڈاکٹر کو بلایا گیا جس نے معائنہ کے بعد کہا کہ ان کو کوئی سخت چیز کھلائی گئی ہے جس کی وجہ سے معدہ نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اب اس کا کوئی علاج نہیں۔ ڈاکٹر کے سامنے آپ اٹھ کر پیشاب کے لیے گئے تو ڈاکٹر نے حیرانی کا اظہار کیا کہ ایسا مریض کس طرح خود اٹھ کر جا سکتا ہے۔ حالت بگڑتی گئی۔ آپ کا شاگرد راجہ منوچہر خاں (مرحوم) ایک بس میں سوار کر کے انہیں خانپور لے آیا۔ وہاں آکر آپ صرف دو دن اور زندہ رہے اور بالآخر ۷ صفر ۱۳۵۲ھ مطابق یکم جون ۱۹۳۳ء آپ اپنے پروردگار سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی وفات سے خانپور اس خاندان کے آخری جامع العلوم والفنون شخصیت اور ایک عالم باعمل ناشر توحید و سنت سے محروم ہو گیا۔

Marfat.com

انگریزی حساب سے آپ کی عمر ۶۴ برس اور چند ماہ اور اسلامی حساب سے ۶۶ سال اور چند ماہ ہوئی۔ گویا بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے اور سب سے تھوڑی عمر پائی اللھم اغفرلہ وادخلہ جنۃ الفردوس برحمتک یا ارحم الراحمین۔ آمین۔

تصنیفات و تالیفات قاضی ابو اسمٰعیل یوسف حسین خانپوریؒ

(۱) تقویم دار العلوم دہلی مطبوعہ ۱۹۰۷ء جس میں سال بھر کے اوقات نماز پنجگانہ اسلامی گھڑی کے مطابق درج ہیں۔ اس گھڑی میں شام ۱۲ بجے ہوتی ہے)

(۲) "ترویح الموحدین" ایک حنفی کے رسالہ کا جواب آٹھ تراویح کے مسنون ہونے کا ثبوت احادیث اور اقوالِ اجلہ فقہائے حنفیہ سے۔

(۳) اتمام الخشوع بوضع الیمین علی الشمال بعد الرکوع (عربی)

(۴) " " " " " " " (اردو)

(۵) "زبدۃ المقادیر" (اردو) اوزان کے بارے میں بالخصوص شرعی اوزان کی تحقیق (مطبوعہ)

(۶) "العقیدۃ الواسطیہ" لابن تیمیہؒ کا اردو ترجمہ (قلمی غیر مطبوعہ)

(۷) "دعوۃ الحق" (عربی) جس میں باب الایمان۔ باب الطہارۃ، باب الصلوٰۃ تین باب ہیں۔ اور بطور سوال و جواب لکھ کر حاشیہ پر ان کے دلائل تحریر کیے گئے ہیں جس کے متعلق عنوان علم مقادیر وغیرہ کے تحت پہلے ذکر آ چکا ہے۔

(۸) "ایدُ الحوب با کل ما بقی من الکسب الحرام بعد التوب" زانیہ کی کمائی کے توبہ کے بعد بھی حرام ہونے کا ثبوت (اردو) (۸) مطبوعہ ۱۳۳۲ھ ہجری

Marfat.com

مطابق ۱۹۱۴ء)

(۹) "جواب فتویٰ مولوی حبیب اللہ مولوی فاضل راولپنڈی کہ در جواز اخذ شود یعنی ربا از غیر مسلم نوشتہ است" مطبوعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

(۱۰) "وسواس کا ستیاناس" (اردو) قلمی غیر مطبوعہ جو کتاب ذم الموسوسین و التحذیر من الوسوسہ للشیخ موفق الدین بن قدامۃ المقدسی الحنبلی کا اردو ترجمہ ہے۔

(۱۱) القول الحق فی ان رفع الایدی للدعا بعد المکتوبۃ لیس بحق" (قلمی و غیر مطبوعہ)

(۱۲) البینات الواضحات ۔ فیما احل اللہ و رسولہ وحرمہ من المطاعم والمشارب والملبوسات ملقب بہ حلال و حرام شرعی (قلمی غیر مطبوعہ)

نوٹ: اس کے نیچے سرخ رنگ سے بقلم مؤلف لکھا ہے۔

"جناب میرزا حیرت کے کرزن پریس میں چھپا ۱۳۳۰ھ"

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت طبع نہیں ہوا۔ یہ محض مسودہ برائے طبع ہے۔ رسالہ کے آخر میں لکھا ہے کہ "یہ رسالہ کسی شخص کے رسالہ "صید البحر" کے رد میں لکھا گیا تھا محض رسالہ صید البحر کے ہفوات پر مطلع کرنا مقصود تھا کہ اس نے خدا پر افترا باندھا اور اپنی طرف سے تحریم کا دروازہ کھولا اور بالکل نہ کوئی آیت پیش کی اور نہ کوئی صحیح حدیث اور نہ کسی صحابی کا قول بلا نکیر پیش کیا۔ اعاذنا اللہ من ھذہ الجراۃ علی اللہ۔ آمین"

(۱۳) "تفسیر کبیر کامل اردو" ترجمہ قاضی ابو اسمعیل یوسف حسین صاحب (بحذف زوائد و زیادتِ فوائد) پہلے سات سیپارے مطبوعہ کرزن اسٹیم پریس دہلی۔

(۱۴) "القوس المصطفویہ علی رؤس الچھورویہ" ترجمہ با تہذیب رسالہ

Marfat.com

مؤلفہ قاضی عبدالاحد خانپوری از قاضی ابو اسمٰعیل یوسف حسین جنہوں نے اس کا نام بھی تجویز کیا کیونکہ قاضی عبدالاحد صاحب بعد تالیف اس کا نام تجویز نہیں کر سکے تھے کہ راہئ دار بقا ہو گئے۔ تہذیب عبارت اور تجویز نام آپ کی طرف سے ہوئی۔ (قلمی غیر مطبوع)

(۱۵) "کتاب عقائد اہلحدیث" (قلمی) ترجمہ "عقیدۃ السلف واصحاب الحدیث" مصنفہ شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل الصابونی المتوفی ۴۴۹ھ (قلمی غیر مطبوع)

Marfat.com

حافظ محمد غوث رحؒ بن محمد محسن قوم اعوان خانپوری

(متوفی ۱۳۲۴ھ ۱۹ ر جمادی الاولیٰ)

آپ کا اصلی وطن اور ن کاری تھا جو تلہ گنگ اور اس کے قرب و جوار کا علاقہ ہے جس میں قطبال پنڈی گھیپ کا کچھ حصہ بھی شامل ہے۔ آپ قطب شاہی " اعوان " تھے اور ابا عن جد حفاظِ قرآن اور علمائے دین کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس علاقہ میں حفظِ قرآن کا بہت چرچا ہے۔ حتّٰی کہ عورتیں بھی اکثر حافظاتِ قرآن ہوتی ہیں اور اب تک رمضان شریف میں وہاں کے حافظ اکثر جگہوں میں صلاۃِ تراویح میں قرآن سناتے ہیں۔

آپ کے جدِ امجد کو راجگان خانپور برائے حصول علم دین اپنے ہاں خانپور لے آتے اور گزارہ کے لیے اراضی بھی پیش کی جسے وہ خود کاشت کیا کرتے تھے۔ آپ کے دو چچا صاحبان بھی تھے جو حافظِ قرآن اور صوفی منش تھے۔ ان میں سے ایک صاحب جان و جثہ کے لحاظ سے کافی مضبوط تھے۔ ان دنوں ایک سرپھرا پہلوان ایک لمبا زنجیر کمر سے باندھا ہوا گھسیٹتا جاتا تھا اور اسی حالت میں چکر لگایا کرتا تھا۔ اگر کسی شخص کا پاؤں اس زنجیر پر پڑ جاتا تو وہ جھٹ اس کے ساتھ کشتی لڑنے کے لیے تیار ہو جاتا۔ آپ کے چچا صاحب نور کا پاؤں بھی ایک دن اس کے زنجیر پر اتفاقاً پڑ گیا۔ اس نے جھٹ کشتی کا چیلنج دے دیا۔ آپ نے کہا کہ اتفاقاً بغیر ارادہ کے پاؤں

Marfat.com

پڑ گیا تو کیا ہوا تمہارا یہ مطالبہ بے جا ہے۔ لیکن وہ نہ مانا اور انہیں کشتی پر مجبور کیا۔ آپ نے بھی مجبوراً اس کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے کی ٹھان لی۔ اور پکڑتے ہی اُسے زمین پر چاروں شانے چت گرا دیا۔ وہ سخت شرمندہ ہوا اور اسی شرم کے باعث اس علاقہ سے ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا

آپ کے والد صاحب عابد و زاہد شب زندہ دار بزرگ تھے جب زمین پر ہل چلانے جاتے تو قرآن شریف، مصلّٰی اور کوزہ پانی کا ہمراہ لے جاتے۔ جب ذرا فراغت ہوتی تو وہیں تلاوتِ قرآن میں مصروف ہو جاتے اور اگر نماز کا وقت آجاتا تو نماز بھی وہیں ادا کر لیتے۔

حافظ صاحب نے حفظِ قرآن کے بعد پہلے اپنے والدِ ماجد سے تعلیم حاصل کی۔ مزید علم کی تحصیل کے لیے گھر چھوڑا۔ دوسرے اساتذہ کا تو علم نہیں ہو سکا لیکن یہ امر یقینی ہے کہ آپ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ آپ کی زندگی کے آخری ایام میں ایک مرتبہ ایک وفد گنگوہ سے آپ کے پاس پہنچا اور استدعا کی کہ آپ مولانا گنگوہی مرحوم کی مسند پر جلوہ افروز ہونے کے لیے ہمارے ساتھ چلیں۔ کیونکہ مولانا مرحوم کے تلامذہ میں سے ان کی مسندِ تدریس سنبھالنے کے لیے اب آپ کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ ہم اسی غرض کے لیے حاضرِ خدمت ہوئے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ گنگوہ تشریف لے چلیں۔ آپ نے کہا اگر مجھے صحت اجازت دیتی تو میں ضرور آپ کے ساتھ چلا جاتا۔ لیکن میں معذور ہوں اور بوجہ علالت تحمل کے قابل نہیں لہٰذا وہ ان کے ساتھ نہ جا سکے۔ اور وہ لوگ بے نیل مرام واپس ہوئے۔

اکبر الٰہ آبادی مرحوم آپ کے ہم سبق رہے تھے۔ ایک مرتبہ وہ راجہ

Marfat.com

جہانداد خان مرحوم کی ملاقات کی خاطر خان پور تشریف لاتے۔ دورانِ گفتگو انھوں نے راجہ صاحب سے دریافت کیا کہ خان پور کے حافظ محمد غوث شاہ صاحب ہمارے ہم درس تھے۔ ان کے متعلق آپ کچھ بتا سکتے ہیں راجہ صاحب نے کہا وہ اس جگہ موجود ہیں۔ ابھی ان کو بلوا لیتے ہیں۔ اکبر مرحوم نے کہا: نہیں میں خود ان کو ملنے جاؤں گا۔ ایک ملازم ان کے ہمراہ کر دیا کہ انہیں حافظ صاحب کے مکان پر لے جائے۔ مکان کے قریب جب پہنچے تو حافظ صاحب بلا اطلاع ننگے پاؤں باہر نکل آئے۔ اور ان سے بغل گیر ہوئے اور بڑی دیر تک ہر دو روتے رہے اکبر صاحب نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اتنی طویل مدت کے بعد ان سے ملاقات نصیب ہوئی۔

ان دنوں علمائے اہلحدیث اور بزرگانِ دیوبند ہر دو انگریزی کی حکومت کو ایک کافرانہ حکومت سمجھتے تھے۔ اور اس کی مخالفت اپنا فرضِ منصبی جانتے تھے۔ لہٰذا گروہِ مجاہدین کے حامی اور مددگار تھے جس کی وجہ سے انگریزوں کے موردِ عتاب تھے۔ اس لیے حافظ صاحب بھی انگریز کی قید و بند کا شکار رہنے کچھ عرصہ تو ہندوستان کے جیل خانوں میں رہے اور بقول قاضی محمد اعظم رئیس ایبٹ آباد (جو آپ کے بھانجے تھے) کافی عرصہ اسیر مالٹا بھی رہے رہائی کے بعد وطن تشریف لائے۔

کچھ عرصہ کے لیے ایبٹ آباد میں عرائض نویسی بھی کی۔ جامع مسجد مرکزی ایبٹ آباد میں ایک معمر نابینا حافظِ قرآن مقیم تھے ر عرصہ ہوا ان کی زبانی معلوم ہوا کہ حافظ صاحب ایک دن میں صرف چار عرضیاں لکھتے اور اُجرت فی عرضی ایک آنہ سے زائد نہ لیتے۔ جب چار عرضیاں لکھ چکتے اور چار آنے کما لیتے تو فرماتے کہ بس یہ بہت کافی ہیں اور بستہ باندھ کر چلے [illegible]تے در

Marfat.com

تلاوتِ قرآن میں مشغول ہوجاتے۔

چونکہ خوشنویس اور صاحب علم تھے اور ان دنوں خواندہ لوگوں کی کمی تھی تجویز ہوئی کہ آپ کو ڈپٹی (موجود ای اے سی) کا عہدہ دیا جاتے جب آپ کو اس تجویز کا علم ہوا تو آپ نے کہا کہ اب تو یہ کافر ہمیں اسلام سے نکالنے کے درپے ہیں۔ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ ملازمت کے لیے ضروری تھا۔ اپنے ڈاکٹر سے کہا کہ براہِ مہربانی لکھ دیں کہ میں ملازمت کے قابل نہیں۔ یہ آپ کا احسان ہوگا۔ کیونکہ پہلے تو میں فریادیوں کی درخواستیں لکھا کرتا تھا۔ اس میں کوئی حرج نہ تھا۔ لیکن اب یہ لوگ مجھے خلافِ شریعت فیصلہ کرنیوالوں میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ جو ہرگز جائز نہیں۔ اس لیے مجھے ملازمت کے لئے ناموزوں ہی قرار دے دیں۔

اس وجہ سے آپ نے عرائض نویسی کو بھی خیرباد کہہ دیا اور وطن واپس آگئے۔ دورانِ قیام ایبٹ آباد ضلع ہزارہ کا پہلا بندوبست ۱۸۷۲ء میں ہوا۔ عملۂ بندوبست میں قاضی محمد میر عالم سکندرپوری ڈپٹی کے عہدہ پر فائز تھے اور ایک علم دوست انسان تھے۔ اس لیے حافظ صاحب موصوف کے مریدوں میں سے تھے۔ حافظ صاحب کی کوشش اور قاضی صاحب کی امداد سے جامع مسجد کے قریب ایک کافی رقبہ کا مسجد کے نام اندراج ہوگیا۔ بدیں خیال کہ یہ مسجد کی آبادی کا سبب ہوگا۔ اور اخراجاتِ مسجد اس سے پورے ہوجایا کریں گے۔ چنانچہ اس جگہ پر اب دوکانات اور مکانات تعمیر شدہ موجود ہیں جو منتظمین مسجد کی تحویل میں ہیں اور ان کی آمدنی مسجد پر صرف ہوتی ہے۔ انجمن اسلامیہ ایبٹ آباد اس کی منتظم ہے۔

Marfat.com

آپ عابد و زاہد شب زندہ دار اور قاریِ نامدار تھے۔ آپ کی قرأت سے متاثر ہو کر راولپنڈی کے بعض معززین نے آپ سے استدعا کی کہ اگر ایک رکوع تلاوت فرما کر اسے ریکارڈ میں محفوظ کرا دیں تو بہتر ہو گا۔ آپ کی قرأت آئندہ نسلیں بھی سن سکے گی۔ لیکن آپ نے سختی سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

سید عبد اللہ صاحبؒ غزنوی کے کمالات کے متعلق (ہندوستان میں ان کی ہجرت سے قبل) جب آپ کو علم ہوا۔ تو وطن سے پیدل چل کر آپ غزنی پہنچے اور ان سے فیوض و برکات حاصل کیں۔

بچپن میں خاکسار راقم الحروف اپنی نانی صاحبہ کے ہاں رات کو سویا کرتا تھا۔ (حافظ صاحب میرے نانا تھے۔) رات کے وقت جب بھی میری آنکھ کھلتی تو میں آپ کو مصلّی پر کھڑے قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے ہی دیکھتا۔

آپ کے تقسیم اوقات دن بھر کے یہ تھے:

جب صبح کی نماز کے لیے مسجد جاتے تو بعد نماز اشراق کی نماز تک درود و وظائف میں مشغول رہتے بعد نماز اشراق طالب علموں کو سبق پڑھانے زاں بعد گھر تشریف لاتے اور بازار سے سودا خود لاتے۔ بالخصوص گوشت اپنی مرضی کا پسند کر کے لاتے۔ کیونکہ جس بیماری میں وہ مبتلا تھے اس کے لیے عمدہ خوراک کی ضرورت تھی۔ صبح کا کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے۔ پھر ظہر سے قبل مسجد تشریف لے جاتے اور نماز عصر تک وہیں رہتے۔ بعد نماز عصر تھوڑی دیر کے لیے گھر آتے اور شام کی نماز سے پیشتر ہمارے گھر بھی والدۂ خاکسار (اپنی دختر) کو دیکھنے ضرور آتے۔ پھر مسجد چلے جاتے اور عشاء کی نماز تک وہاں ہی رہتے۔ پھر گھر آ کر رات کا کھانا کھاتے۔ پھر تھوڑی

Marfat.com

دیر کے لیے سو جاتے۔ پھر اٹھ کھڑے ہوتے اور طویل نمازِ تہجد میں مصروف ہو جاتے۔ اور نمازِ فجر کے وقت سے تھوڑی دیر پہلے مسجد چلے جاتے اور چوبیس گھنٹے اس طرح خرچ ہوتے۔

آپ کی اراضی تو اتنی زیادہ نہ تھی۔ لیکن آپ کے اتقاء کی برکت سے سال بھر کسی غلہ کی کمی نہ ہوتی۔ بلکہ ہر ایک چیز حتّٰی کہ دالیں اور روئی (کپاس) بھی اپنی ہی زمین کی بافراط موجود پائی جاتیں۔ ایک گھوڑا بھی رکھا ہوا تھا اور بھینس تو بارہ ماہ موجود رہتی۔

آپ کے مکان میں جنّوں کا ایک ڈیرہ مقیم تھا اور بقول ان کے وہ آپ کی قرأتِ قرآن پر فدا تھا۔ اگر کوئی شخص آپ کی خیانت کسی رنگ میں کرتا تو وہ اس کی خوب خبر لیتے۔ دو واقعات اس سلسلہ کے تو میرے چشم دید ہیں۔

(۱) محلہ کی ایک عورت موسومہ "اتارو" آپ کے گھر میں کام کاج کیا کرتی تھی۔ کپڑے بھی وہ دھویا کرتی تھی۔ اس نے ایک مرتبہ کچھ صابن جو بچ گیا تھا واپس نہ کیا اور گھر لے گئی۔ رات کو آپ کے مکان کے ایک دوسرے کمرے میں سویا کرتی تھی۔ ایک دن سورج کافی چڑھ گیا اور وہ باہر نہ آئی۔ اُسے آوازیں دی گئیں کہ بہت دیر ہو گئی ہے۔ تم نکلتی کیوں نہیں؟ اس نے اندر سے جواب دیا کہ میں نکل سکتی ہی نہیں۔ میرا سر چارپائی کی دَاوْن میں پھنسا ہوا ہے۔ دروازہ اکھاڑا گیا۔ دیکھا کہ اس کی گردن داون میں پھنسی ہوئی ہے داون کھول کر اسے نکالا گیا۔ اس نے اقبالِ جرم کیا اور کہا یہ غلطی ضرور مجھ سے سرزد ہوئی تھی۔ مجھے رات بھر تختوں سے مارتے رہے اور کہتے رہے کہ تم نے حافظ صاحب کا صابن کیوں چرایا ہے اور اس

Marfat.com

سے توبہ کرائی اور بالآخر اس کا سر داؤن میں پھنسا دیا۔ میں نے (راقم الحروف نے) اس عورت کی پیٹھ پر تختوں کی ضرب کے بہت سے سرخ نشانات خود دیکھے تھے۔

(۲) اسی طرح آپ کے ایک طالب علم نے آپ کے قلمدان میں سے ایک چاقو چرا لیا۔ اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ صبح اسے داون کے پنجہ سے چھڑایا گیا۔

برائے شفائے امراض آپ کے دم نہایت مؤثر تھے۔ اور لوگوں کو آپ کے دم سے بہت فائدہ پہنچا۔ جنّی پکڑ والے اکثر آتے۔ آپ اتنا ہی کہتے کہ اس بے چارے کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ اُسے چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔ بس اتنا کہنا ہوتا کہ بیمار ہوش میں آجاتا اور پکڑ کا اثر دُور ہو جاتا۔ اس کے متعلق ایک واقعہ راقم الحروف کا چشم دید ہے جو یہ ہے۔

ایک مرتبہ راجہ گوہر رحمٰن خان رئیس خانپور کا ایک ملازم آپ کے پاس آیا اور کہا کہ راجہ صاحب کے شکاری کتوں کو ایک باؤلے کتے نے کاٹ کھایا ہے اور خطرہ ہے کہ وہ سب باؤلے ہو کر ضائع نہ ہو جائیں۔ آپ نے مکی کا تھوڑا سا آٹا منگوایا اور اس ملازم کو کہا کہ اسے پانی مِلا کر گوندھو اور اس کا ایک گولہ بناؤ۔ چنانچہ اس نے اس آٹے کا ایک گولہ بنایا۔ آپ نے اس گولہ پر دم کیا اور ملازم کو کہا کہ اس گولے کو دو حصوں میں تقسیم کر دو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ ہر دو حصوں کے اندرونی جانب بال پھنسے ہوئے تھے جو اسی رنگ کے تھے جس رنگ کے باؤلے کتے نے دوسرے کتوں کو کاٹا تھا۔ آپ نے کہا کہ چمٹے سے بال دونوں حصوں سے چُن کر نکال پھینکو۔ اس نے سب بال نکال ڈالے۔ آپ نے کہا: پھر گولا بناؤ۔ آپ

Marfat.com

نے پھر اس گولہ پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور پھر اس گولے کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی ہدایت کی۔ پھر دونوں حصوں کے اندرونی طرف سے اسی رنگ کے بال نمودار ہوئے جنہیں چن کر نکلوایا گیا۔ ایک دو مرتبہ پھر یہی عمل دہرایا گیا حتیٰ کہ کوئی بال نمودار نہ ہوا۔ آپ نے کہا! جاؤ! اب خیر ہو گئی ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ کتے تو راجہ صاحب کی ڈیوڑھی میں تھے۔ جو آپ کے مکان سے دو تین صد قدم پر تھی۔ پھر بھی یہ عمل کرنے سے کتے صحت یاب ہو گئے۔

بروایت قاضی احمد دین انجمؔ (آپ کے برادرِ اصغر حافظ عبد الرحمٰن کے نواسے) وفات سے تین چار یوم قبل حافظ صاحب نے اپنے بھانجے قاضی عبد الحی کو خانپور بھیجا اور کہا کہ میرے مکان کی چھت میں فلاں جگہ پر ایک پوٹلی رکھی ہوئی ہے جا کر لے آؤ۔ اس نے تعمیل کی۔ پوٹلی آگئی۔ اس میں تخمیناً تین صد روپے تھے۔ آپ کے برادر نے دیکھ کر کہا کہ یہ اتنے روپے کس لیے سنبھال کر رکھے تھے۔ فرمایا کہ میں ان روپوں کی زکوٰۃ دگنی ادا کرتا رہا ہوں اور یہ میں نے حج کے لیے سنبھال کر رکھے ہوئے تھے۔ غالباً وہ رقم خیرات کر دی۔

قاضی احمد دین مذکور کہتے ہیں کہ والدہ مکرمہ نے جو ہمراہ اپنی چچازاد ہمشیرہ دختر حافظ صاحب ایامِ علالت میں ان کی خدمت کرتی تھیں ذکر کیا کہ حافظ صاحب کی زندگی کے آخری دن آپ نے نمازِ عصر کے لیے وضو کا پانی مانگا۔ وضو کر کے لیٹے لیٹے نمازِ عصر شروع کر دی۔ دورانِ نماز میں ہی آپ کی حالت کچھ دگرگوں نظر آئی۔ انھوں نے اپنے والد حافظ عبد الرحمٰن کو جو قریب ہی نمازِ عصر پڑھ چکے تھے کہا کہ ان کی حالت

Marfat.com

کچھ بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ انھوں نے آتے ہی حافظ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا مَنْ رَبُّکَ آپ نے دو یا تین مرتبہ ربیّ اللہ کہا اور روح پرواز کر گئی فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ راولپنڈی میں ہی دفن ہوئے۔ ایک ہفتہ کے بعد آپ کی قبر کے ایک پڑوسی نے بیان کیا کہ جس روز سے یہ صاحب یہاں دفن ہوئے ہیں میں ہر رات آپ کی قبر پر روشنی کا ایک مینار قبر سے لے کر آسمان تک متواتر دیکھتا رہا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک بڑی بزرگ ہستی تھی۔ اس کے اس ذکر کرنے کے بعد پھر روشنی نظر نہ آئی۔ اب تو اس جگہ آبادی پھیل رہی ہے اور ان کی قبر کے صحیح نشان کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ رحمہ اللہ وجعل جنۃ الفردوس مأواہ۔ آمین یا ارحم الراحمین!

Marfat.com

Marfat.com

مختصر حالات

قاضی محمد عبداللہ بن قاضی محمد بن غلام حسن

— مؤلف تذکرہ علمائے خانپور، ایم اے ایل ایل بی علیگ مرحوم

نوشتہ: تلمیذ قاضی عبدالاحد مولانا حکیم محمد یحییٰ خان شفاء راولپنڈی

محترم قاضی محمد عبداللہ بن محمد خانپوری، رحمۃ اللہ علیہ خانپور ضلع ہزارہ کے مشہور علمی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے دادا مولانا قاضی محمد حسن عرف غلام حسن صاحب ہری پور کے قریبی قصبہ تلوکر کے ایک ذی علم گھرانے میں پیدا ہوئے اور خود بھی اپنے علم و تقویٰ کے اعتبار سے اپنے اقران و اماثل میں ممتاز تھے۔

خان پور کے قاضی القضاۃ مولانا عبدالصمد مرحوم گکھڑوں کی اس ریاست میں افتا و قضاء کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اور حکام و عوام میں یکساں عزت و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کے اولاد نرینہ کوئی نہیں تھی۔ غالباً تین بچیاں ہی تھیں اور اس بارہ میں خصوصیت سے اپنے جانشین کے مسئلہ پر اکثر پریشان رہتے تھے۔ آپ کی نظر نوجوان غلام حسن پر پڑی، علم و فقاہت اور دینداری کا یہ پیکر آپ کو پسند آیا۔ آپ نے انہیں اپنا داماد بنانے اور خانپور میں اقامت اختیار کر کے مسندِ قضا سنبھالنے کا خیال ظاہر کیا اور چند معززین کے توسط سے یہ معاملہ طے ہوگیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے داماد قاضی غلام حسن کو اپنے بعد خانپور کا قاضی نامزد کیا اور اس مضمون کا ایک اعلامیہ فارسی میں لکھ کر راجگان خان پور اور معززینِ علاقہ کی تصدیق و توثیق کے ساتھ جاری کر دیا۔

قاضی محمد حسن عرف غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرائض حسن و خوبی سے

Marfat.com

انجام دیئے اور خانپور اور اس کے مضافات میں اسلامی نظام قضاء کے ذریعہ قرآن وسنت کی بالادستی قائم کی۔

مرحوم کے تین صاحبزادے قاضی عبدالاحد فرزند اکبر، قاضی محمد افضل عرف خلف اوسط اور قاضی یوسف حسین فرزند اصغر رحمہم اللہ تعالیٰ آگے چل کر اس خاندانِ قضا کا نام روشن کرنے کا موجب بنے۔ یہ تینوں اپنے اپنے وقت میں قرآنِ حکیم کے ممتاز مفسر، علومِ حدیث کے فاضل متبحر اور معارف اسلامی کے ماہر و عارف تھے۔

ان میں سے منجھلے صاحبزادے قاضی محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہمارے صاحب تذکرہ قاضی محمد عبداللہ ۵ ستمبر ۱۸۸۸ء ربیع الاول ۱۳۰۵ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ بچپن ہی سے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، ماشاء اللہ ذہین اور طرار تھے۔ کچھ بڑے ہوئے تو ابتدائی کتابیں گھر پر پڑھیں۔ سکول میں داخل ہوئے تو اپنے ذوق شوق اور ذہانت کی بنا پر بہت جلد ترقی کی اور آگے چل کر اچھا تعلیمی کیریر بنایا۔

سلسلہ تعلیم جوں جوں آگے بڑھا۔ آپ کے جوہر نکھرتے چلے۔ آپ نے خانپور کے علاوہ ہری پور، ایبٹ آباد اور پشاور میں بھی تعلیم حاصل کی۔ پشاور میں مشہور اور ممتاز اہل حدیث عالم دین حافظ محمد رمضان مرحوم سے دینی کتابیں پڑھیں اور پشاور سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ ملازمت کے سلسلہ میں بھی منسلک رہے۔

بعد میں آپ کے والد قاضی محمد صاحب بھی پشاور منتقل ہوگئے۔ اور قاضی محمد عبداللہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلے کے لیے ہندوستان روانہ ہوگئے۔ وہاں آپ نے ایم اے کا امتحان پاس کیا اور ساتھ ہی ایل ایل کے امتحان میں بھی کامیابی حاصل کی۔ علی گڑھ کے زمانہ قیام میں آپ نے زیارۃ القبور کے عنوان پر ایک عربی رسالہ کا ترجمہ شائع کیا۔ جو آپ کے بزرگوں خصوصاً تایا محترم قاضی عبداللہ[1]

---

[1] یہ رسالہ التودد الوافی کے ساتھ طبع ہوا تھا۔ مولفہ محی الدین برکوی جو ترکی کے حنفی جید عالم تھے۔ (م ۹۸۱ھ) العقد المنظوم فی ذکر افاضل الروم۔

Marfat.com

نے بہت پسند کیا۔

مڈل کے درجہ پر پہنچ کر آپ نے تعلیم چھوڑ دی۔ پھر اپنے نانا محمد غوث مرحوم کے کہنے پر کہ اگر مڈل پاس کر لیتے تو کہیں عرائض نویس رکھوا دیتا۔ آپ نے پہلے تو انگریزی پڑھنے کی بجائے عربی پڑھنے کو ترجیح دی۔ اور یہ شعر سنایا؎[1]

وَاللہِ ماماتَ جوعاً عالماً ابدا سل النار مخ عنروالمدوادین

پھر دوبارہ اسکول میں داخلہ لے لیا اور محنت و ذہانت کی بدولت آگے بڑھتے گئے۔ میٹرک میں فرسٹ ڈویژن کے علاوہ وظیفہ بھی لیا۔ پشاور ایڈورڈ کالج سے ایف اے کیا۔ جے وی کے امتحان میں اول آئے، تمغہ بھی ملا۔ دو سال بعد ایس اے۔وی فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور پھر محکمہ تعلیم میں پندرہ سال کی ملازمت کے بعد علی گڑھ چلے گئے۔

وکالت کا امتحان پاس کرنے کے بعد ہری پور، ایبٹ آباد اور صوبہ سرحد کے بعض دوسرے مقامات پر پریکٹس کرتے رہے اور آخر کار مانسہرہ ضلع ہزارہ میں مستقلاً مقیم ہو گئے۔ قیام مانسہرہ کے دوران میں اکثر خانپور آتے جاتے رہے خصوصاً والد مرحوم اور چچا جان کی وفات کے بعد تقریباً عیدین کے موقع پر بطور خاص آتے اور نمازِ عید پڑھایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بعض اوقات اپنے خاندان اور متعلقین کی تقریبات شادی غمی میں شامل ہوتے تھے۔ نیز راجگان خان پور کی طلب و خواہش پر بھی وطن آتے رہتے تھے۔ مرحوم عالم باعمل سنت کے شیدائی اور توحید کے عاشق تھے۔

قاضی محمد عبداللہ مرحوم نوعمری ہی میں مناظرانہ اندازِ مزاج کی بنا پر اپنے سے بڑی عمر کے لوگوں کو اختلافی مسائل میں زچ کر دیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں کئی بدعتی مولویوں سے آپ کی جھڑپیں ہوئیں اور آپ نے انہیں لاجواب کر

[1] یہ شعر صاحب سبل السلام کا ہے۔ دیکھو صفحہ نمبر ۲۰۔ الظفر اللاضی طبع بھوپال۔

Marfat.com

دیا۔ اپنے بعض مرزائی ساتھیوں کا عربی گرائمر میں مہارت کی بنا پر قافیہ تنگ کیا۔

ایک خط میں لکھتے ہیں کہ یہ حسنِ اتفاق ہے کہ ابوالکلام آزاد اور جواہرلال نہرو، دونوں کا سن پیدائش بھی وہی ہے۔ جو میرا ہے۔ یعنی ۱۸۸۸ء / ۱۳۰۵ھ اور میری طویل العمری والدہ مرحومہ کی دعا کا نتیجہ ہے۔

آخرکار تقریباً اکیانوے برس کی عمر پاکر ۲۰ اپریل ۱۹۷۹ء مطابق ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ) بروز جمعۃ المبارک رحلت فرماتے دارالبقا ہوئے[1]۔ اِنّا لِلّٰہِ وانا الیہ راجعون۔ اللّٰھم غفرلہٗ وارحمہ وادخلہ الجنۃ آمین!

---

[1] آخری تالیف ان کی "بطشِ قدیر بر مہرِ منیر" اور دوسری یہی "فتح الغفور" ہے۔ (ع۔ ح)

Marfat.com

تکملہ رسالہ فتح الغفور فی تذکرہ علمائے خانپور

جیسا کہ ابتداء میں گزارش کیا جا چکا ہے کہ علمائے خانپور کا تذکرہ مولانا قاضی محمد عبداللہ صاحب مرحوم نے ملک امام خان سوہدروی مغفور اور خاکسار کے زور دینے پر جمع فرمایا۔ جس کی وجہ حضرت میاں سید نذیر حسین محدثؒ کا قاضی صاحب مرحوم سے رشتہ تلمذ اور حضرت عبداللہ غزنوی صاحب سے تعلق ارادت تھا۔ لہٰذا چونکہ یہ خیال مرحوم قاضی کے ذہن پر مستولی رہا۔ اس لیے خانپور کی بعض اہم اور بزرگوں کی شخصیتیں مرحوم کی تحریر سے رہ گئیں لہٰذا محترم حکیم محمد یحییٰ خاں صاحب شفا مدظلہ العالی نے اپنے بزرگوں کے ذکر جمیل پر مشتمل تکملہ تذکرہ علمائے خانپور لکھ کر اس سلسلہ باب کی تکمیل فرما دی ہے۔ اس کاوش کے لیے خاکسار ان کا مزید ممنون ہے جزاہ اللہ خیرا (خاکسار محمد عطاء اللہ حنیف)

مجاہد فی اللہ بابا طفیل محمد رحمۃ اللہ علیہ

بارہویں صدی ہجری (اٹھارہویں صدی عیسوی) آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ چند سال ہی پہلے کی بپتا ہے کہ شاہجہان آباد نادری یلغار کا صید زبوں بنا تھا۔ دلی لٹ گئی، دلی والے کٹ گئے، شہر کا شہر تلواروں کی باڑھ پر تھا۔ محمد شاہ رنگیلا اور نادر قلی افشار آپس میں پگڑی بدل بھائی تو بن گئے پر دلی کو ہمہ گیر لوٹ کھسوٹ سے نہ بچا سکے۔ کئی دن تک قتل عام کا سلسلہ جاری رہا۔ دارالسلطنت کی صدیوں سے جمی جمائی پُرسکون اور مطمئن فضا پر بے چینی اور اضطراب کے ڈراؤنے سائے منڈلانے لگے اور پورے ملک کا امن چین غارت ہو کر رہ گیا۔

انہیں دنوں کی بات ہے کہ راجپوت چوہانوں کا ایک قدیم پردار، راجدھانی

Marfat.com

کے دگرگوں حالات سے دل برداشتہ ہو کر اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے لیے گوشۂ عافیت کی تلاش میں گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اگرچہ کوئی متعین منزل سامنے نہ تھی تاہم ان کے قدم شمالی اور مغربی ہند کی سنگلاخ لیکن پُرسکون وادیوں کی طرف بڑھنے گئے۔

یوں تو ان راناؤں کی سرشت جنگجویانہ تھی۔ افتادِ مزاج کے اعتبار سے یہ لوگ بڑے صعب اور صعوبت آزما واقع ہوئے تھے۔ پھر بھی حالات کی سنگینی اور آئے دن کی لوٹ مار سے بہت پریشان تھے ان کے پرکھوں نے گزشتہ دو صدیوں میں مغل دربار کی بے حد خدمت کی تھی۔ ممتاز عسکری اور انتظامی عہدوں پر فائز رہ کر عزت و آسودگی کے ساتھ وقت بسر کیا تھا اور شاید یہی وجہ تھی کہ امن و آسائش کے عادی ہو کر یہ لوگ رفتہ رفتہ اپنی پرانی روایات سے عاری ہوتے گئے تھے۔

اب سلطنت کے اضمحلال اور نظم و نسق کے روز افزوں اختلال کی بدولت امن و سکون کا شیرازہ بکھر گیا تو یہ گھرانہ بھی اجڑتی ہوئی دلی کے کئی اور گھرانوں کی طرح اپنی جنم بھومی چھوڑنے اور امن و عافیت کی دیوی کو ڈھونڈنے کی خاطر رختِ سفر باندھنے پر مجبور ہو گیا۔

پہلے تو کچھ عرصہ یہ لوگ ستلج کی وادی میں ٹھہرے۔ پھر آگے کو شمال کی طرف بڑھے اور بڑھتے ہی چلے گئے۔ یہاں تک کہ جہلم اور چناب کی وادیوں کے اتر میں جا پہنچے۔ یہاں فضا کچھ پُرسکون معلوم ہوئی۔ سیالکوٹ اور اس کے مضافات میں خود انہی کی ذات گوت کے کچھ لوگ پہلے ہی سے آباد تھے۔ یہ بھی وہیں رچ بس گئے۔

اس کنبے کے سربراہ، تھوڑے ہی عرصہ میں اردگرد کے علاقہ میں، ایک

Marfat.com

شرافت، وجاہت اور حوصلہ مندی کے باعث مشہور ہوگئے۔ ان کی سوشل شخصیت اور عمدہ سبھاؤ نے ایکھ کے دونوں طرف بسنے والے ہندو مسلمان سرداروں میں ان کو ہر دل عزیز بنا دیا۔ چند سال گزرے ہوں گے کہ راؤ جتندر سنگھ (غالباً بڑے راؤ صاحب کا نام یہی تھا۔ ویسے ایک روایت میں جوگندر یا گجندر سنگھ بھی سننے میں آیا ہے۔) کا اٹھنا بیٹھنا مسلمان سرداروں میں زیادہ ہوگیا اور وہ ان سے اتنے متاثر ہوئے کہ بخوشی حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ اور ان کے ساتھ ان کے پریوار کے دوسرے چھوٹے بڑے مرد عورتیں بھی آغوش اسلام میں داخل ہو کر مطمئن و خورسند ہوگئے۔

اسی خانوادہ کا ایک گل سرسبد، طفیل محمد، جو انیسویں صدی کے آغاز میں عالم وجود میں آیا تھا۔ اپنے وقت میں اسلامی علوم وفنون کا شناور حقائق ومعارف کا پیکر، عالم وفاضل اور زاہد وعابد انسان تھا۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ بابا طفیل رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کی تحریک جہاد سے بے حد متاثر تھے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بیوی بچوں اور دوسرے متعلقین سمیت سیالکوٹ سے ہجرت کرکے شمالی خطے میں چلے آئے۔ راولپنڈی کے قریب ایک مقام کوری دلال میں کچھ عرصہ مقیم رہے بال بچوں کو یہاں بسا کر بابا صاحب سیدین شہیدین کی عملی رفاقت کی غرض سے سرزمین ہزارہ میں وارد ہوئے۔ چند معرکوں میں حصہ لیا۔ پھر اپنے اہل وعیال کو جا کر اپنے ساتھ خانپور لے آئے اور اپنے صوفی منش فرزند میاں عبداللہ کو ان کی نگرانی کے لیے یہیں چھوڑ کر خود پھر مجاہدین کی صفوں میں جا شامل ہوئے اور اب کی دفعہ کم وبیش دو تین سال تک مجاہدین میں شامل رہے۔

۱۸۳۱ء/۱۲۴۶ھ میں فاجعہ بالاکوٹ کے بعد بابا طفیل رحمۃ اللہ علیہ شکستہ خاطر ہو کر ایک مدت کے لیے گوشہ گزین اور خانہ نشین ہوگئے۔ کہتے ہیں آپ معرکہ

Marfat.com

کارزار میں زخمی ہو گئے تھے۔ دوسرے زخموں کے علاوہ پیشانی اور کنپٹی کے پاس ایک بڑا زخم اور شگاف تھا۔ جو رفتہ رفتہ مندمل تو ہو گیا۔ لیکن ہڈی میں سوراخ رہ گیا چنانچہ اس میں سے ہوا کے گزرنے سے پرسیٹی کی آواز آتی تھی۔

کم و بیش دو سال بعد آپ خانپور پہنچے اور چند سال تک گھر میں بال بچوں کے ساتھ رہے۔ ریاضت اور مجاہدہ کا شغل جاری تھا اور تعلیم و تدریس میں بھی مصروف تھے۔ البتہ معاملات معاش سے کوئی سروکار نہ تھا۔ ان امور کی دیکھ بھال میاں عبداللہ اور بابا ڈھیرا کے ذمہ تھی اور انھوں نے اچھی خاصی زمینداری کر رکھی تھی۔

اچانک ۱۸۳۶ء میں رختِ سفر باندھ کر عازمِ حجاز ہو گئے۔ گھر میں کسی کو کچھ بتایا نہیں تھا۔ لوگ یہی سمجھے کہ غالباً سیالکوٹ وغیرہ کی طرف گئے ہوں گے۔ لیکن مدت تک کہیں سے ان کی کوئی خیر خبر نہیں ملی۔ گھر والے تن بہ تقدیر مشیت ایزدی پر صابر و شاکر ہو کر بیٹھ گئے ادھر یہ حضرت دیارِ شوق جا پہنچے ۱۲۵۲ھ ۱۸۳۷ء میں فریضۂ حج ادا کر کے کچھ مہینے حرمین شریفین میں بسر کیے۔ پھر جزیرہ نما عرب کی سیاحت کے شوقِ بے محابا سے سرشار بلکہ بے قرار ہو کر وہاں سے چل کھڑے ہوئے۔ جزیرۃ العرب ان دنوں نجدیوں، عربوں اور ترکوں اور مصریوں کی باہمی آویزشوں کا اکھاڑہ بن رہا تھا۔ اور بطن جزیرہ کا سفر تو بے حد صبر آزما، صعب اور جان جوکھوں کا کام تھا، اس سفر کے شدائد و مصائب کا ہم لوگ آج اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

بابا طفیل رحمۃ واسعۃ بفیضِ جنانہ کی زبانی روائتوں سے پتہ چلتا ہے کہ قیسِ عامری کی طرح کمر ہمت باندھنے اور دیارِ لیلیٰ کی جانب کشاں کشاں چلتے جانے کے مجنونانہ عزم کے باوصف ایسے ایسے شدائد سے دوچار ہونا پڑا کہ لبا اوقات تاب گام فرسائی باقی نہ رہتی اور بے حال اور نڈھال ہو کر گھنٹوں فرش راہ بنا پڑا رہتا

Marfat.com

پھر جب کچھ سکت مجتمع ہوتی اٹھتا اور بادیہ پیمائی شروع کر دیتا۔ اس پر مستزاد، رہ آورد سفر کئی اور مشکلات و موانع ایسی تھیں کہ جان ناتواں کے ساتھ لگی تھیں ؎

ہر بلائے کز آسماں آید — خانۂ انوری کند آباد

بہر نوع، دل میں لگن ہو۔ جذبہ صادق محرک ناطق ہو تو مصائب و عوائق کی یلغار بھی حوصلے پست نہیں کر سکتی۔ انسان ضعیف البنیان، طغیان حالات کے مقابلے میں تائید و نصرت الٰہی سے صبر و استقامت کی چٹان بن جاتا ہے ؎

در راہِ منزل لیلےٰ کہ خطرہاست بسے

شرطِ اول قدم آنست کہ مجنون باشی

بالآخر بہ ہزار رقت و مصیبت منزل ہفت خوان مصائب طے کر کے دیارِ لیلیٰ میں آ پہنچے۔ یہ تو پتہ نہیں کہ راستہ کونسا تھا اور بدرقہ کیا تھا؟ لیکن جب پہنچ ہی لیے تو اب ان باتوں کی پروا کسے ہے ؎

سفینہ جب کہ کنارے پہ آ لگا غالبؔ

خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے!

درعیہ جو شیخ کا مرکزِ دعوت اور آل شیخ کا مستقر تھا، بے پناہ اور ناقابل بیان مصائب جھیل کر پہنچنے والے بابا طفیل مجاہد ہندی کے لیے اپنی آغوشِ محبت وا کئے منتظرِ وصال تھا۔ آپ وہاں کئی سال تک مقیم رہے۔ ایک بڑی بی کہتی تھیں کہ وہاں نجد میں قاضی عبدالرحمٰن کے پاس ٹھہرے تھے۔ اندازہ ہے کہ یہ بزرگ وہی آل الشیخ عبدالرحمٰن بن حسن بن الشیخ محمد رحمۃ اللہ کی ذات گرامی تھی۔ جو اپنی نوسالہ جلاوطنی کے بعد کچھ ہی مدت پہلے مصر سے واپس درعیہ پہنچے تھے۔

یہ امیر فیصل بن ترکی کا عہد تھا اور شیخ عبدالرحمٰن انہی کے قاضی القضاۃ تھے سبحان اللہ! یہ بھی تاریخ کا ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب

Marfat.com

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعوت کے آغاز کے پورے ایک سو سال بعد ان کا ایک ہندی (پاکستانی) عقیدت مند ان کے جلیل القدر پوتے کی خدمت میں مجسم سلام شوق بن کر حاضری دے رہا ہے ؎

سلام علیٰ نجد و من حل بالنجد

وان کان تسلیمی علی البعد لا یجدی

قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے دوران قیام میں بابا طفیل علیہ الرحمہ نے حضرت قاضی القضاۃ الشیخ عبدالرحمٰن اور ان کے نامور فرزند الشیخ عبداللطیف رحمہا اللہ سے خاطر خواہ علمی استفادہ کیا ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کم وبیش چھ سال کے بعد مجاہد فی دین اللہ بابا طفیل رحمۃ اللہ درعیہ سے روانہ ہوئے۔ اور عراق، ایران اور بلوچستان کے رستے چلتے چلاتے ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء واپس اپنے وطن پہنچ گئے۔ ایک بڑے میاں نے بابا رحمۃ اللہ کی زبانی سنی ہوئی سفر ایران و عراق کی کچھ باتیں بھی سنائی تھیں لیکن یہ بھی پچاس برس کا قصہ ہے دوچار برس کی بات نہیں، اب بس اتنا یاد ہے کہ واپسی کے دوران بابا حضرت نے بغداد اہواز، شیراز کرمان، زاہدان وغیرہ مقامات پر چندے قیام کیا تھا اور بس۔

وطن واپس پہنچ کر بابا حضرت علیل ہوگئے۔ کمزور اور ضعیف تو پہلے ہی تھے سفروں نے نڈھال کر رکھا تھا۔ اس علالت میں اور بھی رہ گئے۔ بہرحال روح بڑی توانا تھی۔ کچھ عرصہ بعد سنبھل گئے۔ لیکن حیات مستعار کے دن پورے ہو چکے تھے۔ ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۶ء میں واپسی کے تقریباً دو سال بعد رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رحمہ اللہ وغفرلہ وجعل الجنۃ مثولہ

Marfat.com

محدث خانپوری مولانا خدابخش خان مغفور

ان ہی کے نبیرہ والدی محترم حضرت مولانا ابو اسمٰعیل خدا بخش خان محدث خانپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو ریعان شباب ہی میں علوم دینی کی تحصیل کے لیے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ لڑکپن میں کچھ کتابیں قاضی خانپور راجی عبدالصمد مرحوم اور ان کے داماد تلوکر کے قاضی محمد حسن عرف غلام حسن مرحوم سے پڑھی تھیں۔ پھر پنجاب کے مختلف مدارس میں پھرتے پھراتے دہلی، سہارن پور، آگرہ، بھوپال اور جوناگڑھ کی مشہور درسگاہوں میں علم کی پیاس بجھاتے رہے۔ کچھ عرصہ گجرات کاٹھیاواڑ کے شہر احمد آباد میں بھی قیام کیا۔

آپ ۱۲۷۹ھ میں گکھڑوں کے تراسی پرگنہ ریاست خانپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان علمی دینی اور مجاہدانہ روایات کا علمبردار تھا۔ چنانچہ حسب روایات علمی ماحول میں پرورش پائی۔ قرآن مجید گھر میں ناظرہ پڑھا۔ کریما، نام حق، پند نامہ سے مروجہ تعلیم کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ بعد ہری پور کے قریب قصبہ تلوکر میں اپنی پھوپھی کے ہاں چلے گئے تو سلسلۂ تعلیم منقطع ہوگیا۔ پھوپھی کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔ اور وہ ان کو اپنے بچے کی طرح چاہتی اور بہت لاڈ پیار سے رکھتی تھیں۔ وہاں جتنا عرصہ رہے پڑھنے پڑھانے سے چھٹی اور کھیل کود میں مشغولیت رہی۔

کم و بیش چھ سات برس بعد تعلیم و تدریس کا رشتۂ گسستہ پھر جڑا۔ اور وقفوں وقفوں سے خان پور، تلوکر اور راولپنڈی مختلف جگہوں پر ابتدائی کتابیں پڑھتے رہے یہاں تک کہ سترہ اٹھارہ سال کے ہوگئے تو طلب علم کے لیے ایک دو ساتھیوں

Marfat.com

کے ساتھ پنجاب کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب کی درسگاہوں میں زیادہ نہیں رُکے البتہ ہندوستان کے مختلف مراکز علم میں ایک مدت تک متعدد اساتذہ علم سے کسب فیض کرتے رہے۔ تفصیلات تو معلوم نہیں، ہاں برادر بزرگ مولوی محمد ابراہیم مرحوم کی روایت کے مطابق بھوپال اور جوناگڑھ وغیرہ ریاستوں میں کئی سال بسر کئے۔ دہلی اور آگرہ میں زیادہ نہیں ٹھہرے۔ حدیث اور فقہ کی اکثر کتابیں سہارنپور میں پڑھیں۔ پھر قاضی محمد مچھلی شہری مرحوم کے ساتھ بھوپال پہنچے اور وہاں کچھ عرصہ کسی شعبہ میں کارپرداز رہے۔

تکمیل تعلیم کے بعد تخمیناً اٹھائیس تیس برس کی عمر میں وطن واپس پہنچے اور علمی و تبلیغی سرگرمیاں شروع ہوئیں۔ موصوف بڑے طلیق اللسان واعظ اور شیوا بیان خطیب تھے۔ ابتداء میں کچھ عرصہ ضلع ہزارہ کے بعض مقامات بالخصوص گلیات کے علاقہ میں وعظ و تذکیر کا کام کیا۔ پھر راولپنڈی آگئے۔ پہلی بیوی ایک بچہ اور بچی چھوڑ کر فوت ہو گئی تھیں۔ یہاں ان کی دوسری شادی ہوئی۔ ایک عرصہ تک یہیں مقیم رہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان کی شادیاں وغیرہ یہیں کیں۔ بنی محلہ میں کوچہ مستریاں کے اندر شیخنا مرحوم قاضی عبدالاحد خانپوری مرحوم کے مکان کے ساتھ ہی ان کا مکان تھا۔ جو کئی سال بعد آپ نے بیچ دیا۔

انیسویں صدی عیسوی (تیرھویں صدی ہجری) کے ربع آخر کا زمانہ تھا۔ گولڑہ کی مضافاتی بستی بھیکہ سیداں میں شیعیت کا چرچا ہوا اور رفض و ابتداع کے ہنگامے شروع ہوئے۔ کہتے ہیں کہ پیر مہر علی شاہ مرحوم نے، جو انہی دنوں تحصیل علوم سے فارغ ہو کر گولڑہ میں آئے تھے۔ شیعہ مبلغین سے بحث و مناظرہ کیا اور متنازعہ مسائل میں انہیں لاجواب کر دیا۔ اس طرح یہ فتنہ کچھ عرصہ کے لیے فرو ہو گیا۔ لیکن اس کی آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی۔ یہاں تک کہ اس کی تپش پھیلنے لگی اور اردگرد کی کچھ بستیوں

Marfat.com

کے لوگ بھی اس کی لپیٹ میں آ گئے۔

موضع شاہ اللہ دتہ کے کچھ گھرانے بھی اس سے متاثر ہوئے اور سیدوں کے چند خاندان شیعہ ہو گئے۔ اور یوں اس بستی کے مکینوں میں مذہبی نزاع کا آغاز ہوا۔

والدی مغفور، جو محدث خانپوری کے لقب سے ملقب تھے اور اس نواح میں اپنی جولانی طبع اور خوش بیانی کے لیے معروف و ممتاز تھے۔ اس سے قبل باشندگانِ دِتہ میں متعارف تھے۔ شاہ اللہ دتہ کے اہل سنت والجماعت نے انہیں رفض و شیعیت کی تردید کی غرض سے اپنے گاؤں میں مدعو کیا۔ اور جب دونوں طبقوں میں کشیدگی کچھ زیادہ بڑھ گئی تو شیعہ حضرات نے لکھنؤ سے اپنے مسلک کے بعض نامور علماء کو مولوی خانپوری صاحب سے مناظرہ کے لیے بلوایا۔

غالباً ۱۸۹۵ء / ۱۳۱۲ھ کا موسم بہار تھا کہ شیعہ مجتہد سرکار نجم العلماء کے بھجوائے ہوئے اور مدرسۃ الواعظین کے صدر الافاضل دو جید عالم، شاہ اللہ دتہ کی پُر فضا بستی میں وارد ہوئے۔ ادھر ہمارے تیس تیئیس سالہ نوجوان محدث خانپوری ان کی پذیرائی کے لیے پہلے ہی سے موجود تھے۔ رات کو عشائیہ اور صلوۃ العشاء کے بعد والدی مرحوم اپنے دو تین احباب کی معیت میں لکھنوی مہمانوں سے ملاقات اور رسمی دیدار کی غرض سے مسجد سیداں میں پہنچے۔ گھنٹہ پون گھنٹہ باہم تعارف اور مذاکرے میں گزرا محدث خانپوری مرحوم نے اپنے اسفار علمی کے سلسلہ میں متعدد بلادِ ہند میں اپنے قیام، بعض اساتذہ اور احباب کا تذکرہ کیا۔ کچھ علمی نکات پر گفتگو ہوئی اور اگلے روز پھر ملنے کا بتوفیقہ تعالیٰ وعدہ کر کے چلے آئے۔

اس وضع کے لوگوں نے بڑے استعجاب کے ساتھ یہ بیان کیا تھا کہ اگلی صبح دونوں لکھنوی بزرگوار اپنے میزبانوں کے شدید اصرار کے باوجود پشاور کے لیے روانہ ہو گئے۔ مذ: یہ کہا کہ ہم نے اہالیان پشاور کو وقت دیا ہوا ہے۔ رات والے

Marfat.com

مولوی صاحب سے مناظرہ ہم پشاور سے واپس آکر کریں گے ۔

ان کے اس خلاف توقع اور اچانک پروگرام سے بستی کے شیعہ سنی دونوں فریقوں نے یہی تاثر لیا کہ رات کی بات چیت میں شیعہ مناظرین نے اپنے حریف مقابل کی علمی وجاہت اور زبان وبیان کی خداداد صلاحیت سے مرعوب ہوکر یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ ان سے میدانِ مناظرہ میں گوئے سبقت لے جانا ان کے بس میں نہیں ۔ اور خیر اسی میں ہے کہ یہاں سے اس وقت ٹل جائیں ۔ مناظرہ میں فرار سے پہلے ہی فرار بہتر ہے ۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی ۔

اس واقعہ کے بعد حضرت محدث خانپوری رحمۃ اللہ علیہ کم وبیش چار سال مزید اسی گاؤں میں مقیم وعظ وتذکیر اور تدریس وتبلیغ کا فریضہ ادا کرتے رہے ، یہیں آپ کے ایک صاحبزادے اسمٰعیل اور صاحبزادی آنسہ خدیجہ ۹ اور ۱۱ سال کی عمر میں یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے ۔ اور یہیں آپ نے بعض بچوں کی ازدواجی تقریبات بھی منعقد کیں ۔

صدی کے آخری ایام میں بعض خانگی احوال ومسائل کے باعث آپ ایک بار پھر دار السرور خانپور چلے گئے ۔ لیکن کم وبیش پانچ سال بعد ہی معززین شاہ اللہ دتہ کے اصرار و ابرام پر واپس آنا پڑا ۔ اس علاقہ کے اہل سنت والجماعۃ تو آپ کے مواعظ خطبات کے والہ وشیدا تھے ہی شیعہ اکابرین بھی آپ کے علم وبراعت کے قائل اور قدر دان تھے ۔ عقیدہ ومسلک کی مغایرت کے باوصف مولانا خانپوریؒ سے ان لوگوں کے تعلقات بہت اچھے تھے ۔ یہی وجہ ہے اس علاقہ کے عوام وخواص کی محبت ، عقیدت اور مروت نے آپ کے قدم اس مضبوطی سے تھام لیے کہ آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسی بستی کے ہو رہے اور مدت العمر انہی چاہنے والوں میں بسر کر دی ۔

Marfat.com

محدث خانپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے وعظ و خطابت کا چرچا دور و نزدیک کے علاقے میں پھیلا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ ارد گرد کے قصبات میں بھی وعظ و تقریر کے لیے جاتے رہتے تھے۔ راولپنڈی شہر کے بعض قدیم بڑے بوڑھے ان کی مناظرانہ قابلیت کے بعض واقعات مجھے سناتے رہے ہیں۔ میں ان دنوں کم عمر تھا۔ بہت سی باتیں ذہن سے اتر گئیں ہاں اتنا یاد ہے کہ تالاب پختہ (جسے آج کل بنی کہتے ہیں اور جہاں اب تالاب کی جگہ مارکیٹ تعمیر ہو چکی ہے) اس زمانے میں اس کے ارد گرد میدان تھا اور بعض حصّوں میں گھنیرے چھتنار درخت تھے۔ جن کے سایوں میں وعظ و تبلیغ۔ چھوٹے موٹے جلسے اور کھیل تماشوں کے پڑ جمتے تھے۔ مرحوم حاجی فضل الٰہی نے آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے مجھے بتایا تھا کہ میں نے خود ایک نامی پادری کے ساتھ مولوی خانپوری کا مناظرہ سنا اور پادری کو مبہوت و لاجواب ہو کر میدان سے بھاگتے دیکھا۔ انھوں نے پادری کا نام فلینڈر یا فینڈر بتایا تھا۔

محدث خانپوری مرحوم کے دو لڑکے محمد اسماعیل اور محمد سلیمان نیز ایک لڑکی خدیجہ نو عمری میں ہی وفات پا گئے تھے۔ ایک لڑکے محمد ابراہیم کو گھر پر ضروری دینی تعلیم دینے کے علاوہ مروجہ مکتبی ایجوکیشن سے بھی آراستہ کیا گیا اور گزشتہ صدی کے آخری عشرہ میں لاہور سنٹرل ٹریننگ کالج میں تربیت دلوائی گئی۔ اس سے پہلے کچھ عرصہ وہ پشاور میں بھی پڑھتے رہے تھے۔ ٹریننگ کے بعد وہ پہلے راولپنڈی کے اسلامیہ ہائی سکول میں متعین ہوئے۔ پھر کوری، گکھڑ، گلی، ٹیکسلا، گولڑہ اور ضلع کے بعض دوسرے مقامات پر مڈل اور ہائی اسکولوں کے ہیڈ ماسٹر رہے۔ آخر ریٹائرڈ ہو کر ۱۹۶۲ء میں بعمر ۸۲ سال راولپنڈی میں وفات پائی۔

میں ابھی عالمِ شیرخوارگی میں تھا کہ آپ کی حیاتِ مستعار کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور ۱۳۳۲ھ کے اوائل میں آپ اس دارِ فانی کو الوداع کہہ کر عالمِ جاودانی کی سمت

Marfat.com

رحلت فرما ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

رحمتِ حق بخاک پاکش باد

اللھم ارحمہ واغفرلہٗ وادخلہ جنات الفردوس۔

حضرت شیخنا مرحوم قاضی عبدالاحد خانپوری رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں میرے سر پر ہاتھ پھیرتے اور از راہ شفقت فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے بھائی مولوی خدابخش کی نشانی ہے آپ نے اپنے ایک شاگرد مولوی عبدالرحیم اکا کشمیری کو میری ابتدائی تعلیم پر مامور فرمایا اور جب میں کچھ رواں ہوگیا تو کچھ کتابیں خود بھی پڑھائیں میں شروع میں ان سے حدیث کی ابتدائی کتاب بلوغ المرام اور طب کی اولین کتاب موجز القانون ایک ساتھ پڑھا کرتا تھا۔

والدی مغفور کی وفات کے بعد ہم لوگ شاہ اللہ دتہ ہی میں سکونت پذیر رہے بڑے بھائی مولوی محمد ابراہیم بسلسلہ ملازمت گھر سے باہر تھے۔ بہن عائشہ اپنے سسرال میں تھیں اور گود کا بچہ والدہ کے پاس تھا۔ جب بڑا ہوا اور گھر سے باہر آنے جانے لگا۔ تو جن دنوں پنڈی میں ہوتا بڑے قاضی صاحب سے پڑھتا اور گاؤں میں ہوتا تو سکول میں حاضری دیتا۔ تعلیم و تربیت کا ابتدائی مرحلہ گھر میں ہی طے ہوا۔ اور یوں میرا دورِ طفولیت بیت گیا۔

حضرت محدث خانپوری رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی زیادہ لمبی عمر نہیں پائی۔ اکیاون باون برس کے پیٹے میں سفر زندگی تمام ہوگیا۔ اس میں سے تیس سال کی مدت تعلیم و تعلم کی لیلائے دل نواز کی طلب و تلاش میں مختلف بلاد و امصار کی بادیہ پیمائی میں گزری صرف بیس بائیس برس کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجہ میں سرزمین پوٹھوہار کے شمالی حصہ میں توحید و سنت کی اشاعت واقامت اور شرک و بدعت کی اماطت و اماحت کا اہم کام ہمہ گیر اور دوررس انداز میں انجام دیا۔ رسومِ جاہلیت کے متوالوں

Marfat.com

کے اس خطہ میں آپ کی سعی مشکور کے نتیجہ میں کئی مقامات پر قرآن وحدیث کی شمعیں روشن ہوگئیں اور دینِ حنیف کے شیدائی توحید وسنت کا پرچم ہاتھوں میں لیے میدانِ تبلیغ میں نکل آئے۔ اس طرح متبعین سنت کا ایک اچھا خاصا گروہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کی تلقین کرنے کے لیے پوٹھوار کے شمال وجنوب میں پھیل گیا۔ آپ کے مسترشدین میں قاضی محمد رفیع آف بھڈانہ، ٹھیکیدار افضل احمد آف جوڑی، منہاج الدین اور مولوی برہان الدین جہلمی وغیرہ مرحومین کے اسمائے گرامی نمایاں اور ممتاز ہیں۔ آپ کا حلقہ اثر وعمل سندھ اور جہلم دریاؤں کے درمیان کی تمام وادیوں پنجکٹھ، ٹیکسلا۔ دھنی۔ کھیبی۔ سوان، سون سکیسر اور اعوان کاری وغیرہ کے طول وعرض تک پھیلا ہوا تھا۔

Marfat.com

حاذق العصر حکیم مولانا محمد یحییٰ خاں صاحب شفاء

مدیر "ارمغان" راولپنڈی

مندرجہ بالا عنوان سے، میرے حالات وسوانح پر ایک مبسوط مقالہ پندرہ بیس برس پہلے میرے ایک تلمیذ عزیز مضطر شفائی سلمہٗ نے مرتب کیا تھا۔ جو انھوں نے حکیم سعید صاحب کی طلب پر انھیں بھجوادیا تھا۔ اور وہ ہر چیز کہ درکان نمک رفت نمک شد کا مصداق ہوگیا۔ اس کی نقل اپنے پاس ہوتی تو وہی بھجوادیتا۔ میری بڑی مشکل آسان ہوجاتی۔ اس میں حالات ترتیب اور سلیقہ سے مندرج تھے۔ بہرصورت اب میں یہاں اپنی حیاتِ مستعار کے چند کوائف کسی آہنگ و فرہنگ کے بغیر تحریر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ واللہ مستعان وھو الموفق الی الخیر۔

میری پیدائش تو دارالسرور خانپور میں ہوئی۔ جو اس زمانہ میں گلشن ہزارہ کا سرسبز شاداب حظیرۂ قدس تھا۔ والدیٔ مغفور، حضرت محدث خانپوری کے دائرہ تبلیغ کا مرکز ان دنوں موضع شاہ اللہ دتہ ضلع راولپنڈی کا ایک قدیم تاریخی مقام تھا۔ اس لیے بچپن کا کچھ حصہ اسی وادی میں اور بقیہ راولپنڈی میں گزرا۔

میں ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء کے اواخر میں پیدا ہوا اور ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۵ء کے اوائل میں میرے والد مرحوم وفات پاگئے۔

تو آگہی کہ مرا از غروب ایں خورشید
چہ گنج ہائے سعادت زیاں جان آمد؟

ظاہر ہے کہ میرا دورِ یتیمی خاصی بے سروسامانی میں بسر ہوا۔ چنانچہ تعلیم وتربیت

Marfat.com

کی ابتدائی جدول بھی کچھ کٹی پھٹی سی ہے۔

اپنی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں میں اپنی والدہ ماجدہ غفرلہا کے بعد سب سے زیادہ شیخنا مرحوم حکیم قاضی عبدالاحد خانپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ممنونِ التفات ہوں اس کے علاوہ گولڑہ کے قاضی اور مفتی حکیم محمد غوث مرحوم کی استادانہ شفقتوں کا بھی زیرِ بارِ احسان ہوں۔ جنہوں نے گولڑہ اسکول میں میری رسمی تعلیم کے دوران مجھے فارسی کی چند ابتدائی کتابیں پڑھائیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف تو میں ورنیکلر فائنل کے امتحان میں نمایاں حیثیت سے کامیاب ہوا اور دوسری طرف عربی، فارسی کی جزوی تعلیم اور علاج معالجہ میں ضروری دسترس سے بہرہ مند ہو گیا۔

اس اثنا میں ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء میں استاذی مغفور قاضی عبدالاحد خانپوری قدس اللہ سرہٗ کا انتقال ہو گیا اور چندے بعد حضرت قاضی گولڑوی بھی رہ گرائے عالم بقا ہو گئے۔ اور میرا باقاعدہ سلسلہ تعلیم ناتمام رہ گیا۔

اب میں نے پہلے تو کچھ عرصہ محکمہ تعلیم پنجاب میں بحیثیت مدرس کام کیا۔ پھر تکمیل تعلیم کے لیے عازم دہلی ہوا۔ جاتے ہی طبیہ کالج دہلی میں داخلہ مل گیا۔ تھوڑے عرصہ بعد جب اساتذہ و عمائدین کالج کو میری علمی و فنی صلاحیتوں کا اندازہ ہوا تو وہ مجھے ازراہِ حوصلہ افزائی اور قدردانی خارجِ نصاب سرگرمیوں میں برابر کی حیثیت دینے لگے تحقیق و ریسرچ کے کچھ کام میرے سپرد کئے اور علمی مجالس اور مذاکراتی محفلوں میں میری شمولیت ضروری قرار دی گئی۔

تعلیم و تعلم کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ کالج کے بورڈ آف ٹرسٹیز اور اساتذہ کے مابین چپقلش شروع ہوئی۔ سیکرٹری کالج حکیم جمیل میاں کے رویہ نے حالات کو اور بگاڑ دیا۔ رفتہ رفتہ صورتِ احوال ناگوار حد تک پہنچ گئی۔ اور نوبت بایں جا رسید کہ باقاعدہ اسٹرائک ہو گئی۔ طلبا قدرتاً اپنے اساتذہ کی پارٹی اور منتظمہ کی مخالف لابی

Marfat.com

میں تھے۔ اسٹرائیک نے طول کھینچا۔ بعض اساتذہ بددل ہوکر کالج سے الگ ہو گئے کچھ دکن اور بھوپال کی طرف چلے گئے۔ کچھ نے وہیں قرول باغ میں علیحدہ درسگاہ کی بنا رکھ دی۔ بیرونجات کے طلباء کے لیے کئی طرح کے مسائل اٹھ کھڑے ہوئے۔ میرے ساتھ پنجابی طلبا کا ایک وقیع گروپ تھا۔ ہم میں سے بہت سے لڑکے واپس چلے آئے۔ میں شفاء الملک دلبر حسن خاں بھٹی مرحوم سے ملاقات کی خاطر پٹیالہ پہنچا۔ یہ مجھے دلی سے جانتے تھے۔ اور مختلف مجالس میں مجھے دیکھ چکے تھے۔ ان کے اصرار پر کچھ عرصہ میں بھوپندرا طبیہ کالج میں پڑھاتا رہا۔ پھر وطن مالوف واپس آگیا۔

یہاں راولپنڈی میں مطب کا آغاز کیا اور ساتھ ہی قدیم مسجد اہل حدیث میں امامت و خطابت کی ذمہ داریاں بھی سنبھال لیں۔ اس کی تعمیر نو اور انتظامی امور کی نگہداشت بھی میرے ذمہ تھی۔ امامت و خطابت تو آگے چل کر دوسرے حضرات کے حوالے کر دی لیکن نظم و نسق کا معاملہ تقسیم ملک کے ایک عرصہ بعد تک مجھ ہی سے متعلق رہا۔ اس دوران پہلے انجمن اور پھر جمعیت اہل حدیث کی سیکرٹری شپ کی ذمہ داریاں ایک عرصہ تک حسن و خوبی سے انجام دیتا رہا۔ ادھر ضلع راولپنڈی کی جمعیۃ العلماء کا معتمد بھی تھا اور مجلس احرار اسلام راولپنڈی کا ناظم اعلیٰ بھی۔ الغرض اپنی بے بضاعتی اور کم سنی کے باوجود، دینی، تبلیغی، اصلاحی اور سیاسی ہر شعبۂ زندگی میں بساط بھر سعی و کاوش سے کام لیتا رہا۔

مطب کے علاوہ طبی محاذ پر دوسری متعدد سرگرمیوں میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ شروع میں کچھ عرصہ انجمن اطبائے راولپنڈی کی نظامت بھی میرے سپرد رہی جس کا سلسلہ آل انڈیا دائرہ طبیہ کی تشکیل تک جاری رہا۔ اسی اثناء میں مرحوم شیخ الاطباء حکیم غلام محمد اور ڈاکٹر کرم بخش بی اے کے ساتھ مل کر پنجاب طبی سکول رجسٹرڈ کے نام سے ایک

Marfat.com

طبی درسگاہ قائم کی ۔جس میں ایک عرصہ تک کلیات و معالجات کے مضامین پڑھاتا رہا۔

آل انڈیا دائرہ طبیہ کی تشکیل ہم نے خالص علمی، تحقیقی، تجرباتی اور عملی ریسرچ کو منظم طریق پر آگے بڑھانے کی غرض سے کی تھی ۔فنی اور گروہی سیاست سے پوری طرح اجتناب مدنظر تھا۔ چنانچہ مجلس تجربات اور شعبہ تحقیق و تفحص وغیرہ ذیلی ادارے قائم کئے گئے ۔خیراتی اور رفاہی منصوبے مرتب کر کے کام شروع کر دیا گیا۔ لیکن ع

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

جوں جوں قدم آگے بڑھتے گئے ۔ہم خواہ مخواہ سیاست کی دلدل میں پھنستے اور الجھتے بلکہ دھنستے چلے گئے ۔ہم نے ملکی اور فنی ہر قسم سیاست سے الگ تھلگ رہ کر کام کرنے کی داغ بیل ڈالی تھی ۔لیکن حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ ہم اپنے ساتھیوں سمیت سیاست کے چکر میں آ گئے۔

دائرہ طبیہ کے حلقہ اثر و عمل میں کچھ ایسے پُر جوش اور مخلص اطبا و اہلِ فن شامل ہوتے اور موثر قوت بنتے گئے ۔جنہوں نے اس خالص فنی اور تحقیقی تنظیم کو بھی آخر کار سیاست فنی کی ناہموار وادیوں میں گام فرسائی پر مجبور کر دیا۔ ان دنوں پنجاب میں طبیبوں اور ویدوں کی رجسٹریشن کی تحریک چل رہی تھی۔ پنجاب کے انسپکٹر جنرل شفاخانہ جات کرنل جی ۔جالی نے ایک سوالنامہ مرتب کر کے صوبہ بھر کے معالجین کو بھیجا۔ اس کے جوابات ویدوں نے تو اجتماعی انداز میں تحریر کر کے بھجوا دیئے۔ لیکن طبیبوں کی نام نہاد انجمنوں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی ۔اس پر مجھے اور میرے ساتھیوں کو صورت احوال کی نزاکت کا احساس ہوا۔ ہمیں خصوصیت سے آل انڈیا ایورویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کی پنجاب شاخ سے یہ شکایت تھی کہ انھوں نے اس اہم اور نازک موقع پر اطبائے پنجاب کو بروقت رہنمائی فراہم نہیں کی

Marfat.com

چنانچہ میں نے بحیثیت صدر مرکزیہ دائرہ طبیہ مذکورہ بالا سوالنامے کے جوابات پر مشتمل ایک تفصیلی بیان جاری کیا اور اردو انگریزی دونوں زبانوں کے اخبارات اور بعض جرائد میں شائع کرایا۔ اس طرح بادلِ ناخواستہ ہمیں فنی سیاست کی وادیٔ پُرخار میں قدم رکھنا پڑا۔ ہمارے اس اقدام کا فوری ردِعمل یہ ہُوا کہ دائرہ طبیہ نہ صرف پنجاب میں بلکہ پورے ملک میں ایک باشعور سیاسی فنی تنظیم کی حیثیت سے اُبھر آیا

برادر رفیقد حکیم سید علی احمد نیرؔ واسطی بھی ہماری فنی سرگرمیوں سے بے حد متاثر ہوئے۔ اپنی پیش رفت کے سلسلہ میں ہم نے آل انڈیا دائرہ طبیہ کا فنی و سیاسی آرگن لاہور سے شائع کرنا شروع کیا۔ میں اس کا سرپرست اور مولانا حکیم عبدالمجید خادم سوہدروی مرحوم اس کے مدیر تھے۔ اس طبی میگزین کے ادارتی صفحات پر تسہیلِ اطبا کے موضوع پر میرے قلم سے ایک مبسوط مقالہ تین چار قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ حضرت نیرؔ واسطی نے اسے اس درجہ پسند فرمایا کہ بطورِ خاص حکیم عبدالمجید عتیقی صاحب مرحوم کو پنڈی بھیج کر مجھ سے اس مقالہ کو اپنی جمعیتِ مجالس اطبائے پنجاب کی طرف سے شائع کرنے کی اجازت طلب فرمائی۔ چنانچہ یہ رسالہ تنقیحات کے نام سے شائع ہوا۔

اطبائے پنجاب میں باہمی اضطراب و تفرقہ، فن اور اہلِ فن دونوں کے لئے خاصہ نقصان دہ اور پریشان کن تھا۔ مرکزی کانفرنس اس صورتِ حال سے متاثر بلکہ رنجیدہ تھی اور اس نے مصالحتی اقدامات کے لیے صدر الاطباء حکیم محمد الیاس خان مرحوم کو مقرر کیا۔ موصوف نے مرحومین قرشی و نیرؔ اور اس ناچیز سے رابطہ کیا۔ دو تین مرتبہ پنجاب آئے اور آخر کار ان کی تگ و دو کامیاب ہوئی۔ خیر سگالی اور فن دوستی کے نام پر آپس کی پرانی رنجشیں اور شکر رنجیاں دور ہو گئیں اور یک جماعتی نظام قائم کر کے فنی سیاست کو پھر سے اس کی پٹڑی پر چڑھا دیا گیا اور یوں ہمیں مزید سیاسی سرگرمیوں میں حصّہ لینا پڑا۔

Marfat.com

اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہی ملک میں لیگ اور کانگرس کی حریفانہ سیاست کے ہنگامے روزافزوں شدت اختیار کرنے لگے۔ قیام پاکستان کی تحریک روز بروز زور پکڑتی گئی اور ملی سیاست کے ساتھ ساتھ ہمیں ملکی بلکہ قومی سیاست میں بھی سرگرمی سے حصّہ لینے کا موقع حاصل ہوا۔ مسلمانوں نے انگریز کے سام راج اور ہندو کے رام راج دونوں طاغوتوں کے عفریتی چنگل سے اپنے جسدِ ملی کو بچانے کے لیے جس جذبہ اور تڑپ سے پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ کا پُرزور نعرہ لگایا تھا۔ اللہ تعالیٰ رب السمٰوات والارض نے اُسے پذیرائی بخشی اور خود ہندو اور انگریز دونوں سے تقسیمِ ملک کا فیصلہ صادر کروا دیا۔ چنانچہ پہلے پاکستان قائم ہوا اس کے بعد ہندوستان آزاد ہوا اور تاریخ عالم میں اسلام کی نشأۃ جدیدہ کی خاطر مملکت پاکستان کو وجود بخشا گیا۔

قیام پاکستان کے بعد مملکت خداداد میں جس طرح اسلامی تہذیب و معاشرت کے احیاء کی توقع تھی۔ اسی طرح اسلامی علوم و فنون بالخصوص طب کو اس کا صحیح اور جائز مقام حاصل ہونے کی بڑی امید تھی لیکن ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ اس نوزائیدہ مملکت کے اہل حل و عقد، اکثر و بیشتر مغربی فکر و فلسفہ کے پرستار چلے آ رہے ہیں اور یہ واضح ہے کہ مغرب کا فکر و فلسفہ، سیاسی ہو یا معاشی، اخلاقی ہو یا معاشرتی، آئینی ہو یا تعلیمی اپنی اصل (origin) سے لے کر اب تک (UP TO DATE) یہودیت کا نقش ثانی ہے۔ فرائڈ کے معاشرتی نظریات ہوں یا مارکس کے معاشی افکار، ان سب کی اساس حب ذات پر ہے اور بس۔ اسلام نے اس طرزِ فکر و نظر کو جامد اور غیر ترقی پذیر ٹھہرایا ہے اور اس کے مقابل میں ایثار و مواساۃ کی راہ دکھائی اور یؤثرون علی انفسھم ولو

Marfat.com

کان بھم خصاصۃ کی قندیل روشن کی ہے۔ اور حبِ عاجلہ کو معیوب قرار دے کر ورحمۃ اللہ خیر مما یجمعون او اللہ عندہٗ حسن المآب کا مژدہ سنایا ہے۔

ہمارے ارباب اقتدار نے خواہ وہ نظام سرمایہ داری (CAPITALISM) کے دلدادہ ہوں خواہ اشتراکی دستورِ زندگی (COMMUNISM) کے فریب خوردہ بالاکثر یہی انداز فکر ونظر اپنایا ہے۔ الا من شاء اللہ بہت کم لوگ ایسے نکلے جنہوں نے اسلامی نظریہ حیات کو پاکستان کے نظم مملکت کی اساس ٹھہرایا اور اس کے لیے عملی جد وجہد بھی کی ہے۔ وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین۔

اسی صورت حال کا یہ نتیجہ ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کی ہوئی اس مملکت میں اسلام ابھی تک اجنبی ہے اور یہاں اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی علوم وفنون آج بھی رجعت پسندی اور بورژوائیت کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔ عصرِ حاضر کے فلسفۂ زندگی کو عملاً اپنا لیا گیا ہے۔ زبانی کلامی طور پر اسلام کا نام بہت اور بکثرت لیا جاتا ہے۔ لیکن نفوذ اور نفاذ، مضاد اسلام (ANTI - ISLAMIC) طرز زندگی، کا ہو رہا ہے۔ مترفین کی بن آئی ہے۔ ابیقوریت، یعنی بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست تقریباً ہر شخص کا مطمح نظر ہے۔

اس ماحول میں ہم نے اسلام اور اسلامی فنون کے احیاء ونفوذ کی خاطر بساط بھر کوشش کی اور اپنی محدود صلاحیتوں اور محدود وسائل کے باوصف تگ ودو میں مصروف رہے۔ نفاذِ اسلام اور اقامتِ دین کی مساعی کا سلسلہ تو دم کے ساتھ ہے۔ اس کے ذکر وبیان کی ضرورت نہیں البتہ سلسلۂ سخن کو آگے بڑھانے کیلئے اسلامی علوم وفنون میں سے طب سے متعلق اپنی سرگرمیوں کی تھوڑی سی مزید وضاحت مناسب ہوگی۔

Marfat.com

قیام پاکستان کے مغرب زدہ اور تجدد گزیدہ ارباب بست وکشاد نے،
موجودہ دور کی غیرفطری مشینی اور مضاد حیات طب (MODERN MEDICAL SCIENCE)
سے مرعوب ہو کر اسلامی عہد نہضت کے ترقی یافتہ فطری اور شفائی طریق علاج
طب اسلامی کو نہ صرف یہ کہ قطعی طور پر نظر انداز کیا۔ بلکہ اُسے دور وحشت کی
یادگار اور ہوائی جہازوں کے زمانہ میں ڈگمگاتی کھڑکھڑاتی ہوئی بیل گاڑی کے مانند
فرسودہ اور بے حقیقت قرار دے دیا۔ ہم لوگ پاکستان میں گیا تو اس فن عزیز کی
ترقی و توسیع کی آس لگا بیٹھے تھے اور کیا تو یہ دیکھا کہ طب اسلامی، حریفانِ شاطر
کے نرغے میں انتہائی زار و زبوں حالات میں فریاد کناں ہے ؎

ایسے بے رحموں کے مجھ کو دام میں لایا ہے چرخ
جو یہ کہتے ہیں کہ اس کے نوچ کر پَر چھوڑ دو

کارپردازانِ حکومت اپنی ذہنی مرعوبیت اور فکری بے مائگی کے باعث
یوروپی طب کے مقابلے میں اس ملکی طب کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت دینے کو تیار
نہ تھے۔

ان حالات میں پہلے تو میں نے طبی تحریک کی پیش رفت کے لیے ہفت روزہ
"ارمغان" جاری کیا۔ پھر طب اسلامی کے نام سے ایک مختصر لیکن جامع کتاب
لکھ کر اس فن کی علمی اور سائنسی حیثیت اجاگر کی اور تحقیق و تاریخ کی روشنی میں
اس کی فطری اور شفائی خوبیوں کو واضح کیا جس سے یہ فتنہ کچھ عرصہ کے لیے دب گیا
اور ادھر فنی سیاسی تحریک میں توانائی پیدا ہوئی اور طب کے مضمحل و ناتواں بدن
میں زندگی ایک بار پھر انگڑائیاں لینے لگی۔

میں اس فن عزیز کو ۱۹۵۲ء میں طب اسلامی ثابت کر چکا تھا اور اسی عنوان
پر میری کتاب شائع ہو چکی تھی۔ جبکہ موجودہ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے ۱۹۸۰ء

Marfat.com

ییں ایک سرکاری سطح کی طبی کانفرنس ہیں اسے طب اسلامی ٹھہرایا اور طب اسلامی کہنے اور اس کی ترقی و پیش رفت کے لیے حوصلہ مندانہ کوششیں انجام دینے کا مشورہ دیا۔

بہرحال طب اسلامی کے نشو و ارتقا، اس کی پیش رفت اور فروغ کے سلسلہ میں میری مساعی آج بھی جاری ہیں۔ پچھلے سال میں نے پشاور یونیورسٹی سے ملحقہ سنٹرل ایشاسٹڈی سنٹر کو فارسی زبان کی مشہور طبی انسائیکلوپیڈیا، ذخیرہ خوارزم شاہی کے کچھ حصے ترجمہ اور تدوین جدید سے مرتب کر کے دیئے ہیں۔ اسی طرح نیشنل سائنس کونسل اسلام آباد (اب نیشنل کونسل فار سائنس اینڈ ٹیکنالوجی)، کو طب اسلامی کا عہد بعہد ارتقا چودہ سو سالہ تاریخ تحقیق کی روشنی میں لکھ کر دی ہوئی ہے۔ انشاءاللہ یہ دونوں ادارے عنقریب انہیں شائع کر رہے ہیں۔

طبی اور مذہبی و اسلامی موضوعات پر چھوٹی بڑی تالیفات اور تصانیف کا سلسلہ شروع دن سے جاری رہا۔ مثلاً طب اسلامی، تفہیم الکلیات، درس شفاء، تحفہ نایاب، تنقیحات، تلویحات، مصدقہ فارماکوپیا اور دوسری کتابیں طب ہیں اور البدر البازغ، شمس الہدیٰ، ذکریٰ للذاکرین اور دینی و مذہبی موضوعات پر متعدد کتابچے، نیز اخلاقی معاشرتی اور سماجی مسائل پر بیسیوں مضامین شائع ہوئے ہیں۔

شعر و ادب اور صحافت و مقالہ نگاری کا ذوق و شغف غالباً گھٹی ہیں پڑا تھا کہ نہ تو ان گوناگوں مصروفیات میں اس سے مفر تھا اور نہ آج کہ پیر فرتوت ہو رہا ہوں۔ نجات کی کوئی راہ دکھائی دیتی ہے۔ راولپنڈی میں اس دور کے اکثر نوآموز ادیب اور شاعر میرے حلقۂ سخن میں شامل تھے۔ کئی ہونہار شاعر ان دنوں میرے "تکیہ" پر ہی جاگزین رہتے تھے۔ مطب کیا تھا۔ علمی ادبی، فنی، شعری سرگرمیوں کا اکھاڑہ تھا۔ طبی علم و عمل سے شغف رکھنے والے بھی آتے

Marfat.com

جاتے رہتے تھے اور تو اور اکسیر و کیمیا کے ہوس دور دور سے میرے ٹلے پر پہنچتے تھے۔ مزید براں۔ عربی۔ فارسی اور اردو میں آنرز یا ہائی پروفیشنسی وغیرہ امتحانات کے امیدواروں کی ایک پوری کھیپ مجھے گھیرے رہتی تھی۔

اور میں ان سب ہنگاموں پر مستزاد صحافت کی سنگلاخ وادی میں بھی جادہ پیمائی اور بادیہ نوردی کا شوق رکھتا تھا۔ راولپنڈی آتے ہی پہلے تو مولوی شہاب الدین جہلمی (بدنام متجدد ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے والد) کے روزنامہ "شہاب" میں اعزازی کام کیا۔ پھر ریاست امب کے معزول وزیر خاں ضرغام اللہ خاں کے ساتھ مل کر ہفت روزہ "مظلوم" جاری کیا۔ اس میں میرے ساتھ خدا بخش اظہر امرتسری بھی کام کرتے تھے۔ پھر فری لانسر کے طور پر رہنمائے زندگی، دولت وصحت، مخزن حکمت نیرنگ خیال۔ عالمگیر اور بعض اخبارات میں لکھتا رہا۔

اس دور میں طبی جرائد میں بھی بہت کچھ لکھا۔ اس زمانہ کے اکثر طبی صحیفے مثلاً ہمدرد صحت۔ الحکیم۔ مشیر الاطباء۔ الطبیب تبصرۃ الاطباء، حکیم حاذق، معین الاطباء العلاج اور طبی میگزین وغیرہ میرے مضامین و مجربات سے مزین ہوتے تھے۔

غرض ان دنوں اقبال کے بقول میری یہ کیفیت تھی۔

ہر لحظہ نیا سوز، نئی برقِ تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

ظاہر ہے کہ اس درجہ متنوع اور بوقلموں دلچسپیوں اور مصروفیتوں کی بنا پر میں کسی ایک چیز پر پورے انہماک اور استقلال سے توجہ نہیں دے سکتا تھا۔ اس لیے کسی مشغلہ کو اپنی حد سے بڑھنے کی اجازت نہ دے سکا اور یوں انگریزی ضرب المثل JACK OF ALL, MASTER OF NONE کے مطابق ہرفن مولا بن کر رہ گیا۔

زندگی اسی نہج پر چلتی رہی اور رخش عمر دلکی چال سے آگے بڑھتا رہا۔ مختلف اصناف

Marfat.com

سخن میں اور عربی ، فارسی ، اردو متداول زبانوں میں نظم و نثر لکھتا رہا۔ میرا فارسی کلام ایران کے بعض ممتاز پرچوں میں بھی چھپا ہے ۔شعر و سخن کا چسکا جاتا تو نہیں ۔لیکن آگے چل کر جب فنا فی الشعر جانوروں کی غیر انسانی کیفیات سے واسطہ پڑا تو دل اس طبقے سے بیزار اور شعر و شاعری سے جی اچاٹ ہو گیا ۔ وگرنہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کی زبان میں بھی کہہ سکتا تھا ۔

ولولا الشعر بالعلماء یزری　　　لکنت الیوم اشعر من لبید

خود میرا ایک شعر حسب حال ہے ۔

شعر کہ لینا کوئی بات نہیں　　　شعر خوانی عجب مصیبت ہے

چنانچہ مجالس شعر و سخن میں شمولیت سے گریز ، اور شعرائے عصر کے ساتھ خلا ملا سے پرہیز اپنی طبیعت ثانیہ بن کر رہ گئی ہے ۔

اپنے اس روزمرہ کے ساتھ ساتھ میں نے علمی تکمیل اور تحقیقی ارتقاء کی خاطر اکیڈیمک اور ایجوکیشنل سرگرمیوں میں بھی غیر معمولی دلچسپی لی ہے ۔ چنانچہ ایک طرف جامعہ طبیہ شرقیہ اور ادارۂ علمیہ کے نام سے دو اہم درسگاہوں کے قیام کا ڈول ڈالا اور دوسری طرف تکمیلِ ذات کی غرض سے پنجاب یونیورسٹی لاہور کے امتحانات مولوی فاضل ، منشی فاضل ، ادیب فاضل امتیازو اعزاز کے ساتھ پاس کئے ۔

یادش بخیر جس سال مجھے مولوی فاضل کا امتحان پاس کرنے کا خیال آیا ہے مکرمی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ مرحوم سے اس کا تذکرہ کیا تو مرحوم نے ، جو تھوڑا عرصہ پہلے اس امتحان سے فارغ ہوئے تھے ۔نہ صرف یہ کہ اس کی کچھ نصابی کتابیں فراہم کر دیں ۔ بلکہ میرے یہ گزارش کرنے پر کہ میں نے فنونِ منطق و فلسفہ نہیں پڑھے ہیں ، ان کی تیاری کے سلسلہ میں پوری معاونت کا یقین دلایا ۔ چنانچہ کئی مرتبہ خود میرے مطب میں تشریف لا کر مجھے اور میرے ساتھیوں مولانا عبد الغفار

Marfat.com

قاسمی اور مولانا غلام احمد حریری مدظلہما کو سُلّم اور اشارات پر لیکچر دیئے۔

السنۃ شرقیہ کے ان امتحانات کے علاوہ میں۔ نے پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کا امتحان بھی دیا۔ اور چونکہ میرے تمام مشاغل میں علم وعمل طب خصوصی اہمیت رکھتا تھا اور اسی پر میری معاش کا دارومدار تھا۔ میں نے بھوپندر اطبیہ کالج پٹیالہ سے حاذق الحکماء اور ماہر طب وجراحت کا سندی امتحان بھی پاس کیا اور اسی دوران میں الہ آباد یونیورسٹی سے فاضل طب عربی کا امتحان بھی دے ڈالا۔

مطب پر خاطر خواہ توجہ نہ دینے کے باوجود، اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اس کے کرم خصوصی سے اہم پیچیدہ اور عسیر العلاج بیماریوں کے علاج معالجہ میں مہارت اور دستِ شفا کی برکت حاصل ہے۔ چنانچہ ملک کے طول وعرض سے مایوس و ناکام مریض خود حکیموں اور ڈاکٹروں کی وساطت سے میری طرف آتے اور حیرت انگیز طور پر شفایاب ہوتے رہے ہیں اور اب بھی کہ بازار سے دور گھر پر مطب کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق سے دستِ شفا کا فیض جاری ہے۔

میرے خادمانہ عزم وعمل کا ایک روشن باب سماجی اور سوشل بہبود کے پروگراموں سے خصوصی دلچسپی کا باب ہے۔ یوں تو رفاہ عام اور خدمت خلق کے کاموں میں بدو شعور ہی سے حصہ لیتا رہا ہوں سب مجھے یاد ہے۔ کہ ابھی سبزہ آغاز نوجوان تھا۔ کہ اپنے گاؤں میں انجمن اصلاح المسلمین بنائی تھی اور معاشرتی اصلاح و فلاح کے لیے اپنی بساط کے مطابق عملی کوششوں کا آغاز کیا تھا۔ پھر جب راولپنڈی میں پہنچا۔ تو منشی سردار میر اکبر خاں عباسی (جو بعد میں مجاہد اوّل سردار عبدالقیوم خاں صدر آزاد کشمیر کے خسر بنے) کے ساتھ مل کر انجمن رفاہ عامہ کی تشکیل کی تھی۔ اس کے لٹریچر میں سے ایک رسالہ جو میں نے انہی دنوں خاصی نوعمری میں "وفی الحرکتہ برکتہ" کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ اب بھی میرے پاس موجود ہے۔

Marfat.com

وقت کے ساتھ ساتھ میرے سوشل اور رفاہی کاموں کا دائرہ عمل پھیلتا اور بڑھتا چلا گیا۔ قیام پاکستان کے فوری بعد خان بابو عبدالعزیز خاں مرحوم کی رفاقت میں "انجمن انصار و مہاجرین" کے نام سے ایک فلاحی تنظیم قائم کی گئی جس میں راولپنڈی شہر و صدر کے چیدہ و برگزیدہ اصحاب شامل تھے اور پاکستان کے سابق وزیر سردار امیر اعظم خاں ہمارے معاون خصوصی تھے۔

میرے سوشل ویلفیئر کے معاملات میں اسی دلچسپی اور انہماک کا نتیجہ تھا۔ کہ جب مغربی پاکستان کی وزارت سماجی بہبود نے راولپنڈی میں شہری ترقیاتی منصوبے بنائے تو URBAN. COMMUNITY DEVELOPMENT کے پراجیکٹ نمبر ۱ کا مجھے صدر منتخب کیا گیا اور شمال مغربی حلقہ راولپنڈی کے کم و بیش دس محلوں پر مشتمل ایک وسیع علاقہ ہماری سوشل سرگرمیوں کے لیے مختص کر دیا گیا چنانچہ میں نے اپنے مخلص اور پُرجوش رفقاء کی ان تھک کاوشوں سے اس پروجیکٹ کو تھوڑے ہی عرصہ میں (MODEL PROJECT) بنا دیا۔ اس کے زیر اہتمام متعدد انڈسٹریل ہوم، صنعت زار، زچہ بچہ سنٹر، دار الخواتین، تعلیمی ادارے، ویلفیئر سکول، دار الاطفال ڈسپنسریاں، خیراتی شفاخانے لائبریریاں اور ریڈنگ روم وغیرہ حلقہ کے طول و عرض میں قائم کر دیئے گئے۔ اور اس طرح، راولپنڈی کے دوسرے تمام شہری ترقیاتی پراجیکٹوں میں ہمارا پروجیکٹ ایک مثالی اور کامیاب سماجی مرکز کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آگیا۔

ہم نے مرحوم کیپٹن فضل حق کی تجویز پر اس کا نام CSP. PROJICT رکھا۔ اور ۱۹۶۳ء میں حکومت نے مجھے اسی پروجیکٹ کے پریذیڈنٹ کی حیثیت سے مغربی پاکستان سوشل لیڈرز کے منتخب ڈیلیگیشن کا ایک رکن نامزد کیا اور ہمیں مشرقی پاکستان (حال بنگلہ دیش)، بھیجا۔ وہاں ہم نے خیر سگالی اور یگانگت کے مشن کی تکمیل کے

Marfat.com

ساتھ ساتھ بنگالی بھائیوں کے سوشل اداروں کا معائنہ کیا۔ ایشیا فائونڈیشن گورنر مغربی پاکستان عبدالمنعم خاں اور ڈھاکہ، کھلنا، سلہٹ، کومیلا، چٹاگانگ وغیرہ کے بلدیاتی اداروں کے استقبالیوں، ڈنروں، لنچوں وغیرہ تقریبات میں شرکت کی اور پورے دو ہفتہ اس حصۂ ملک میں گھوم پھر کر سماجی بہبود کے کام کا مطالعاتی جائزہ لیا۔

اس جائزے کے بعد میں نے اپنے پروجیکٹ کے لیے بڑے اہم ترقیاتی پروگرام مرتب کئے تھے اور ایشیا فونڈیشن کے تعاون سے ان پر عملدرآمد کا منصوبہ بنایا تھا۔ لیکن ابھی یہ سب کچھ تجنت وپز کے مرحلہ میں تھا کہ ملک کے سیاسی حالات میں اکھاڑ پچھاڑ شروع ہوگئی۔ جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی۔ ادھر کچھ عرصہ پہلے مجھے بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات میں حصہ لینے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔

اپنے طبی کارناموں اور بعض معرکہ آرا معالجات کی وجہ سے میرا حلقہ تعارف خاصہ وسیع تھا۔ مزید براں دینی عناصر سے قریبی رابطے اور تحریک اقامتِ دین سے گہرے شغف کی بنا پر ملک کی معروف و ممتاز شخصیتوں سے نسبتاً زیادہ یگانگت تھی۔ ۱۹۴۹ء میں صدیق مکرم مولانا مسعود عالم ندوی راح اللہ روحہ کی تحریک، اخ المحترم عبدالغفار حسن عمرپوری حفظ اللہ کی تجویز اور رفیق گرامی، غازی عبدالجبار ایم اے بی ٹی رحمہ اللہ کی پُرزور تائید سے میرے ازدواج کا پروگرام بنا اور مرحوم مولانا عبداللہ عبدالصبور ایم اے فاضل دینیات دہلوی کی دختر روشن اختر سے عقد نکاح ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے یہ سادہ سی تقریب ازدواج آگے چل کر قران السعدین ثابت ہوئی فللہ الحمد اولاً و آخراً و المنت علی احسانہ۔ باری تعالیٰ نے اولاد ذکور و اناث سے نوازا۔ پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے عطا کئے۔ جو بفحوائے الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ طرفین کے مشترک خصائص سے بہرہ مند ہیں۔ چاروں بڑی لڑکیاں مروجہ تعلیم اور اسلامی تربیت سے مرصع اپنے

Marfat.com

اپنے گھروں میں بحمد اللہ خوش و خرم ہیں ماشاء اللہ چاروں داماد بھی حسن خلق اسلامی تہذیب سے آراستہ دیندار اور صالح ہیں۔ تین تو ایم ایس سی ریاضیات اور پی ایچ ڈی ڈاکٹر ہیں، چوتھے قطر میں بزنس کرتے ہیں۔ اپنے دونوں لڑکے بتوفیقہ تعالیٰ حافظ قرآن اور گریجوایٹ ہیں ابھی سلسلہ تعلیم و تعلم جاری ہے اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔ چھوٹی بچی ایم۔اے عربی کی تیاری میں لگی ہے بحولہٖ وکرمہٖ تعالیٰ

سنہ ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء کے موسم بہار میں توفیق الٰہی سے حج بیت اللہ اور زیارت مسجد نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوا۔ حضرت جامیؒ کی ہمنوائی میں عرض گزار ہوں ؎

مشرف گرچہ شد جامیؔ ز لطفش

الٰہی ایں کرم بارِ دگر کن !

آج سے چند سال پہلے ایک حادثہ کا شکار ہو گیا تھا کئی ماہ صاحب فراش رہا۔ بہت کمزور اور نڈھال ہو گیا۔ بازار کا مطب بھی چھوڑنا پڑا۔ اب کئی سال سے گھر ہی پہ مطب کرتا ہوں۔ اگرچہ بڑی حد تک خانہ نشین ہو گیا ہوں۔ پھر بھی وہی ہنجار ہے لکھنے پڑھنے کا شغل بدستور ہے سوشل ایکٹویٹیز بھی بقدر ہمت جاری ہیں۔ جوانی میں مرکزی جامع مسجد اہل حدیث کی تعمیر و توسیع اور انتظام و انصرام کی توفیق ارزانی ہوئی تھی اب بڑھاپے میں خدا تعالےٰ نے گھر کے قریب ہی سرکلر روڈ پر جامع اہل حدیث کی تاسیس و تکمیل کا موقع فراہم کر دیا ہے۔ اس کے تنظیمی و تعمیری امور میں رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق حصہ لیتا ہوں۔ وھو الموفق الی الخیر و علیہ التکلان۔

ضعف و اضمحلال کے باوصف طبی، سائنسی، فنی، علمی، ادبی اور مذہبی سرگرمیوں

Marfat.com

میں بھی حسب توفیق حصہ لیتا رہتا ہوں۔ قومی، سرکاری اور نیم سرکاری کانفرنسوں، سیمیناروں اور تقریبات میں شمولیت بھی ہوتی رہتی ہے۔

گزشتہ کئی برس سے حیات سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک نئے انداز سے مرتب کرنے کا ڈول ڈالا ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں تاریخی روزنامچہ کے نہج پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزمرہ کے احوال و وقائع، اس طرح مدون کر دیئے جائیں کہ ڈائری کے طرز پر تواریخی ترتیب کے ساتھ پتہ چلے کہ آج صبح سے رات تک حضور خیر البشر صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا کچھ کیا۔ کن کن اشخاص سے ملاقات ہوئی آپ نے تبلیغی، تلقینی اور تنظیمی سلسلہ میں کیا ارشاد فرمایا (احادیث) سفر یا حضر کی کیا نوعیت رہی۔ وحی الٰہی سے کیا تنزیل ہوئی (قرآن مجید) کون سے نئے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ یہ کام بہت ہی اہم ہے اور جتنا اہم ہے اتنا دشوار بھی ہے بلکہ دشوار سے زیادہ نازک ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد سے تو کچھ نہ کچھ مواد روزنامچے کی ترتیب کے لیے دستیاب ہونے لگتا ہے لیکن مکی زندگی کی روزمرہ رپورٹ مرتب کرنا بہت مشکل ہے بہرحال میں اس لگن میں اپنی سی کوشش میں مصروف ہوں۔

السعی منی والاتمام من اللہ نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

Marfat.com

مذہبیات میں خطبات و مواعظ کی بہت سی کتابیں آپ کی
نظر سے گذری ہوں گی۔ مختصر سے مختصر بھی اور ضخیم بھی،

لیکن

کامل تین جلد

اسلامی خطبات

مصنفہ : مولانا عبدالسلام بستوی رحمۃ اللہ

بعض خصوصیتوں میں ان سب سے منفرد ہے کیونکہ اس میں :-

- زندگی بھر پیش آمدہ مواقع کی نسبت سے مذہبی اخلاقی اور معاشرتی مسائل پر خطبات موجود ہیں
- درج شدہ قصص اور واقعات پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔
- مضامین متنوع اور استناد میں سب کتابوں سے منفرد نیز موقع محل کی مناسبت سے اخلاقی اور مذہبی اشعار
- رمضان المبارک، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ، محرم الحرام اور ربیع الاول پر خاص خطبے

سفید کاغذ ★ ونڈائیک آفسٹ طباعت ★ ولایتی کپڑے کی جلد

جلد اول ۶۶ خطبے ۷۲۸ صفحات
جلد دوم ۵۰ خطبے ۷۴۰ صفحات
جلد سوم ۲۰ خطبے ۳۵۴ صفحات

المکتبۃ السلفیۃ
شیش محل روڈ ○ لاہور ○ پاکستان

Marfat.com